محبتِ الٰہی، اطاعتِ رسول، فکرِ آخرت، اصلاحِ ظاہر و باطن کا مؤثر بیان

سُخنِ دُرویش

خُطباتِ

حضرت ڈاکٹر فِدا مُحمّد مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین

مُحمّد طُفیل کوہاٹی

مُدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

٣

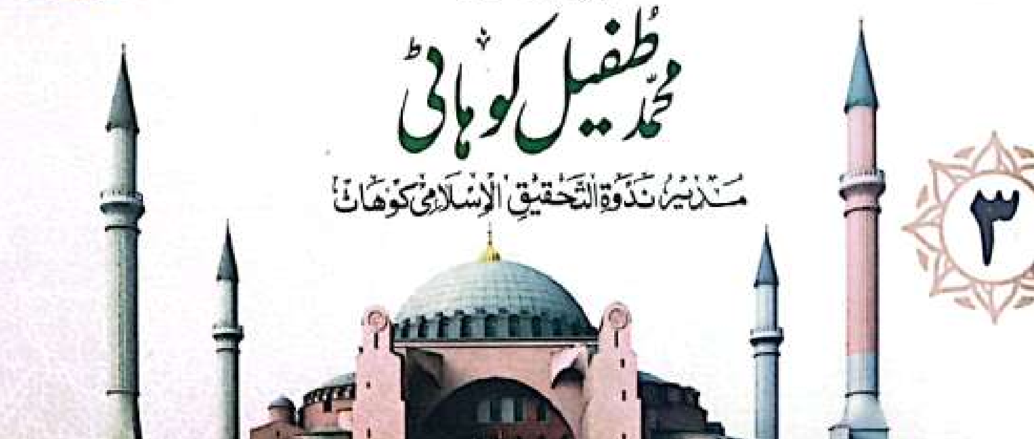

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

سخن دُرویش

جلد سوم

خطبات حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ

خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ

ترتیب و تدوین

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوة التحقیق الاسلامی کوہاٹ

ناشر

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

File Adress:

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔سخن درویش (جلد سوم)

خطبات۔۔۔۔۔۔حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم

مرتب۔۔۔۔۔۔۔محمد طفیل کوہاٹی

تعداد۔۔۔۔۔۔۔ایک ہزار

طبع۔۔۔۔۔۔۔اول

ناشر۔۔۔۔۔۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

ملنے کے پتے:

1۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور 03219006321

2۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ 03325876050

3۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ مردان

File Adress:

فہرست

۱۔عرض مرتب	۴
۲۔اصلاح نفس کے عالمگیر اثرات اور راہِ طریقت	۵
۳۔اہل اللہ کی انقلابی تاثیر اور راہ طریقت	۵۷
۴۔جہاد فی سبیل اللہ اور مسئلہ توہین رسالت	۹۳
۵۔بدگمانی کا وبال اور اس کا علاج	۱۲۵
۶۔حب جاہ اور اس کا علاج	۱۳۹
۷۔دین ودنیا کی دوئی کا نظریہ اور اسکی حقیقت	۱۶۳
۸۔لطافت تقویٰ	۱۷۷
۹۔اعتقاد ومحبت اور کیفیت احسان	۱۹۳
۱۰۔اختیار اسباب اور توکل کی حقیقت	۲۰۵
۱۱۔تعلق مع اللہ کی نسبتیں	۲۲۵
۱۲۔قرب خداوندی کی بنیاد	۲۴۱
۱۳۔خودکشیوں کے اسباب اور معاشرتی برائیاں	۲۵۱
۱۴۔مصائب کے وقت اہل ایمان کے رویے	۲۶۵

File Adress:

عرض مرتب

الحمد للہ حضرت سیدی و مرشدی، ملجائی و مولائی حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہم کے گراں قدر خطبات و مواعظ کی تیسری جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں تیرہ مواعظ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ حضرت سیدی ڈاکٹر صاحب کے مواعظ کا موضوع سخن فرد، سماج اور ریاست کو درپیش روحانی سطح کے سنگین بحرانوں کی تشخیص اور سلف صالحین کے منہج تصوف ، خصوصاً حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے طرز فکر کی روشنی میں ان کا علاج پیش کرنا ہوتا ہے، جس کے لیے قرآن وسنت سے استناد کے ساتھ ساتھ مشاہداتی دلائل کو بروئے کار لانا آپ کا امتیازی خاصہ ہے، ان مواعظ میں ایک محقق ،صوفی مرتاض کی ژرف نگاہی، امعان فکر، دور بینی و دور رسی کے ساتھ ساتھ ایک عاشق صادق کے سوزِ دروں، جذب و مستی کیف و سرور اور ولولہ و تڑپ کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں قبولیت بخشے، اور ان مواعظ کا فیض دور اور دیر تک قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

File Adress:

اصلاحِ نفس کے عالمگیر اثرات

File Adress:

دنیا کے بڑے معاشی بلاک اور تعلیم ومعیشت کے ذریعے اقوامِ عالم کو مسخر ومغلوب کرنے کے وار، نفس کی بنیادی کمزوریاں اور ان کا علاج، اہلِ مدارس کے لیے نظامِ تربیت کی ضرورت اور اہلِ علم کے اصلاح کا طریق، نفسِ انسانی کی خواہشات کے تین تدریجی ادوار شریعت وطریقت کی آفاقیت وتاثیر جیسے مہم عنوانات پر ایک جامع وعظ۔

File Adress:

خطبہ ماثورہ اما بعد!

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○

(سورۃ الحدید: ۲۰)

ترجمہ: تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات (ہرگز قابل اشتغال چیز نہیں کیونکہ) محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا (قوت و جمال اور دنیوی ہنر و کمال میں) اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے (یعنی مقاصد دنیا کے یہ ہیں کہ بچپن میں کھیل کود کا غلبہ رہتا ہے اور جوانی میں زینت کا اور بڑھاپے میں مال و دولت آل و اولاد کو گنوا کر تفاخر کرنے کا غلبہ رہتا ہے اور یہ سب مقاصد فانی اور خواب و خیالِ محض ہیں جس کی مثال ایسی ہے) جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ (کھیتی) خشک ہو جاتی ہے سو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چوُرا چورا ہو جاتی ہے (اسی طرح دنیا چند روزہ بہار ہے پھر زوال و اضمحلال، یہ تو دنیا کی حالت ہوئی) اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس) میں (دو چیزیں ہیں ایک تو کفار کے لئے) عذابِ شدید ہے اور (دوسری اہلِ ایمان

File Adress:

کے لئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے (اور یہ دونوں باقی ہیں، پس آخرت تو باقی ہے) اور دنیوی زندگانی محض دھوکہ کا اسباب ہے ۔(معارف القرآن)

محترم بھائیو اور دوستو! یہ آیت برکت کے لیے پڑھ لی، ان شاء اللہ اس کی روشنی میں بات کریں گے ۔ دو واقعات بڑے دلچسپ یاد آئے ہوئے تھے، خیال تھا پہلے وہ دو واقعات سناؤں ۔

بولنے کی آفتوں سے حفاظت کی انوکھی مثال

ایک واقعہ تو ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ جن کے ساتھ ہمارا بیعت کا تعلق ہے انہوں نے ہمیں سنایا ۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنی زندگی کے پچاس سال دین کا کام کیا ہے، اس میں پہلے پچیس سال تحریکِ پاکستان کا کام کیا ہے اور باقی پچیس سالوں میں بہت جم کر تبلیغ کا کام کیا ہے اور ان کے باقی علمی مشاغل ہیں ۔ انہوں نے ہمیں ایک واقعہ سنایا کہ کوئٹہ کے تبلیغی مرکز میں ایک آدمی تھے جو مرکز میں مقیم تھے ۔ پہلے زمانے میں زیادہ لوگ مقیم نہیں ہوتے تھے جس طرح اب مقیم ہوتے ہیں، بلکہ مرکز کی حفاظت، چوکیدارے اور سنبھالنے کیلئے کوئی ایک دو آدمی رکھتے تھے ۔ تو وہاں ایک آدمی تھے جو مرکز کے سنبھالنے والے، دن رات رہنے والے تھے ۔ عموماً یہ لوگ بڑے زبردست عابد، ذاکر شاغل ہوتے تھے اور دعا والے لوگ ہوتے تھے ۔ اس کوئٹہ مرکز کے مقیم کی خصوصیات میں سے ایک تو صائم الدھر یعنی سارا سال روزہ رکھنا تھا، سوائے پانچ ایام تشریق کے یعنی پانچ ایسے دن جن میں روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے، باقی سارا سال روزہ رکھتے تھے اور ایک ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کسی آدمی سے بات نہیں کرتے تھے، کوئی بہت ضرورت کی بات ان کو کرنے کی پیش آتی تھی تو وہ قرآنِ پاک کی آیت میں بات کرتے تھے ۔ پوچھا کہ آپ نے یہ پابندی اپنے اوپر کیوں لگائی ہوئی ہے؟ تو اس نے کہا:

File Adress:

مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ ۔(ق:18)

یہ ہمارے نوجوانان نے رقیب کا معنیٰ سمجھا ہوا ہے کہ جس سے ہم کو محبت ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا اس سے محبت کرنے لگ جائے تو اس کو رقیب کہتے ہیں۔ عربی میں رقیب کے معنی نگہبان اور نگہداشت کرنے والے کے ہیں جو مسلسل کسی چیز کو ایسے دیکھ رہا ہو کہ اس سے ذرا بھر اس میں کوتاہی نہ ہو رہی ہو۔ تو اس شخص کا جواب یہ تھا کہ کوئی لفظ آدمی زبان سے نکالتا نہیں ہے کہ اس کا زبردست نگران فرشتہ ہے جو اس کی سخت نگرانی کر رہا ہے۔ تو ہر لفظ جو زبان سے نکلتا ہے، اس کی سخت نگرانی ہو رہی ہے۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ہماری ان سے دلچسپی ہوگئی۔ ہم نے ان سے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ اُس نے دو آیتیں پڑھ کر جواب دیا۔ ایک آیت میں لفظ قَسورَۃ (شیر) آتا تھا جبکہ دوسری میں لفظ محمد آتا تھا۔ ہم نے کہا: شیر محمد! اُس نے جواب میں قرآن کا لفظ بلیٰ کہا، یعنی ہاں۔ ان سے پوچھا کہ آپ رہنے والے کہاں کے ہیں؟ اُس نے دو آیتیں پڑھیں:

بَلۡدَۃٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ اور قُلۡ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا

جس کا معنیٰ بنا کہ اچھی بستی ہے پر گرمی اس کی سخت ہے۔ ہم نے کہا: ملتان، تو اس نے کہا: بلیٰ۔ حضرت کہتے ہیں کہ ہمیں شوق ہوا کہ اپنے نفس پر اتنی زبردست پابندی لگا کر زندگی گزارنے والے شخص کو یہ چیز ملی کہاں سے؟ تو پوچھا کہ آپ کا بیعت کا تعلق کہاں پر ہے؟ اس پر اُس نے ایک آیت پڑھی، اس میں لفظ عبد آیا اور دوسری آیت جو پڑھی اس میں لفظ قادر آتا تھا۔ ہم نے کہا: عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ اُس نے جواب میں کہا: بلیٰ۔

دوسرا واقعہ حاجی صاحبؒ کا یاد آیا۔ اس وقت ساری دنیا میں ہمارا سلسلۂ چشتیہ

File Adress:

صابریہ کی جو موجودہ ترتیب چل رہی ہے اس کی بنیاد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حاجی صاحبؒ کی ایک کتاب ہے ''امدادالسلوک''۔ اس میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بادشاہ تھا، بڑا سمجھدار اور دانشور آدمی تھا۔ اس نے چاہا کہ اس کے بعد اس کا بیٹا بھی اس طرح حکومت کرے جس طرح وہ کررہا ہے یعنی شریعت کے مطابق حکومت ہو خدمتِ خلق والی ہو۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ یہ عالم ہو، علماء کی صحبت اٹھائے ہوئے ہو۔ اس کو علماء کے حوالے کیا۔ اس کو اساتذہ کرام صاحبان نے پڑھا لکھا کر زبردست عالم بنادیا۔ جب عالم بنا تو اس نے ایک خاص بات سمجھ لی کہ انسان کا بولنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور بہتر چیز خاموشی ہے۔ جب واپس آیا تو والد صاحب نے کہا کہ تقریر کرو تو تقریر نہ کرے، کہا: باتیں کرو تو باتیں نہ کرے۔ کیا باپ ہوا کیا بیٹا ہوا۔ اس نے بات کرکے نہیں دی۔ اب کیا ہوگا جو آدمی بولے نہیں تو حکومت کیسے کرے گا تو بادشاہ کو اس کے وزیروں نے، سمجھدار لوگوں نے، دانشوروں نے کہا کہ اس کو شکار پر باہر لے جایا جائے۔ بندہ جب دوڑتا ہے اور جذباتی ہوتا ہے پھر کوئی نہ کوئی بات اس کی زبان سے نکل آتی ہے۔ تو شکار پر لے گئے۔ شکار کے پیچھے پھر رہے تھے، ایک جھاڑی کے پیچھے سے ایک تیتر نے آواز نکالی۔ جوں آواز نکالی، شکاری نے تیر مارا اور تیتر شکار ہوگیا۔ تو بادشاہ کے بیٹے کی زبان سے بات نکلی کہ نہ بولتا تو نہ مرتا۔ لوگ بڑے خوش ہوئے کہ شہزادے نے بات کی۔ اب اس کو کہیں بولو، پھر نہ بولے۔ بہت کہا، آخر بادشاہ کو غصہ آیا اور کہا کہ کرو اس کی پٹائی۔ جو کارندوں نے پٹائی کی تو اس نے کہا: نہ بولتا تو نہ پٹتا۔

سبحان اللہ! زبان کی حفاظت کے متعلق یہ عجیب دو باتیں یاد آگئی تھیں، آپ کو سنا دیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

مَنْ صَمَتَ نَجَا۔ (مشکوٰۃ)

جو خاموش رہا اس نے نجات پا لی۔ تو بندہ کو جس قدر زبان کی احتیاط حاصل ہوتی ہے وہ اسی قدر محفوظ رہتا ہے۔

دنیا کے بڑے معاشی بلاک اور ان کا طریقہ واردات

کل غور کر رہا تھا کہ صبح کیا بات کریں گے تو اس سلسلے میں ایک تمہید کے طور پر یہ بات یاد آئی۔ ہمارا ملک جب سے بنا ہے امریکہ نے اس کو اپنی پکڑ میں لیا ہوا ہے۔ اُس وقت دنیا میں دو بلاک کام کر رہے تھے، ایک روس کا بلاک جو کہ دہریت والے تھے، خدا کی ذات سے انکار کرنے والے تھے، یہ اشتراکیت اور اشتمالیت والا کمیونسٹ بلاک (communist block) تھا، کارل مارکس اس معاشی نظام کا بانی تھا، اس کا معاشی نظریہ یہ تھا کہ سارا مال ریاست کی ملکیت ہو جائے اور لوگوں کو مساوی تقسیم کر کے دیا جائے تاکہ معاشی اونچ نیچ نہ ہو اور سارے لوگ آسودہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ساری خطاؤں کی بنیاد سرمایہ داروں نے رکھی ہے اور جو مذاہب ہیں یہ بھی سرمایہ داروں کے آلۂ کار بنتے رہے ہیں۔ دوسرا بلاک سرمایہ دارانہ نظام والا capitalist block تھا، جس میں امریکہ بھی شامل تھا۔ پہلا بلاک یعنی اشتمالی اشتراکی جب کسی ملک پر یلغار کرتے تھے تو وہاں سے مذہب کا خاتمہ کرتے تھے۔ کیا عیسائیت کیا یہودیت سارے مذاہب کا خاتمہ کرتے تھے اور دنیائے اسلام کی طرف اگر بڑھتے تھے تو وہاں پر سب سے پہلے توحید کا اور خدا تعالیٰ کے ماننے کا خاتمہ کرتے تھے۔ جبکہ سرمایہ دارانہ (capitalist) بلاک کا طریقہ کار یہ تھا کہ نفس پرستی والی اور نفس کی چاہت والی زندگی، فسق و فجور والی اور گناہ والی زندگی کو عام کر دیا جائے۔ کیونکہ اُن کی بنیاد گناہوں والی زندگی کی ہے، فسق و فجور کی ہے لہٰذا اُن کی طرح ہو کر اُن میں مدغم ہو جائیں گے۔

File Adress:

غلبہ حاصل کرنے کے دو راستے

کسی ملک یا قوم پر غلبہ حاصل کرنے کے فوجی ترتیب کے علاوہ دو راستے اور طریقے ہوتے ہیں۔ایک راستہ تعلیم ہے اور دوسرا راستہ معیشت ہے۔ تعلیم سے تو آپ کسی ملک یا علاقے کو دماغ دیتے ہیں جو سوچتا ہے۔ تعلیم سارے ملک کو سوچ دِلاتی ہے۔ دانشور تیار کرتی ہے، ماہرفن تیار کرتی ہے، منصوبہ ساز لوگوں کو کھڑا کرتی ہے، پالیسی سازوں کو وجود بخشتی ہے، جن کی فہم اور دانش سے قومیں آگے بڑھتی ہیں اور ملک ترقی کرتا ہے، تھِنک ٹینک Think Tank کے الفاظ آپ نے اخباروں وغیرہ میں پڑھے ہوں گے۔ یہ دانشوروں کے لیے استعمال ہوتا ہے، دانشور طبقہ سوچتا ہے اور پھر عمل کی بنیاد دیتا ہے، تو غلبہ کا پہلا راستہ یہ ہے کہ تعلیمی نظام اور نصاب اپنا ہو، اپنے مذہب، ملت اور معاشرتی اقدار کے مطابق ہو، تاکہ ملک کو سوچ دینے والا طبقہ اپنا تیار ہو جائے یعنی Think Tank اپنا ہو، یہ مقصد تعلیم کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ اگر نظام تعلیم کسی ملک کا اپنے اقدار و روایات کے مطابق نہیں، اس کے دانشور کسی اور کے نظام تعلیم کے تحت تیار ہو رہے ہیں، تو سمجھ لیں کہ اس ملک پر حقیقی حکومت انہی لوگوں کی ہے جن کے نصاب اور نظام سے گزرے ہوئے لوگ حکمران ہیں۔

دوسری چیز معیشت ہے۔ کسی بھی ملک و قوم کی معاشی ضروریات جہاں سے وابستہ ہوں گی، وہی سے اس کے سارے فیصلے آئیں گے، تو غلبہ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ پر اقوام اور ممالک کا معاشی انحصار ہو، جس ملک کا آپ پر معاشی انحصار ہوگا، آپ اس پر غالب رہیں گے اور اس کے فیصلوں پر اثر انداز ہوں گے۔

یہ بات تو پکی ٹھکی اور واضح ہے کہ کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور توحید کا یہی تقاضہ ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے احکامات اور اپنے فیصلوں کا نفاذ اسباب کے واسطے

File Adress:

سے رکھا ہے اور معیشت تو دین کا رکن ہے۔ سارے لوگ کہیں گے ارکان تو کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہیں اور یہ کہہ رہا ہے کہ معیشت بھی رکن ہے۔ جی جناب! معیشت بھی رکن ہے۔ زکوٰۃ جو ہے یہ صرف ڈھائی فیصد حصہ دینا نہیں ہے، اس کی پشت پر اسلام کے پورے نظامِ معیشت کا فلسفہ کارفرما ہے۔ اس کے نمائندے کے طور پر زکوٰۃ کو سامنے کیا گیا ہے، اس نظام میں زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور مختلف قسم کے جو مالی شعبے ہیں وہ سارے اس کے تحت آجاتے ہیں اور زکوٰۃ کے علاوہ جو فقہ کی کتابوں میں بیع وشراء (خرید وفروخت) کی پوری تفصیل رکھی گئی ہے، اس کا پورا ایک باب رکھا گیا وہ اسلام کے معاشی نظام کو ہی بیان کر رہا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ معیشت دین کا ایک ضروری شعبہ ہے۔

بذریعۂ دانشوران کسی ملک پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ پاکستان کے مغربی دنیا کے ساتھ معاہدات تھے، ہمارے طلبہ اعلیٰ تعلیم کیلئے ان ہی ممالک کی طرف جاتے رہے۔ ہر ملک چاہتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی تہذیب وثقافت اور اس کا نظریہ بھی اگلے ملک میں عام ہو، تاکہ اُس میں اس کی بنیادیں مضبوط ہوں اور نتیجتاً اس کے سارے معاشی وسائل اس کے قبضہ میں آجائیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہمارے ان طلباء کی خوب ذہن سازی کی اور ان کو اپنی تہذیب، ثقافت، اپنا عقیدہ، نظریہ اور اپنی زندگی اور سرمایہ دارانہ نظام کا عادی بنایا۔

ہماری یونیورسٹی میں آئے ہوئے ایک پروفیسر صاحب جس نے امریکہ سے پڑھا ہوا تھا۔ کہتا تھا کہ جب میں یہاں پر آیا تو آکر کہا کہ

The life is so monotonous over here!

کہ زندگی تو یہاں پر بڑی پھیکی ہے۔

یہاں کوئی American Alumni Association بنانی چاہیے ۔ یعنی

File Adress:

امریکہ سے جو روشنی حاصل کر کے آئے ہوئے ہیں، ان لوگوں کی ایک تنظیم بنانی چاہئے کہ یہاں پر کوئی cultural activities یعنی کوئی ثقافتی سرگرمیاں ہوں کہ کتنی پھیکی زندگی ہے۔ اللہ کی شان کہ اس کو ہمارے چند ساتھی ٹکرے اور تبلیغی جماعت کے چلّے پر لے گئے۔ جوں چلے سے آیا تو ساری ثقافتی سرگرمیاں دھری کی دھری رہ گئیں اور آدمی کو زندگی بدلنے کی اللہ نے توفیق دے دی۔

اس سلسلے میں مجھے یاد ہے، میں ۱۹۶۴ء میں پشاور یونیورسٹی میں آیا ہوں، تو ۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۸ء ان چار پانچ سالوں میں جو آدمی مغربی دنیا سے واپس آتے تھے، اکثر کا ایمان سلب ہو چکا ہوتا تھا اور اگر کوئی ایمان لے کر بھی آتے تھے تو وہ فسق و فجور کے اور گناہوں کے عادی ہو چکے ہوتے تھے۔

تعلیم و تربیت کے ذریعے قوموں کے اقدار، ان کی روایات، ان کی ثقافت، ان کا نظریہ، ان کا طرز زندگی، ان کا خاندانی اور معاشرتی نظام کیسے تبدیل کیا جاتا ہے، اس پر آپ کو ایک عجیب واقعہ سناؤں۔ جس وقت پیر سانگھڑ کو انگریزوں نے پھانسی پر لٹکایا ہے تو اس کے بیٹوں کو تربیت کیلئے برطانیہ بھیجا ہے۔ موجودہ پیر پگاڑا وہاں سے گریجویشن کر کے آیا ہے۔ گدی پر بیٹھتا ہے، عرس کی چادر چڑھاتا ہے، مرید آ کر اس کے ہاتھ چومتے ہیں لیکن خود اس نے اخباروں میں بیان دیے ہوئے ہیں، لوگوں کی معلومات میں ہوگا کہ کیا کروں نماز پڑھنے کی مجھے توفیق نہیں ہوتی۔ ایسا عادی بنایا اس کو اپنی طرزِ زندگی کا کہ اب اُس کے اعصاب سے نکل نہیں سکتی۔ انسان تو گوشت پوست اور ہڈی پٹھے کا نام نہیں ہے انسان تو سوچ اور فکر کا نام ہے جو اس کے قلب میں ہے۔ بقول مولانا رومؒ:

؎ آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

File Adress:

ترجمہ: آدمیت گوشت، چربی اور جلد کا نام نہیں ہے۔ آدمیت دوست (اللہ) کی رضا کے جذبے کا نام ہے۔

دوسرا واقعہ بھی سن لیں، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لکھنؤ کا دورہ ہوا تو کچھ لوگوں نے آ کر کہا کہ حضرت ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد اُس کے دو بیٹوں کو انگریزوں نے ایک اتالیق یعنی استاذ کے حوالہ کیا ہوا ہے اور وہ دہریہ ہے اور وہ دن رات اُن کو دہریہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ ان کا عقیدہ نہ رہے اور وہ ٹیپو سلطان کے بیٹوں کے نام کی شکل سے تو موجود ہوں لیکن نہ ان کے پاس توحید ہو، نہ اُن کے پاس دین ہو اور نہ اُن کے پاس جرأت اور شجاعت ہو جس پر اُن کا باپ تھا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا گیا کہ حضرت! اِن کے بارے میں کیا کریں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا جو استاذ ہے اس کے دلائل کو توڑ دیا جائے تو کام کے قابل ہی نہیں رہے گا۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمہ گیر صفات کے علاوہ زبردست قوتِ توجہ نصیب فرمائی تھی، یہاں تک کہ آدمی پر ایک بار متوجہ ہوئے ہیں اور کہا ہے کہ جا تیری ساری زندگی کے لئے کافی ہو گیا اور واقعی اس ایک توجہ سے آدمی کی سوچ فکر اور شخصیت بدل جاتی تھی۔

سیرتِ سید احمد شہید میں آتا ہے کہ نیپال کا ایک وفد آیا اور تھوڑی دیر اُن کو بٹھایا اور ان کے قلوب پر متوجہ ہوئے اور پھر ان کے جو امیر تھے اپنی پگڑی ان کے سر پر رکھی اور اپنی زبان مبارک پر انگلی لگا کر اپنا لعاب ان کی زبان پر لگا دیا اور کہا کہ جائیں بس آپ کے لئے کافی ہو گیا ان شاء اللہ۔ نیپال کے علاقے میں اب دین کا پھیلاؤ اور توحید کا کام آپ لوگوں کے حوالے ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ نیپال کے علاقے میں جو دین اس وقت موجود ہے، یہ سید صاحب کے ان مریدوں کی وجہ سے ہے جنھوں نے صرف ایک دفعہ توجہ لی تھی۔ تو اس اتالیق کے بارے میں طے ہوا کہ سید صاحب اس پر متوجہ ہوں اور اس کے باطن کی فکر کو توڑ

File Adress:

دیں بس پھر یہ کام کا نہیں رہے گا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت اِس سے پہلے ضروری یہ ہے کہ اِس کے فلسفے اور منطق کو توڑا جائے اور اِس کے لئے آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ پہلے جا کر میں مذاکرات کروں، پھر اُس کے بعد آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پہلے شاہ اسماعیل شہیدؒ گئے۔ شاہ صاحب تو واقعی عجیب آدمی گزرے ہیں۔ جیسے میدانِ جنگ میں کھڑے ہو کر تلوار اور بندوق چلانے میں اُن کو بلا کی مہارت حاصل تھی ایسے ہی کیا تفسیر، کیا حدیث، کیا فقہ، کیا فلسفہ، کیا منطق، ہر فن کے امام تھے۔ چنانچہ پہلے شاہ صاحب ملے، اُس کے بعد سید صاحب سے ملاقات کروائی گئی اور اس استاد کے اثر کو توڑا گیا۔

ایک اور واقعہ سن لیں، امام شامل رحمۃ اللہ جس وقت روس کے خلاف برسرِ پیکار تھے، تو ایک معرکے میں روسیوں نے ان کے ایک صاحبزادے کو اغوا کر لیا، اس بچے کو اعلیٰ تعلیم دی، اپنے رخ کی تربیت دی، حتی کہ فوج میں کیپٹن ہو گیا، امام شامل نے تو چالیس سال روس کے خلاف جدوجہد کی ہے۔ چیچنیا کے قبائل میں شیخ احمد نامی ایک بزرگ کی خانقاہ تھی، یہ سنوسی سلسلہ کے بزرگ تھے، انہوں نے روس کے جبر و تشدد کے خلاف جہاد شروع کیا، ان کے بعد ان کی گدی پر امام شامل بیٹھے ہیں اور روسی فوجوں کو ہلا کر رکھا ہے۔ اس جہاد کے دوران ان کا بیٹا بھی روس کی طرف سے ان کے خلاف لڑتا تھا اور کہتا تھا کہ ابا جی نے دہشت گردی اور شدت پسندی کی ترتیب چلائی ہوئی ہے۔ اگر اس دہشت گردی کو چھوڑ دیں تو ملک کتنی ترقی کرے یعنی دشمن نے اس کا ذہن ایسا بنا دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے جہاد کی ترتیب کو دہشت گردی کہتا تھا، اس کو کہتے ہیں ذہن سازی اور ذہنی تطہیر۔ اس لڑکے نے ایک بار شادی کے لیے اپنے طور پر کوشش کی، تو روسیوں نے کہا کہ نہیں! شادی تو ہم آپ کی کروائیں گے۔ کیونکہ تیرے باپ پر قابو پانے کے بعد تو یہ علاقہ ہم آپ کے حوالے کریں گے۔

جس وقت روس کے خلاف افغان جہاد شروع ہوا تو ان کے لیڈران یہاں آتے

File Adress:

رہتے تھے، مولانا فقیر محمد صاحبؒ کی جگہ پر ایک بار افغان جہاد کے لیڈروں کی دعوت تھی، مجھے حضرات نے یہ ذمہ داری دی کہ آپ پروفیسر برہان الدین ربانی کے ساتھ بیٹھیں گے اور ان کو دعوت دیں گے۔ خیر ہم کھانے پر بیٹھے تو میں نے عرض کیا کہ پروفیسر صاحب! روس نے آپ کے ملک کو اسلحہ کے زور پر فتح نہیں کیا ہے بلکہ اس نے نظریہ کی قوت سے اسے فتح کیا ہے کہ اس نے تیرے نوجوان کو اسکالرشپ دے کر اپنے ہاں اعلیٰ تعلیم کے لیے بلایا ہے اور کیمونسٹ نظریات ان کو پڑھائے ہیں، اور ان نظریات کا یقین ان کے دلوں میں اتارا ہے، جب وہ یہاں واپس آئے ہیں اور انہوں نے ان نظریات کا پرچار شروع کیا ہے، اس کے لیے پارٹیاں بنائی ہیں تو تب جا کر روس کو اندازہ ہوا ہے کہ اب زمین میرے لیے ہموار ہے، اتنے مرحلے طے کرنے کے بعد اس نے فوج اتاری ہے۔ تو برہان الدین ربانی آدمی سمجھ دار تھا، اس نے کہا کہ آپ نے حق بات کہی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اس مسئلہ کے دو حل ہیں ایک فوری اور دوسرا طویل المدتی (لمبے عرصے والا)۔ فوری حل تو یہ ہے کہ حملہ آور جارح قوت کے خلاف جہاد کیا جائے، وہ آپ ماشاء اللہ کر رہے ہیں، ہمیں بھی اس میں آپ کا تعاون کرنا چاہیے۔ جو طویل المدتی اور اصل حل ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے نوجوان کی تربیت ہو، عقیدہ ونظریہ کی تربیت، عمل کی تربیت، سوچ فکر کی تربیت، بات تب جا کر بنے گی۔

میرے بھائی! یہ خلافت عثمانیہ کو ایسے تو نہیں توڑا گیا، سب سے پہلے نوجوان کو ورغلایا گیا، اسے جدید تعلیم کے ذریعے اپنے نظریات کا زہر پلایا گیا، اسے اپنے ہاں وسائل دے کر بلایا گیا۔ جب سلطان عبدالحمید خان باہر نکلا تو اسے اندازہ ہوا کہ میرا نوجوان تو خود میرے خلاف صف آراء ہے اور میرے خلاف نظریہ لے کر کھڑا ہے۔ اس لیے پوری خلافت ان کے سامنے بے بس ہوگئی اور کچھ نہ کر سکی۔

یہ ہمارے سارے حکمران، وزیر وزراء ان کی تربیت جن سکولوں اور جن تربیتی

File Adress:

نظاموں میں ہورہی ہے وہ سارے باطل کے نظام ہیں یہ وہاں سے نکلتے ہیں، ٹیکس میرا ہوتا ہے، ملک میرا ہوتا ہے، فوج میری ہوتی ہے، وسائل اور مزدور میرا ہوتا ہے لیکن مفادات امریکہ کے پورے ہورہے ہوتے ہیں، تنخواہ میرے ٹیکس سے لیتا ہے لیکن بات اپنے آئین کی بجائے امریکہ کی کرر ہا ہوتا ہے۔ یہ نواز شریف جو ہے اس کی تربیت مدر ٹریسا کے ہاتھوں ہوئی ہے جوایک عیسائی این جی او چلانے والی عورت تھی، اس مدر ٹریسا کو عیسائیت کی خدمت پر برطانیہ کا بہت بڑا اعزاز OBE(order of the british enpire) ملا ہے۔ جو مزاج ان وزراء کو تربیت اور تعلیم کے دورانیے میں دے دیا جاتا ہے یہ ساری عمر اس کے اسیر (قیدی) ہوتے ہیں اور اسی کو بولتے اور برتتے ہیں۔ چنانچہ اخباروں اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ان وزرا کو دیکھا کہ قل ھواللہ احد تک نہیں پڑھ سکتے۔

ایمان کے شکاری اوران کے دام

تو میرے بھائی! باطل غلبہ حاصل کرنے کے لیے ایسے کام کرتا ہے اور شکار اُس کا نوجوان ہوتا ہے، ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ جب سے تشریف لائے اور انہوں نے یونیورسٹی میں کام شروع کیا تو اس کے بعد میں نے دیکھا کہ مغرب جانے والے جب واپس آئے ہیں تو کسی کا ایمان سلب نہیں ہوا اور جو حضرت کے تربیت یافتہ ساتھی گئے ہیں وہ تو اُن کی فضا میں تہلکہ مچا کر آئے ہیں اور لوگوں کو مسلمان کر کے آئے ہیں۔ وہاں پانچ پانچ سال Ph. D میں لگتے ہیں۔ وہ ممالک ہمارے ساتھیوں کو بلاتے رہے تو الحمدللہ یہ پانچ سال میں متاثر نہیں ہوئے۔ پھر انہوں نے خاص طور سے ہمارے ساتھیوں کو مزید ایک سال کیلئے بلایا جس کو پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ کہتے ہیں۔ پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اس آدمی کے بال بچے ساتھ نہیں آئیں گے۔ پہلے تو یہ بال بچے ساتھ لے کر آتے رہے ہیں اور ہمارے پیشاب سے بھی بچ کر چلے گئے اور یہاں کی ٹٹی سے بھی

File Adress:

بچ کر چلے گئے۔ پیشاب اُن کی شراب اورٹی ان کی گوں کی بھری ہوئی بے ترتیبی عورتیں۔ اس لئے ان کو پھر بلائیں۔اس میں ہمارے دوساتھی شیر حسن صاحب اور عالم خان صاحب گئے تھے۔شیر حسن صاحب تو عمر میں ہم سے بڑے ہیں اس لئے ان سے زیادہ بے تکلف بات نہیں کرتے۔ عالم خان صاحب ہم سے چھوٹا ہے تو اُس سے میں نے کہا: یا عالمہ خانہ یو کال تلے وے بال بچ نہ بغیر نو گڑ بڑ شوے نہ وے التہ؟

کہ ایک سال بال بچوں کے بغیر گئے تھے تو وہاں گڑ بڑ نہیں ہوئے؟ تمہارے جذباتِ جنسیہ برانگیختہ نہیں ہوئے؟

تو اس نے کہا: ڈاکٹر صاحب! یہ جذباتِ جنسیہ کا برانگیختہ ہونا تو سوچ کے ساتھ متعلق ہے۔

It is a hormonal orchestra, if you beat it, it sounds, if you donot beat it, it does not sound.

یہ تو غدود وعروق کا ایک طائفہ ہے،جس طرح کہ ڈھول باجے والوں کا، بینڈ والوں کا ہوتا ہے، یہ تو ایک طائفہ ہے بجائیں تو بجتا ہے نہ بجائیں تو نہیں بجتا۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت مولانا صاحبؒ کی تربیت تھی۔ ایک سال تک اپنی سوچ اس طرف آنے کو ہی نہیں دی۔ جب سوچ متاثر نہ ہوتو انسان کا باطن کا نظام متاثر ہی نہیں ہوتا ہے۔ باطن کا نظام ہی متاثر نہ ہوتو گناہ کے حالات ہی نہیں بنتے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مجھے اس سال میں کچھ نہیں ہوا۔ نہ اُن کی گوں کی بھری ہوئی عورتوں سے متاثر ہوئے اور نہ اُن کی باقی کسی چیز سے متاثر ہوئے۔

جنوبی افریقہ ہمارے کافی سفر ہوئے ہیں۔ پہلا سفر ہوا تو ساتھی پوچھ رہے تھے کہ کیا تائثر ہوا ہے۔میں نے کہا: جب میں وہاں اترا تو وہاں کے انگریز کو جو اللہ نے صحت، حسن و جمال دیا ہے خوبصورتی دی ہے، پھر بننا ٹھننا، پھر آدھا ننگا لباس پہنے ہوئے اس کی

File Adress:

عورتیں پھرتی ہیں۔ پھر ہوائی اڈے پر تو خاص کر سارا حسن و جمال جمع ہوتا ہے۔ میں نے کہا: ہم تو جب پہلے اترے تو اترتے ہی اک ہوک دل سے اٹھی، ہوک کیا تھی؟ فوراً یہ آیت سامنے آئی:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ (سورۃ الحجر ۴۳،۴۴)

ترجمہ: ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ (میں سے جانے) کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں (کہ کوئی کسی دروازے سے جائے گا کوئی کسی دروازے سے) (معارف القرآن)

آہ! ان سب سے جہنم کا وعدہ ہو چکا ہے۔ سارے حسن و جمال اور خوبصورتی کے پیچھے جہنم کی آگ کی وہ لپٹیں اور جہنم کی آگ کے وہ شعلے نظر آرہے تھے جس کی طرف یہ بڑھ رہے تھے۔

نفس کی بنیادی کمزوریاں اور ان کا علاج

تو اس پر وفیسر صاحب نے کہا: ہم ایک سالہ قیام میں ذرہ ان سے متاثر نہیں ہوئے ہیں۔ تو سوچ تو اصل میں نفس کی تربیت ہے۔ اگر یہ تربیت ہو جائے تو باطل نے جو جال اپنے نظام تعلیم و تربیت کے ذریعے ہماری نسلوں پر غالب آنے کے لیے ڈالا ہوا ہے، اس سے بچا سکتا ہے۔

انسانی نفس کی دو کمزوریاں ہیں: ایک مفاد ہے، ایک مزہ ہے، نفس مزے اور چسکے کے پیچھے چلتا ہے، باطل اس مزے اور چسکے کا سامان مہیا کر رہا ہے اور اپنے مقاصد حاصل کر رہا ہے، اگر میں اور تو نفس کی تربیت کر لیں تو دشمن کبھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ انسان کے اندر تین ادارے ہیں۔ ان کے واسطے اور ذریعے سے یہ دو چیزیں یعنی مزہ

File Adress:

ومفاد اپنی کارکردگی دکھاتی ہیں۔ انسان میں ایک جذبۂ غضب رکھا گیا ہے، ایک جذبۂ شہوت رکھا گیا ہے اور ایک جذبۂ حرص رکھا گیا ہے۔ یہ تین جذبے اس کے دو تقاضوں یعنی مفاد اور مزہ پورا ہونے کیلئے آلۂ کار ہیں۔ انسان کے اندر حرص، شہوت اور غضب وہ تین چیزیں ہیں جو ان مفادات کو بنیاد بنا کر انسان کو استعمال کرا لیتی ہیں۔

جذبۂ غضب اہم مقاصد کی حفاظت اور حصول کے لئے ہے اور جو ان مقاصد حقہ کے مقابلے میں آ رہا ہو اس کے ساتھ لڑنے بھڑنے کے لئے انسان کو ابھارتا ہے۔ انسان کو کوئی قوت اللہ تبارک وتعالیٰ نے بغیر مقصد کے نہیں دی اور نہ یہ قویٰ اس لئے دیے ہیں کہ ان کو ضائع کرے بلکہ ان کے ساتھ اس کی اہم دنیوی اور اُخروی ضروریات متعلق ہیں۔ اگر غضب اور غصہ نہ ہو تو انسان حق پر قائم ہی نہ رہ سکے، حق کے لئے کھڑا نہ ہو اور حق کو نافذ کرنے کے لئے آگے نہ بڑھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس کو غصہ نہیں آتا وہ تو گدھا ہے۔ یعنی جس میں جذبۂ غضب نہ ہو اس کی تو نفسیات ہی درست نہیں۔ ہاں! جذبۂ غضب کے استعمال کا ایک تو درست طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے انسان کے اہم مفادات کی حفاظت ہوتی ہے، اگر خدانخواستہ یہ جذبہ قابو میں نہیں ہے اور بے قابو ہو کر استعمال ہو رہا ہے تو اب یہ انسان کی کوتاہی بن گئی۔

اسی طرح جذبۂ شہوت یعنی عورت سے ملنے کا جذبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر رکھا ہے۔ اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو انسان شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ جتنے شادی شدہ یہاں بیٹھے ہیں ان کی جو گھر پر حجامت بنتی ہے اور ان کی بیویاں جو ان کو درست کرتی ہیں، وہ اگر آپ سنیں تو پتہ چلے کہ مزے تو تھوڑے ہیں اور مشکلات بہت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ شادی کیا چیز ہے، فرمایا:

النکاح لزوم مهر ثم سرور شهر ثم غموم دهر ثم

کسور ظهر ثم نزول قبر۔

یعنی مہر کا لازم ہونا اور ایک مہینے کے لئے سرور اور خوشی اور ساری عمر کے لئے غم اور تکلیفیں اور کمر کا ٹوٹ جانا اور بالآخر قبر میں اتر جانا۔

اگر اللہ تعالیٰ نے جذبۂ شہوانیہ انسان کے اندر نہ رکھا ہوتا تو شادی کے لئے کوئی تیار ہی نہ ہوتا۔ لہٰذا جو چیزیں اور جذبات اللہ نے انسان کے اندر رکھے ہیں وہ کام کے لئے رکھے ہیں۔ ان کے ساتھ مقاصد لگے ہوئے ہیں اور اہم چیزیں ان کے ساتھ متعلق ہیں۔ اس لئے ان کے استعمال کو دیکھا جائے گا کہ انسان ان جذبات کو ضائع کرتا ہے یا ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ سب سے پہلی ذمہ داری جو انسان پر آتی ہے وہ جذبۂ شہوانیہ کی آتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ۔ (آل عمران:14)

ترجمہ: لوگوں کے لیے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا ان کی عورتوں میں سے۔

تو یہ پہلی ذمہ داری بالغ ہوتے ہی جو انسان پر آتی ہے، وہ ہے شہوت کی کشش اور عورتوں کی کشش اور جو بچہ اور نوجوان اس سے کامیابی سے بچ کر نکل گیا اور پار ہو گیا، اس کے لئے آخرت کی کامیابیاں تو ہیں ہی، دنیا کی کامیابیاں اور ترقیاں بھی ساری اس کے قدموں میں گرتی ہیں۔ لیکن اس کو درست کرنے کے لئے تربیت لینی ہوتی ہے۔

پچھلے سال ہمارا برطانیہ کا سفر ہوا تھا، وہاں ان کا بینگر نام کا ایک دور دراز صوبہ ہے۔ وہاں بیان کرنے کے لئے ساتھی مجھے لے گئے، دور دراز صوبوں میں انگریز نوکری کے لئے نہیں جاتا بلکہ ایشیائی اور عربوں وغیرہ کو بھیجتا ہے، یہ بھی ایسا صوبہ تھا جہاں عرب اور پاکستانی ڈاکٹر تھے اور ان کے اوپر کنٹرول کرنے والے ایک دو انگریز تھے۔ وہاں پہنچے تو جن ڈاکٹر

File Adress:

صاحب کے ہاں ہماری دعوت تھی، وہ صوبہ سرحد کے پٹھان آدمی تھے اور غیر مقلد یعنی اہل حدیث ہو گئے تھے۔ میڈیکل کالج میں ہمارے شاگرد بھی رہ چکے تھے۔ کہنے لگے کہ جی ہمارے ہاں ایسے ہی فلسفے اور پیچیدگیاں پیدا کی ہوئی تھیں۔ ہم تو اس سیدھے سادے دین کی طرف واپس لوٹ گئے۔ ادھر ہم نے عربوں کے ساتھ ابنِ تیمیّہ کا مطالعہ کیا جبکہ ہمارے ہاں تو پیری مریدی اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ انھوں نے پیدا کیا ہوا ہے۔ ہم تو گئے ہی تصوف کی بنیاد پر تھے اور یہی دعوت بھی دینی تھی کہ انسان کی بواسطہ تصوف تربیت ہو جائے۔ جو ساتھی ہمیں لے کر گئے تھے، وہ بڑے پریشان ہوئے کہ ہم تو ڈاکٹر صاحب کو اتنا سفر کروا کر بیان کے لئے لائے ہیں، اب کیا ہوگا؟ کیونکہ اہلِ حدیث اس چیز کا رد کرتے ہیں جس کی ہم دعوت دیتے ہیں اور اسے فلسفہ اور پیچیدگیاں اور غیر ضروری باریکیاں کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا: آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ان شاء اللہ ان کے لئے ایک جملے میں شکست ہے۔ اس میں بھی ہمارا کمال نہیں ہے، بلکہ کمال ان بزرگوں کا ہے جن کے جوتوں کی خاک اور گرد ہمارے سر پر آئی اور ان کی تعلیمات اگر عمل کے طور پر نہ ہوں تو کم از کم یادداشت کے طور پر ہمارے پاس ہیں۔ خیر! بیان شروع ہوا۔ میں نے بیان میں کہا کہ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ۔ تزکیہ پر میں نے بیان کیا۔ انسان کے باطن کا سنورنا، باطن کی پاکی، باطن کی گندگی وغیرہ کو بیان کیا۔ اس میں میں نے ایک جملہ بولا کہ پڑھنا یاد کرنا تقریر کرنا وغیرہ ساری چیزیں تو ہیں لیکن تزکیہ کسے کہتے ہیں؟ جس وقت تیرا نفس جذباتِ شہوانیہ سے بڑھک اٹھے اس وقت اس کو روکنا اور کنٹرول کرنا۔ یہ تزکیہ ہے۔ تزکیہ کے رخ کے اور بھی موضوعات زیرِ بحث آئے۔ بیان ختم ہوا اور میں دعا مانگ کر جب علیحدہ ہوا تو ان کی تنظیم کا صدر آگے بڑھا اور بولا کہ آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ علیحدگی میں اس نے پوچھا کہ یہ جو آپ نے کہا کہ جذباتِ شہوانیہ جو بڑھک جاتے ہیں ان کو ٹھیک کیا جاتا ہے تو یہ کیسے ٹھیک

File Adress:

ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ایک گھنٹے یا ایک دن میں تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس کے لئے تو نظامِ تربیت ہے، اس سے گزرنا ہوتا ہے، میں نے کہا کہ یہ محض subjective discussion یعنی صرف نظریاتی بحث تھی۔ اس کو سیکھنے کے لئے تو ایک عرصۂ دراز کی ضرورت ہے۔

بندہ کے شاگرد ڈاکٹر صاحبان جو اہلِ حدیث ہو چکے تھے، ایک بات ان سے بندہ نے کہی کہ حدیث کے ظاہری معنیٰ پر فیصلہ اور ہر فیصلہ ہر شخص کا خود کرنا، اس طرح تو یہ سارے فقیہ بن جائیں گے۔ عام معمولی دیہاتی آدمی بھی فقیہ بن جائے گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور ہل رہے تھے۔ ہل ہل کر پڑھا رہے تھے، کسی نے پوچھا کہ تم نماز میں ہلتے کیوں ہو؟ نماز میں تو سکون ہے۔ قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِين قرآنِ پاک میں آیا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم نے حدیث پڑھی ہے۔ پوچھا: کون سی حدیث؟ اس بیچارے کو عربی بھی نہیں آتی تھی، اردو کی کتاب میں حدیث کا ترجمہ بتایا کہ اس میں لکھا ہے: نما کہ امام جب نماز پڑھائے تو اسے نماز ہلکی پڑھنی چاہیے۔ ہلکی کو ''ہل کے'' سمجھا یعنی جھوم جھوم کے نماز کا لطف اٹھانا چاہیے، حالانکہ لکھا تھا کہ ہلکی پڑھنی چاہئے۔ یعنی نماز بہت لمبی نہیں پڑھنی چاہئے بلکہ ہلکی یعنی مختصر پڑھنی چاہئے تاکہ جماعت میں شامل لوگوں کے لئے مشکل نہ بن جائے۔

تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں کسی کے نظریات سے تعرض (ٹکراؤ) نہیں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج پر گئے تو تبلیغ والے حضرات نے کہا کہ حضرت! اگر آپ یہاں پر رفع یدین کریں اور آمین بالجہر شروع کر دیں تو عرب بہت متوجہ ہو جائیں گے اور تبلیغ میں لگیں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ بھائی میں تو ان کو اپنے فقہ کی دعوت دینے کے لئے نہیں آیا۔ میں تو توحید، رسالت، آخرت، اعمالِ صالحہ اور اصلاحِ نفس و اصلاحِ باطن کی دعوت دینے آیا ہوں۔ عرب جب ہمارے ہاں تبلیغ

File Adress:

کے سلسلے میں بستی نظام الدین ہندوستان کے مرکز آئے تو انھوں نے کچھ دن چلنے کے بعد کہا کہ ہم آمین بالجہر اور رفع یدین چھوڑ نا چاہتے ہیں۔ ہمارے حضرات نے فرمایا کہ یہ بالکل نہیں چھوڑو گے۔ کیونکہ ہم نے آپ کو اپنے فقہ کی دعوت دے کر نہیں بلایا۔ علماء اس بات کو جانتے ہیں کہ مسلک کی دعوت دینا تبلیغ ہے ہی نہیں۔ یہ کہنا کہ سارے حنفی ہو جاؤ یہ تبلیغ نہیں ہے۔ تبلیغ تو توحید، رسالت، آخرت، اخلاق، تزکیہ، اصلاح اور ان کے فضائل کی دعوت دینا ہے۔ فقہی اختلافات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئے ہیں اور آپ نے ان پر نکیر نہیں فرمائی، رد نہیں فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے یہ غلط ہے۔ ایسا کرو ایسا نہ کرو۔ اس کی شریعت نے پوری گنجائش چھوڑی ہے۔ تو میں نے کہا: آپ تعرض نہ کریں، آپ اپنی دعوت دیں۔ دین صرف نماز پڑھ لینا یا آمین بالجہر کر لینا یا رفع یدین کر لینا نہیں ہے۔ دین کا تو اہم کام تیرے باطن کے ساتھ ہے کہ تیرے اندر کیا بنا۔ تیرے اندر کیا ہے۔ جب باطن کی اصلاح نہیں ہوتی ہے تو ظاہری اعمال ادا تو ہو جاتے ہیں مقبول نہیں ہوتے۔ عمل کا ادا ہو جانا اور بات ہے اور اس کا قبول ہو جانا اور بات ہے۔ ظاہرِ دین ادا تو ہو گیا مقبول نہیں ہوا۔ کیونکہ باطن درست نہیں ہوا۔

تو تربیت کے رخ کی سب سے پہلی بات جو عرض کی وہ یہ ہے کہ جذباتِ شہوانیہ قابو میں آئیں۔ ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوجوانوں کے آگے ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک ریگمال پر خون گرا ہوا تھا۔ (ایک گتے پر شیشے کے باریک ٹکڑے جو سختی سے چپکائے ہوتے ہیں اسے ریگمال کہتے ہیں۔) ایک بلی آئی، اس نے خون کے اس قطرے کو چاٹا تو بڑا مزا آیا۔ قطرہ تو ایک ہی تھا، صاف ہو گیا، پر بلی کو بڑا مزا آیا۔ اس نے مزید زبان رگڑی، تو اس کا اپنا خون نکلا، اس کو چاٹا اور مزا آیا۔ پھر رگڑا پھر چاٹا۔ مزے میں اس کو چاٹتی گئی یہاں تک کہ خون تو زبان سے نکل نکل کر پیٹ میں چلا

File Adress:

گیا لیکن بلی خود مر گئی۔ چاٹنے کے مزے میں اپنا ہی خون ضائع کر دیا۔ مولانا صاحب نوجوانوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جذباتِ شہوانیہ سے اپنے ہی خون کو ضائع کر لیتے ہو، عارضی مزہ پانے کے لیے اور پھر کسی کام کے نہیں رہتے۔

ایک ۸۰ سال عمر کے بزرگ عالم تھے، ان کے طلباء چھلانگیں لگا رہے تھے، حضرت نے ان سے بڑھ کر چھلانگ لگائی۔ طلباء بڑے حیران ہوئے تو انھوں نے فرمایا: بچو! نوجوانی میں اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے، اس لئے ہڈی پٹھے ابھی بھی مضبوط ہیں۔ اُس وقت اپنی حفاظت کی، اگر نہ کی ہوتی تو اب کسی کام کا نہ ہوتا۔ تو یہ نفس کا مزہ اور چسکا ہے جس کے پیچھے آدمی جاتا ہے اور تقویٰ والی زندگی کی طرف آتے ہوئے اس کا نفس گھبراتا ہے کیونکہ مزہ رہ جائے گا۔ بعض اوقات دو تین بار مجلسوں میں ساتھی آتے ہیں کچھ عرصے کے بعد آنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے ساتھی بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ فلاں بہت آ رہا تھا اب نہیں آ رہا۔ میں کہتا ہوں: آپ فکر نہ کریں، یہ نہیں آئے گا۔ پوچھتے ہیں: کیوں؟ میں کہتا ہوں کہ اس کے باطن نے زندگی کے بدلنے کا مطالبہ کیا ہے اور یہ اس مطالبے پر "ہاں" نہیں کہہ رہا۔ اب ہاتفِ غیبی، القائے رحمانی اور فرشتے کی آواز اس کے باطن میں اٹھ رہی ہے اور اس کو زندگی بدلنے کی دعوت دے رہی ہے۔ کیونکہ اس نے ایک ماحول کو اختیار کیا ہے، پر اب اس کو لے نہیں رہا ہے۔ اس کو رد کرنا چاہتا ہے، اس لئے مجلس میں نہیں آ رہا۔ نوجوانوں کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ اس ماحول سے نکل کر پھر جب گناہوں کے چسکے والے ماحول میں جاتا ہے تو پھر آنے سے گھبراتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی مجلس کا ماحول تو اس مزے اور چسکے کو پھر چھڑا دے گا۔ میرے بھائی! یہ گندگی اور یہ گوں کھانا اس سے تو چند دن تک آدمی کو نکلتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن جس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو تقویٰ والی اور اپنے تعلق والی زندگی نصیب فرماتا ہے تو اس میں اتنی حلاوت، مٹھاس اور اتنا لطف

File Adress:

ہے کہ اس کے سامنے دنیا کے سارے مزے گرد ہیں۔ یہ جذبۂ شہوانیہ کا مزہ جھاڑ جھنکار کی طرح ہے۔ جس طرح کہ کھیت میں باغ اور فصل نہ اُگائیں تو اس میں جھاڑیاں کانٹے اُگ آتے ہیں، جبکہ یہ تقویٰ والی زندگی تو کیلے کا پھل ہے، آم کا درخت ہے، اس کو کاشت کرنا ہوتا ہے، اس کی حفاظت کرنی ہوتی ہے، اس کو سنبھالنا ہوتا ہے۔ جس وقت اس پر آم لگتے ہیں اور ایک ایک درخت جب پانچ پانچ ہزار کے آم دینے لگتا ہے تو اس کی شاخ کے کوئی قریب بھی جائے تو زمیندار مرنے مارنے پر اتر آتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی متاع ہے، دولت ہے، سرمایہ ہے جس کے بارے میں اس کو پتا ہے کہ اس کے کتنے مفاد اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ تو میرے بھائی! تقویٰ والی زندگی کی اپنی حلاوت اور مٹھاس ہے اور دنیوی اور اخروی مفادات ہیں۔ تقویٰ والے ماحول اور صحبت میں ان کی آگاہی ہو جاتی ہے۔ مشق کر کے اس کو حاصل کرنا ہوتا ہے اور جو محنت کر کے ان مفادات کو حاصل کر لے اور ان کے فوائد کے مزے لوٹنا شروع کر دے تو پھر آپ اس پر حملہ کر کے بھی اُس سے نہیں چھین سکتے۔ ابھی تو تھوڑی سی چٹکی بجائی اور جوانوں کو نچا دیا اور فسق و فجور میں مبتلا کر کے تباہی کی طرف دھکیل دیا۔ اتنا جلدی یہ نفس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔

برطانیہ میں ہمارے سلسلے والے ڈاکٹر صاحبان میں سے ایک نے بتایا کہ اس سال برطانیہ نے نرسیں فلیپائن (Phillipines) سے منگوائی ہیں۔ پوچھا: وہ کیوں؟ ان کی اپنی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جس عمر میں نرسنگ (nursing) کا پیشہ سیکھتے ہیں، اس عمر میں ان کی لڑکیاں بدکاری کے پیچھے پڑی ہوتی ہیں تو سیکھ ہی نہیں سکتی ہیں۔ ان کے پاس آدمی ہی نہیں ہیں تو اس لئے فلیپائن سے منگوائیں۔ تو کام کی چیز تو وہ آدمی سیکھتا ہے جو جذباتِ شہوانیہ کو قابو میں لاتا ہے۔ اس آدمی کا مستقبل بنتا ہے۔ اس کی آخرت بھی بنتی ہے اور دنیا بھی بنتی ہے۔ ورنہ کلہاڑا لے کر اپنے پیروں پر مار کر اپنے آپ کو تباہ و برباد کرنے کا

File Adress:

بندوبست کیا ہوا ہوتا ہے۔مغرب نے یہ سارے آلات لہوولعب اور یہ کھیل تماشے مفت میں تو تجھے نہیں دیے، یہ تو میں نے اورتو نے اپنی نسلوں کی تباہی کی قیمت پر لے رکھے ہیں، جونو جوان ان گندگیوں میں پڑ جائے، وہ کامیاب سائنسدان بنے، ڈاکٹر بنے، انجینئر بنے، یہ بات کہاں اور کیسے ہوگی، اس نے تو اپنی بہترین عمر اور صلاحیت نفس کے مزوں اور چسکوں کے حوالے کردی، جب کہ یہ باتیں تو سخت محنت ومشقت اور یکسوئی چاہتی ہیں۔

جب انسان اپنی باطنی تربیت پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کے قلب میں نیک خیالات، نظریات، عقائد، سوچیں اندر داخل ہوتی ہیں اور قرار پکڑتی ہیں، اس کے بعد جڑ پکڑتی ہیں پھر پھلتی پھولتی ہیں اور جب وہ باطن میں حاصل ہوجائیں تو اسے نسبت کہتے ہیں۔

ے الف اللہ چمبے دی بوٹی، مرشد من وچ پائی ہو
مرشد باہو ہردم جیوے، اے بوٹی جس لائی ہو
اندر بوٹی خوشبو مچائی، جان کھلن پر آئی ہو
واہ مرشد تنے دے باہو، اے بوٹی جس لائی ہو (دیوانِ سلطان باہو)

(ترجمہ) الف تو اللہ کا نام ہے اور یہ نام تو چنپا پھول کا پودا ہے۔ یہ پودا مرشد نے میرے دل میں کاشت کر دیا۔ مرشد باہو ہمیشہ زندہ رہے جس نے یہ پودا کاشت کیا۔ جب یہ پھول کھلنے پہ آیا تو اس نے اندر خوشبوؤں کی بکھیر کی۔ واہ واہ! تمہاری شان اے مرشد باہو جس نے یہ پودا کاشت کیا۔

ے کاشتی تخمِ محبت در دلِ من کاشتی
آخرش دادی مرُا چیزے کہ تو خود داشتی

کاشت کرلیا محبت کا بیج تو نے میرے دل میں۔ آخر جو چیز تیرے دل میں تھی وہ میرے دل میں بھی ڈال دی۔

ہم اور آپ صبح سے شام تک جن جگہوں، ماحولوں سے گزرتے ہیں، جن جگہوں پر استعمال ہوتے ہیں، جو دیکھتے سنتے ہیں، جو بولتے ہیں اس سے ہمارے باطن پر عکس آتا رہتا ہے اور وہ عکس آتے آتے پکا ہو جاتا ہے۔ جب پکا ہو جائے تو اس کے بعد پھر شخصیت اسی رنگ میں رنگ جاتی ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (البقرۃ:7)

اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے مہر اور اللہ کا مہر لگانا تو اس پہلی محنت کا آخری نتیجہ ہوتا ہے جس سے انسان گزر کر وہاں پہنچتا ہے۔ جس طرح کوئی آدمی روئی کے گالے کو پٹرول میں ڈبو دے اور اس کے پاس جلتی ہوئی دیا سلائی لے آئے تو وہ آگ پکڑ لیتا ہے کیونکہ آگ پکڑنے کے سارے اسباب آپ نے مہیّا کر دئے ہیں۔ اب آپ چاہیں کہ یہ آگ نہ پکڑے تو آگ پکڑنا تو نافذ ہوگا کیونکہ جو اسباب اس کے نافذ ہونے کے لئے پیدا کرنے تھے وہ آپ نے پیدا کر دیے۔ تو جس طرح تو نے خود کو استعمال کیا، سننا، دیکھنا، بولنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، آنا جانا اس استعمال سے تیرے اندر ایک حال پکا ہو گیا۔ اب وہ حال جب اس درجہ راسخ اور مضبوط ہو گیا کہ اس کے ٹوٹنے اور زائل ہونے کے حالات نہ رہے تو اسے کہتے ہیں: مہر لگنا۔ اب نہ حق بات باہر سے اندر جا سکتی ہے اور نہ اندر کا باطل باہر آ سکتا ہے۔

یونیورسٹی میں ہماری اصلاحی مجلس ہوتی ہے، اس میں اصلاحِ نفس پر بحث ہوتی ہے۔ اس میں ایک لڑکا آتا تھا، ساتویں آٹھویں جماعت میں پڑھنے والا لڑکا تھا اور درس میں بیٹھتا تھا۔ اُس نے اِس بات کو سیکھ لیا کہ انسان کے باطن کے اندر اٹھنے والے جذبات

File Adress:

کی اصلاح ہوتی ہے اوراس کا ایک خاص طریقہ ہے۔اس کی کلاس کے ایک لڑکے نے اس سے کہا کہ مجھ پر سخت جذباتِ شہوانیہ طاری ہو گئے ہیں اور میں بدکاری کے لئے تیار ہو گیا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ کہا کہ میرے گاؤں لکی مروت سے ایک دوست نے ٹیلیفون پر بتایا کہ میں نے یہ یہ کچھ کیا۔اس نے جو اپنی کارروائی بولی تو ان باتوں کو سننے سے مجھ پر یہ جذبات طاری ہو گئے اور اب میرا بدکاری کرنے کو دل چاہتا ہے۔تو اِس لڑکے نے اُس سے کہا کہ تجھے تو پتہ ہی نہیں، ان باتوں کی تو اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔آؤ! میں تمہیں ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جاتا ہوں۔ میں بیٹھا تھا کہ دو خریڑے یعنی بالشت بھر کے دو نوعمر لڑکے آ کر بیٹھے۔ایک لڑکا کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب یہ جو لڑکا میرے ساتھ آیا ہے اسے کچھ تکلیف ہے آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اور خود اٹھ کر چلا گیا۔اُس لڑکے نے بات بتائی کہ میرا یہ حال ہو گیا ہے جس کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے کہا۔’’برخوردار! اللہ آپ کو اس کی جزا دے کہ اس نے اتنی اچھی بات آپ کو سمجھائی اور آپ بروقت آئے اور واقعی یہ کچھ مشکل بات نہیں ہے ٹھیک ہو جائے گی آپ غم نہ کریں۔ پہلے تو آپ سیدھا جا کے اس لڑکے کو ٹیلیفون کریں جس نے آپ سے یہ باتیں کی ہیں اور اسے خوب گالیاں دیں‘‘۔

کله کله سوټه هم فصل ته فائده کئی۔هغه غل غوشان چه پکے آچئی۔

غلاظت گندگی وغیرہ جو فصل میں ڈالتے ہیں اس سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔

تو میں نے کہا کہ اس کو خوب گالیاں دو۔ چلو اتنی احتیاط ہم کر لیتے ہیں کہ مغلظ گالیاں نہ دو باقی ’دہ خر بچیہ‘ (گدھے کے بچے) وغیرہ قسم کی ساری گالیاں اس کو دو اور پھر مجھے بتانا۔اس کے بعد جب وہ آیا تو اس نے بتایا کہ جو جذبات مجھ پر طاری تھے وہ زائل ہو گئے۔ میں نے کہا کہ وہ تو تجھے اس کے قول کا فیض ہوا تھا جو دراصل تیرے باطن کو

File Adress:

چنگاری (spark) دے گیا تھا۔ تو نے جب اس پر ردِ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زائل کر دیا۔ یہ بچہ درس میں بیٹھنے لگا، سلسلے میں بیعت ہوا اور اس کا پورا خاندان سلسلے کی طرف متوجہ ہوا اور خود اس کو اللہ تعالیٰ نے شرعی زندگی نصیب کی۔

مولوی امین صاحب جو ہمارے صوابی والے مدرسے کا مہتمم ہے وہ آیا اور رویا۔ میں نے کہا: کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا کہ تعلیم تو میں دے رہا ہوں مگر تربیت کا بندوبست نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب تربیت تو تعلیم کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اِس وقت جتنا ہوسکتا ہے، کرو۔ کیونکہ یہ ایک اہم مرحلہ ہے۔ طالبِ علم کو الفاظِ علم اور ان کا معنیٰ متعین کر کے دینا ہے۔ وہ اس کو آجائے۔ تربیت اتنی آسان چیز نہیں ہے۔ وہ پھر تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ ابھی جتنی کوشش آپ سے ہوسکتی ہے کرلیں۔ الفاظ معانی کے بعد تربیت تیسرا مرحلہ ہے، وہ تو بعد میں ہوگا۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم اور آپ تو اپنے بارے میں، گھر کے بارے میں، اپنی اولاد کے بارے میں اور اسلامی معاشرے کے بارے میں کوئی فکر ہی نہیں کر رہے کہ اس کی تربیت ہو، زندگی سدھرے، اندر تزکیہ اور تقویٰ آئے اور اس کا حال بدلے۔ جب کہ باطل نے تعلیم و تربیت کا پورا نظام نافذ کیا ہوا ہے، وہ ہماری نسلوں کو گندگی کھانے کی ترتیب پر چلا رہا ہے اور اس کے نتیجے میں اپنی سوچ اور فکر اسے دے رہا ہے۔

حضرت تھانوی صاحبؒ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی میں قَدْ ہوگیا برائے تحقیق۔ اَفْلَحَ ہوگیا فعل۔ مَنْ ہوگیا موصول اور تَزَکّٰی ہوگیا صلہ۔ تو یہ صلہ ہے یہ موصول ہے، یہ جار ہے یہ مجرور ہے، یہ فاعل ہے یہ مفعول ہے، یہ جو سیکھ لیا اس نے، تو اس نے سمجھ لیا کہ اس آیت کا جو تقاضا کہ اس کا معنی اور مفہوم پوری گرامر کی ترتیب کے ساتھ مجھے آجائے وہ مجھے آگیا لہٰذا بات مکمل ہوگئی۔ لیکن میرے برخوردار! 'تزکی' کا

File Adress:

مفہوم تو صلہ موصول اور جار مجرور والی بحث سے مکمل نہیں ہوا۔ وہ تو باطن کا ایک حال اور کیفیت ہوتی ہے، باطن میں حاصل کرنے کی ایک چیز بیان ہوئی ہے۔ وہ تو اس ساری بحث کے بعد آدمی پوچھتا ہے کہ تزکیٰ کیا چیز ہے؟ پھر اس کو مشائخ تزکیہ کی محنت مشقت اور مجاہدے میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس رگڑا رگڑی، کھینچا تانی اور کشتی دھینگا مشتی کے بعد، جب آدمی نفس کو قابو کرنے کے لئے یہ سارے پاپڑ بیلتا ہے تو اس کے باطن میں عکس کی شکل میں آئے ہوئے تزکیہ اور تقویٰ قرار پکڑتے ہیں۔ تب انعکاسی چیز اتحادی بنتی ہے اور اس کے اندر قرار پکڑتی ہے اور اس کے بعد اس کے سارے بدن کے اعمال میں استعمال ہونے کو متاثر کرتی ہے۔

تین صحابہؓ کو کافروں نے گرفتار کرلیا اور اپنے سردار کو بتایا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کے صحابہؓ ہیں اور صحابہؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کو اپنی بات سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ صحابیت کی شان ہے کہ اپنے مؤقف پر ڈٹنا جو صحابی کو حاصل ہے وہ غیر صحابی کو نہیں حاصل۔ انھوں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ ان کو اپنے مؤقف سے نہیں ہٹایا جا سکتا، مفاد اور مزہ دو ایسے ہتھیار ہیں کہ کسی پر استعمال کریں تو کیسے قابو میں نہیں آتا۔ وہ انہیں ترغیبیں دیتے رہے، دیتے رہے، پر نہ ہوا۔ آخر انھوں نے تیل ابالا اور دو ساتھیوں کو اس میں گرایا اور وہ شہادت کے مقام پر سرفراز ہوئے اور ایک ہی آدمی رہ گیا۔ اس کے بارے میں وزیر نے سوچا کہ یہ بڑا خوبصورت اور قابل نوجوان ہے اس کو تو قابو میں آنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ اسے آگ میں نہ پھینکیں۔ اس کو ہم ٹھیک کردیں گے۔ آپ اسے ہمارے حوالے کردیں۔ تو اس نوجوان صحابی کو اس وزیر کے حوالے کردیا گیا۔ وزیر نے اسے اپنی نوجوان لڑکی کے حوالے کیا اور کہا کہ جو کچھ بھی تجھ سے ہوسکے کرلے۔ بس اس آدمی کو تم نے متاثر کرنا ہے۔ اس لڑکی نے ہر طرح کی کوشش کی۔ اکٹھے ایک جگہ رہتے ہوئے کافی دن گزر گئے۔ مگر وہ

File Adress:

لڑکی کسی طرح بھی اسے متاثر نہ کرسکی کیونکہ وہ مزے یا مفاد کے راستے سے ہی صحابی کو متاثر کرسکتی تھی جبکہ توحید پکی تب ہوتی ہے جب مزہ اور مفاد ذاتِ ذوالجلال کے تعلق پر قربان ہو جائیں اور صحابی تو ایمان کے اس اعلی پیمانے والی شخصیت ہوتی تھی کہ اس نے مفاد اور مزے کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر قربان کیا ہوا ہوتا تھا۔ تو جس چیز کو قربان کیا ہوا ہے پھر اس کی طرف کیسے آئے گا۔

بالآخر لڑکی اس کو متاثر کرنے کی بجائے خود اس سے متاثر ہوگئی۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! تو تو میرے قابو میں نہ آیا لیکن میں تجھ سے متاثر ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تو میرا ہو جائے۔ اب تو جو بھی کہے گا، میں وہ ماننے کو تیار ہوں۔ صحابیؓ نے اس کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا: میں تیار ہوں۔ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ دو گھوڑے ہمیں دیئے جائیں تاکہ میں اسے سیر کراؤں، گھماؤں پھراؤں، کیونکہ یہ اس گھٹن والے ماحول میں متاثر نہیں ہو رہا۔ تو دونوں وہاں سے نکلے، گھوڑوں پر سوار ہوئے اور چلے آئے۔ کہیں صحرا میں ان کی رات آئی۔ رات کو اس کے دونوں شہداء صحابہؓ جنھیں کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر شہید کیا گیا تھا، حالتِ بیداری میں زندہ سلامت صورت کے ساتھ آئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم بہت خوش ہوئے۔ ان سے پوچھا: آپ کیسے آئے؟ انھوں نے کہا: ''ہم آپ کے نکاح کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے آئے ہیں۔''

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سید احمد شہیدؒ کے شہداء کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔ ان کے لشکر میں ہندوستان کے ایک بزرگ عالم کے دو بیٹے آئے ہوئے تھے۔ وہ شہید ہو گئے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں تہجد میں اُٹھا تو مکان کے باہر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی اور کسی نے کہا: شہدائے بالاکوٹ آپ کی ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ دروازہ کھولا تو دونوں بیٹے زخموں پر پٹیاں باندھے ہوئے داخل ہوگئے، وہ بیٹھے، والد صاحب سے

File Adress:

باتیں کیں، پھر چلے گئے۔ صبح دیکھا تو اس جگہ خون بھی لگا ہوا تھا جس جگہ وہ بیٹھے تھے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ:۱۵۴)

اور تم مردہ نہ کہو ان کو جو مارے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

اور دوسری آیت میں فرمایا:

بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (اٰل عمران:۱۶۹)

بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے روزی دیئے جاتے ہیں۔

سبحان اللہ! تو اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا ضبط نصیب فرماتا ہے اور سچ بات ہے کہ دشمن کو پچھاڑ لینا (گرانا) اور بھینسے کو پچھاڑ لینا اس میں اتنا لطف نہیں ہے جتنا نفس کو پچھاڑنے میں ہے۔ جب خواہشِ نفس انسان کے قابو میں آتی ہے تو پھر انسان کو زندگی کا لطف آتا ہے۔ زندگی کا لطف اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن سے اس کو اپنے نفس پر غلبہ ملتا ہے اور وہ اس پر قابو پاتا ہے۔ مگر ہم اور آپ نے اپنے آپ کو فضول ماحولوں میں جا کر، بے فائدہ کاموں میں لگ کر، فضول تمناؤں اور خواہشات میں پڑ کر ضائع کیا ہوا ہے۔ نہ اپنے بارے میں، نہ اپنی اولاد کے بارے میں، نہ امتِ مسلمہ کے بارے میں اور نہ ہی گرد و پیش کے بارے میں کوئی فکر ہے۔ تربیت کرانا تربیت لینا اس کا تو کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے۔

اہلِ مدارس کے لیے نظامِ تربیت کی ضرورت

حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منوّرہ سے اہلِ مدارس کو خطوط لکھے اور درخواست کی کہ اس وقت کے فتنوں کا سدباب (دروازوں کا بند ہونا) بغیر ذکر کے

File Adress:

حلقوں اور تربیت کے نظام کے ممکن نہیں۔ اس خط کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کراچی میں اپنے مدارس میں اصلاحی مجالس کا اہتمام شروع کیا اور اساتذہ وطلبہ بیعت ہوکر باطنی تربیت میں مشغول ہوئے۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادوں حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کو حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرایا اور ان کی تربیت کروائی تب جا کے اتنی بڑی سطح پر مؤثر کام کے حالات بنے کیونکہ آدمی مفتی تو ہوتا ہے اور شیخ الحدیث تو ہوتا ہے لیکن اس علم (تربیت باطنی) کے بعد قلب کے اندر ذاتِ ذوالجلال کا تعلق قرار پکڑتا ہے اور نفس کی خباثتیں اور گندگیاں ٹوٹتی ہیں جس کو فنا کہتے ہیں اور اس کے اندر نیک خصائل اور نیک صفات آکر جڑ پکڑتی ہیں جس کو کہ بقا کہتے ہیں یہ تو محض کتاب پڑھنے اور پڑھانے سے حاصل نہیں ہوتیں۔ واقعی ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ تو شیخ الحدیث گزرے نہ مفتی گزرے لیکن نسبتِ باطنیہ کے ماہرین کہتے ہیں کہ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کا قدم اگر آگے نہیں تھا تو کسی صورت پیچھے بھی نہیں تھا۔

ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ کی خواب میں زیارت اور سلسلہ کو فیض

میں نے پشاور یونیورسٹی میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور نکلنے لگا تو ایک طالبِ علم آیا۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس میں مجھے زیارت ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک ہفتے کے اندر میرے بیٹے کی وفات ہو جائے گی۔ میں نے کہا: برخوردار! اس میں تو یہ اشارہ ہے کہ ایک بہت اونچے درجے کے عالم وفات پانے والے ہیں۔ اس کے بعد کا جمعہ آیا تو ہمارے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ جو پشاور کے باہر لنڈی ارباب گاؤں میں ہے وہاں میں گیا تو

File Adress:

ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالحئ صاحب کی وفات ہوگئی۔ میں نے کہا کہ سبحان اللہ! ہمارے ایک عام طالبِ علم کو ایک ہفتہ پہلے ہی اس کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوگئی تھی۔

جو بھی بزرگ وفات پاتے رہے ہیں ان کو میں خواب میں دیکھتا رہا ہوں۔ مولانا غلامُ اللہ خان صاحبؒ اشاعتیوں کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور مسلک دیوبند پر آ گئے تھے۔ اُن کی وفات کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا سفید کپڑوں میں ملبوس۔ مفتی محمود صاحبؒ کو خواب میں دیکھا سفید کپڑوں میں ملبوس اور زندہ بھی ہیں۔ کسی آدمی کو دیکھا کہ ان کی ایڑی پکڑنا چاہتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ذہن میں آئی کہ سیاست اس آدمی کو مل جائے گی لیکن نری سیاست ہوگی۔

ڈاکٹر عبدالحئ صاحب کی وفات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ پشاور یونیورسٹی ہے اور اس میں ایک ایسا جلوس آ رہا ہے جس طرح کسی مملکت کا کوئی بہت بڑا شہنشاہ آ رہا ہو۔ گاڑیاں آگے پیچھے چل رہی ہیں اور جلوس میں جس طرح کمانڈوز کی موٹر سائیکلیں ہوتی ہیں موٹریں ہوتی ہیں۔ قسم ہا قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، ان کے محافظ ہوتے ہیں، گارڈ ہوتے ہیں۔ ایک شور وغوغا ہے۔ میں نے کہا: یا اللہ! یہ تو کوئی بہت ہی بڑا آدمی آ رہا ہے تو پیچھے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالحئ صاحب سفید کپڑوں میں آ رہے ہیں اور ہماری مدینہ مسجد جس میں ہمارے سلسلے کے سارے کام ہوتے ہیں اس کے پیچھے سارا جلوس ٹھہر گیا اور کارروائی شروع ہوگئی۔ لہٰذا مجھے اس بات کا اندازہ ہوا کہ ایک تو اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ ڈاکٹر صاحب اللہ کے بہت مقبول بندے دنیا سے اٹھ گئے اور دوسرا یہ کہ ہمارے سلسلے میں ان کا فیضان آئے گا۔ سوچا کیسے آئے گا؟ ان کی کتاب اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی، بہت ہی پسند آئی تو اسے ہم نے سلسلہ کے اصلاحی نصاب میں شامل کیا۔ ہمارے تین

درجوں کے اصلاحی نصاب میں درجہ دوم میں ہے۔ پھر 'بصائر حکیم الامت' جو پڑھی تو سبحان اللہ۔ یہ کتاب تو تصوف کی ایسی مہم (importent) بحث ہے جو پرانے بزرگوں کی گویا یادگار ہے۔

نفس کی تربیت رگڑا رگڑی سے ہوتی ہے

تربیت تو میرے بھائی اپنے نفس سے کشتی، کشتی کیا بلکہ دھینگا مشتی ہے اور رگڑا رگڑی ہے اور پیہم کوشش ہے۔ پھر تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہٗ نے ہی ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کی سوانح لکھی ہے جو کہ قریباً ۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

؎ تو خاک میں مل تو آگ میں جل، جب اینٹ بنے تب کام چلے
ان کچی پکی بنیادوں پر تعمیر نہ کر تعمیر نہ کر

ایک دفعہ ایک نقشبندی بزرگ کے ہاں ہماری حاضری ہوئی۔ وہ بیان فرما رہے تھے۔ انھوں نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ قصور میں ایک بزرگ دفن ہیں بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا آخری حال مجذوبیت کا ہوا ہے۔ لہٰذا ان کے کلام میں بعض شطحیات ہیں۔ شطحیات اُن باتوں کو کہتے ہیں جو صوفی کی زبان سے مستی کے حال میں نکل جاتی ہیں اور وہ قرآن وحدیث کے ترازو پر ڈالی جائیں تو ٹھیک نہیں ہوتیں۔ چونکہ ان کے منہ سے ہوش و حواس کے مغلوب ہونے کے وقت نکلی ہیں اس لئے وہ مجرم نہیں ہیں لیکن صحیح ہوش وحواس والے وہ باتیں کہیں گے تو معصیت اور گناہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہہ دیا کہ اگر ان کے کلام کو پڑھنے کا موقع آ گیا تو گڑبڑ نہ ہو جاؤ۔

اُن نقشبندیہ بزرگ نے کہا کہ بابا بلھے شاہؒ کا ایک مرید ملاقات کے لئے گیا۔ گھر میں پانی نہیں تھا۔ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ خود پانی کا گھڑا بھر کر کندھے پر اُٹھائے تشریف لا رہے ہیں۔ اللہ والے بے تکلف ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک اپنی حیثیت جس کو آپ

File Adress:

status کہتے ہیں، کا کوئی خبط نہیں ہوتا۔ کہ میں بڑا آدمی ہوں، میرے کپڑے ایسے ہونے چاہئیں، میرا چلنا ایسا ہونا چاہیئے، میری سواری ایسی ہو، مکان ایسا ہو، ایسے نہیں ہوتے۔ status conscious نہیں ہوتے، بے تکلف ہوتے ہیں۔ ان کو کسی کام کے کرنے سے جو خلافِ شریعت نہ ہو عار و شرم محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے خود ہی پانی بھرنے چلے گئے۔ جب آئے تو مرید کو بڑا افسوس ہوا، اس نے گھڑے سے کہا کہ اے بے ادب گھڑے! کیسا بے ادب ہے کہ تو میرے شیخ کے کندھے پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ ان کی کتاب میں پنجابی کی پوری نظم ہے اور بہت میٹھی نظم ہے۔ جب ہمارے حضرت صاحب سناتے تھے تو آدمی کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ گھڑے نے کہا کہ مسئلہ یہ ہے کہ میں مٹی تھا۔ کمہار کے بچے بڑی بڑی کدالیں لے کر گئے اور مار مار کر میری کمر توڑی اور میرے ڈھیلے نکالے۔ پھر انہیں دھوپ میں ڈالا۔ ایسی دھوپ کہ اس نے میری رگ رگ سے پانی کو نکال کر خشک کر دیا۔ پھر کمہار کے بچے ڈنڈے لے کر آئے اور مجھے اتنا کوٹا کہ پیس کر سرمہ بنا دیا۔ جب تک کمہار کی مٹی کا کوٹنا صحیح نہ ہو تو برتن میں کمی آجاتی ہے اور وہ ٹوٹتا ہے۔ تو خوب کوٹنے کے بعد بڑا دادا کمہار دو انگلیوں میں مٹی کو لے کر دیکھتا ہے اور بتاتا ہے کہ ابھی تیار نہیں ہوئی۔ بچے پھر اسے کوٹتے ہیں اور جب تھکتے ہیں تو دادا جان سے پوچھتے ہیں کہ مٹی تیار ہوئی۔ دادا کمہار دیکھ کر بتاتا ہے کہ ابھی بھی نہیں ہوئی۔ بالآخر جب وہ دیکھ لے کہ اس کا ایک ایک ذرّہ علیحدہ ہو گیا ہے اور اب یہ آپس میں چپکے گا اور اس میں قوت آئے گی تو دادا کہتا ہے کہ اب یہ مٹی ٹھیک ہے۔ گھڑا مزید کہتا ہے کہ میری پٹائی کر کر کے شامت کر دی اور پھر مجھے پانی میں ڈالا گیا اور کیچڑ بنایا گیا۔ ہم تو سمجھے کہ شاید اس دھوپ سے اور مار سے تکلیف ختم ہو گئی لیکن ابھی ختم نہیں تھی۔ اس کے بعد ہمیں کمہار نے ایک چکر پر چڑھایا۔

نئے لوگوں کو تو پتا بھی نہیں کہ کمہار برتن کیسے بناتا ہے۔ نیچے پیر سے ایک چکر کو گھماتا

File Adress:

ہےتو اوپر سے دوسرا گھومتا جاتا ہے۔اس پر کیچڑ کا ٹکڑا رکھتا ہے اور اوپر ایسے گولائی میں ہاتھ رکھتا ہےتو گھڑا بن جاتا ہے۔چکر کی گولائی خود اس کو گول کر دیتی ہے۔

کہتا ہے کہ مجھ سے گھڑا بنایا گیا۔میں سمجھا کہ اب تکلیف ختم ہوگئی لیکن پھر لے جا کر دھوپ میں رکھا گیا۔جب گھڑا نیم خشک ہوتا ہےتو بڑا کمہار اس کو لیتا ہے اور چاروں طرف سے دیکھتا ہےتو اسے اندازہ ہوجاتا ہے کہ کس جگہ سے نیچے ہے کس جگہ سے اوپر ہے کس جگہ سے باہر ہے کس جگہ سے اندر ہے۔اس کے پاس ایک چیز ہوتی ہے اس کو وہ اندر رکھتا ہے اور باہر سے اس کو مارتا ہےتو چونکہ یہ نیم خشک ہوتا ہےتو اس کی ساری کمیاں کوتاہیاں درست ہوجاتی ہیں۔تو کہتا ہے کہ میری پٹائی کی،اس کے بعد میں سمجھا کہ تکلیف رفع ہوگئی ہوگی،پر ابھی تو سب سے سخت مرحلہ باقی تھا۔اس کے بعد مجھے آگ کے آوے میں ڈالا گیا۔چاروں طرف لکڑیاں گھاس پھوس ڈالی گئی۔آگ جلی اور ایسی جلی کہ اس نے تو رگ رگ کو جلا کر ہماری شامت کر دی اور اس کے بعد جب نکالا گیا تو اب میں گھڑا بنا ہوں۔مجھے صاف ستھرا رکھا جاتا ہے،جب مجھ پر دھوپ آئےتو اٹھا کر سائے میں رکھا جاتا ہے،میری قدر کی جاتی ہے،میرا خیال رکھا جاتا ہے،مجھے سنبھالا جاتا ہے اور پھر وہ گھڑا اس مرید سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ اے مرید!اس کے بعد کہیں جا کے میں تیرے شیخ کے کندھے پر سوار ہوا ہوں ویسے ہی نہیں ہوا!میں مجاہدات،مشکلات اور تکالیف کے اتنے دور سے گزرا ہوں۔

ے تو خاک میں مل تو آگ میں جل، جب اینٹ بنے تب کام چلے
ان کچی پکی بنیادوں پر تعمیر نہ کر تعمیر نہ کر
سارے لوگوں کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوب
تب کہیں جا کے تیرے دل میں جگہ پائی ہے

عہد حاضر میں باطنی استعداد کی کمی اور اس کا اثر

اس لئے عرض ہے کہ اپنے آپ کو تربیت کے لئے پیش کرنا ہوتا ہے۔ بعض آدمی سلسلے میں بیعت ہو جاتے ہیں اور کوتاہیاں کر رہے ہوں تو ساتھی کہتے ہیں کہ فلاں آدمی آپ سے بیعت بھی ہے اور کوتاہیاں کر رہا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پہلے زمانے میں پیر کامل ہوتے تھے، آج کل مرید کامل ہوتے ہیں۔ بس بیعت کرنے کے بعد اتنی ہی استعداد ہے کہ اس کو اتنی ہی بات کہتے ہیں، دوسری سختی کی بات جو آپ کہہ رہے ہیں وہ اگر اس سے کہوں تو یہ بیعت سے ہی ٹوٹ جائے گا۔ اس کی اصلاح رک جائے گی۔ استعداد ہی نہیں ہے اور آج کل کی وہ بیعت ہے ہی نہیں جس میں بیعت کرنے والا اپنے آپ کو حوالے کرتا تھا کہ اب اگر انھوں نے کہا کہ لگاؤ چھلانگ اس دریا میں، سمندر میں اور کود جاؤ اس آگ میں تو میں نے سوچنا نہیں ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

انحطاط اور گراوٹ کا دور ہے۔ بات کہنی ہی اتنی ہوتی ہے جس کو لے کر وہ ہضم کر سکے، برداشت کر سکے اور اس پر عمل کر سکے۔ استعداد سے زیادہ بات کہی جائے تو اس کے عمل کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ٹوٹ جاتا ہے اور سلسلے سے رہ جاتا ہے۔

ابتدائی صحبت کے باطن پر ٹھوس اثرات

انسان جس چیز کو اپنے ابتدائی ماحول سے باطن میں حاصل کر لیتا ہے اس کا اثر عمر بھر نہیں جاتا اور بعد میں بعض اوقات مضبوط صحبت بھی اس حوالے سے اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر طارق صاحب کو اس دن میں بتا رہا تھا کہ حافظ عماد صاحب سے ہم نے بیان

File Adress:

لکھوایا تو جو اردو میں نے صحیح بولی ہوئی تھی اس کے بھی مذکر مؤنث غلط لکھے ہوئے تھے۔

اس پر میں نے کہا کہ باطن کی اٹھان تو گھر کی ہے۔ اتنا جو اس کے باطن کو حاصل ہوا ہے گھر سے ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ میں بات کو ایک طرح بول رہا ہوں لیکن اس کو یہ اپنے باطن کی بنیادی تربیت کے مطابق لے رہا ہے۔

اسی لئے انگریز پہلی جماعت سے ہی انگریزی کو عام کرانا چاہتا ہے۔ ان کے ماہرینِ نفسیات نے اس بات کو لکھا ہوا ہے کہ انگریزی کو ایسا پڑھایا جائے کہ اس کی سوچ ہی انگریزی میں ہو۔

so that the person starts thinking in english

وہ پہلے انگریزی میں سوچے اور پھر اس کو دوسری زبان میں ترجمہ کرے، تب جا کے وہ ہماری تہذیب وثقافت اور کلچر میں رنگا جائے گا۔

یہ اثرات تب جا کر ختم ہوتے ہیں جب نفس پوری طرح ٹوٹتا ہے اور باطن کے سارے اثرات زائل ہوتے ہیں اس وقت آدمی شیخ کے رنگ میں رنگتا ہے یہاں تک کی اس کا اٹھنا بیٹھنا، چال ڈھال صحیح رخ پر آتی ہے۔ ابتداء چیز باطن میں عکس کی شکل میں آتی ہے، پھر باطن میں جڑ پکڑتی ہے۔ یہ بات صحبت سے حاصل ہوتی ہے اور صحبت شخصیات کاملین کی مؤثر ہوتی ہے۔ جو اُن کاملین کے باطن میں ہوتا ہے، وہ صحبت اختیار کرنے والے کے باطن میں عکس کی شکل میں آتا ہے۔ صحبت مستقل ہو اور ساتھ مجاہدہ اور پرہیز تو یہ چیز رفتہ رفتہ باطن میں جمتی ہے۔

ہمارے ساتھی کہا کرتے ہیں کہ تو کالج میں آیا تو باطل کے ماحول میں آ کر بھی اس سے متأثر نہ ہوا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کی وجہ بنیادی طور پر وہ دو مجلسیں ہیں جو میری ایک آدمی کے ساتھ ہوئی ہیں اور ایک مجلس دوسرے آدمی کے ساتھ بچپن میں ہوئی ہے۔ سب

File Adress:

سے پہلے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ کے ساتھ جو بیٹھنا ہوا ہے تو اس آدمی کے اندر کفر اور باطل کو توڑنے کے لئے اپنی جان کو ٹکڑے ٹکڑے کر لینے کا جذبہ تھا۔ اس نے بچپن ہی سے ایک ایسی سوچ دی ہے کہ ہم انگریز کی برتری سے کبھی متأثر نہیں ہوئے کہ کسی چیز میں اس کی برتری کو ہم تسلیم کر لیں۔ مولانا ہزارویؒ کا باطل کو توڑنے کا جذبہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول:

فَكَّ كُلَّ نِظَامٍ

کہ سارے نظاموں کو توڑ کر دھڑام سے گرا دو۔

کا پورا عکس تھا۔ اور دوسرے ختمِ نبوت کے عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا تو ہمیں نصیب نہ ہوا، ان کے خلیفہ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی زیارت نصیب ہوئی، ایک رات ہم نے ان کے ساتھ گزاری ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پشاور شاہی باغ میں تحریک ختم نبوت کے آغاز میں ایک لاکھ آدمی جو ہم نے جمع کئے تھے۔ اس کی صدارت ہمارے حضرت مولانا صاحب کا ایک مرید کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب بڑے نعرے لوگ لگا رہے تھے لیکن جس وقت 'تاج وتختِ ختمِ نبوت' کا نعرہ بلند ہوتا تو اس کا ہم پر بہت اثر آتا تھا۔ میں نے کہا: برخوردار! یہ ہمارے سلسلے کا نعرہ ہے جو عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تقریر میں لگایا کرتے تھے۔ جب وہ کہتے: 'تاج وتختِ ختمِ نبوت' تو پھر آگے بیٹھے مجمع کو پتا نہیں چلتا تھا کہ گولی آ رہی ہے یا کچھ اور۔ دراصل آپ لوگوں کے اعصاب میں وہ چیز داخل ہے جس وجہ سے اس نعرے سے متأثر ہو رہے تھے۔

انسانی جذبات کے تدریجی ادوار اور ان کی مثال

شروع میں ایک آیت پڑھی تھی:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ

File Adress:

بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ط كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ط وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ لا وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ O

(سورۃ الحدید ۲۰)

ترجمہ: تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات (ہرگز قابل اشتغال چیز نہیں کیونکہ) محض لہو و لعب اور (ایک ظاہری) زینت باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا (قوت و جمال اور دنیوی ہنر و کمال میں) اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے (یعنی مقاصد دنیا کے یہ ہیں کہ بچپن میں لہو و لعب کا غلبہ رہتا ہے اور جوانی میں زینت کا غلبہ رہتا ہے اور بڑھاپے میں مال و دولت آل و اولاد کو گنوا کر تفاخر کرنے کا غلبہ رہتا ہے اور یہ سب مقاصد فانی اور خواب و خیالِ محض ہیں جس کی مثال ایسی ہے) جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ (کھیتی) خشک ہو جاتی ہے سو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چوُرا چورا ہو جاتی ہے (اسی طرح دنیا چند روزہ بہار ہے پھر زوال و اضمحلال، یہ تو دنیا کی حالت ہوئی) اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس) میں (دو چیزیں ہیں ایک تو کفار کے لئے) عذابِ شدید ہے اور (دوسری اہلِ ایمان کے لئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے (اور یہ دونوں باقی ہیں، پس آخرت تو باقی ہے) اور دنیوی زندگانی محض دھوکہ کا اسباب ہے۔

(معارف القرآن)

حضرت شیخؒ نے فضائل اعمال میں اس آیت کے بعد لکھا ہے کہ بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس کا جذبہ کھیل تماشے کا ہوتا ہے۔ بڑے معزز آدمی کا بچہ ہے۔ کپڑے گندے میلے

File Adress:

کچیلے، دیکھنے کا نہیں ہے۔ بدن میلا کچیلا لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے کھیل کے میدان سے اور کھیل سے ماں باپ نہ نکالیں۔ ایسا کھیل کا جذبہ ہے کہ اس پر سب قربان کئے ہوئے اسی کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ سمجھدار ماں باپ کو پتا ہے کہ اس عمر میں کھیل کو تو تھوڑا بہت ایک دو گھنٹہ دینا ہے لیکن باقی وقت اس کا اگر تعمیری کاموں میں نہ لگایا تو یہ کسی کام کا نہیں ہوگا۔ اس لئے باوجود اس کی چاہت، خواہش اور طلب کے اس کو وہاں سے نکالتے ہیں، کوشش سے، ڈرا دھمکا کر، مار پٹائی کر کے، لالچ دے کر، کسی نہ کسی طریقے سے اسے اس حال سے نکالتے ہیں کیونکہ ان کو پتا ہے کہ اس حال کا اس وقت مزہ بہت ہے لیکن مستقبل میں اس کا مفاد نہیں ہے۔

پھر دوسری چیز ہے: زِیۡنَتٌ۔ جب بچہ بالغ ہوتا ہے، نوعمر ہوتا ہے تو زینت اس کا جذبہ بنتا ہے کہ بال ہوں تو اس سٹائل کے۔ گھر میں بچوں نے جھگڑا ڈالا ہوا ہوتا ہے کہ اتنے پیسے دو فلاں (نام نہیں لیتا کہ فضول جگہ کی شہرت کیوں ہو) جگہ جا کر بال ترشواؤں گا کیونکہ وہ آدمی کی شکل کے مطابق ہیئر کٹ کرتا ہے۔ پھر نہانا دھونا اور کیا کیا اپنے اوپر ملنا۔ بطور ڈاکٹر آپ کو کہتا ہوں کہ جتنے شیمپو اور چیزیں آپ بازار سے خرید کر لاتے ہیں ساری مضرِ صحت ہیں اور میڈیکل کتابوں کے حوالے کے ساتھ بتا سکتا ہوں۔ تو ان کو رگڑتا ہے اور اپنے آپ کو چمکاتا ہے۔

ہمارے میڈیکل کالج میں تو بڑا مقابلہ ہوتا ہے، مخلوط تعلیم ہے۔ جو لڑکا بہت بناؤ سنگھار کر کے آیا کرتا ہے تو اسے میں کہا کرتا ہوں کہ ادھر آؤ بات سنو!

گورہ دا جینوټارے هلك ده جنكو نه خوخيگي۔

کہ عورت نما مرد لڑکی کو پسند نہیں آیا کرتا۔

یہ لڑکی کی نفسیات ہے، یہ اس کی نفسیات ہے کہ جو اس کی اپنی طرح کا ہو عورت کی طرح نظر آ رہا ہو وہ اس کو پسند نہیں آیا کرتا۔ تو اسے بڑا شوق ہوتا ہے کہ ہم تو اس کے پیچھے

File Adress:

پڑے ہیں کہ کسی کو پسند آئیں۔ اب یہ ہمیں راز بتائے۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ رف ٹف (کھڑ پڑ) جس کے اندر مردانگی ہو وہ عورت کو پسند آتا ہے۔

تو بچپنے کے بعد زینت کا دور آتا ہے۔ باپ کہتا ہے: گائے دوہنی ہے، میرے ہاتھ میں آج درد ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا اور کرے کیسے کہ اس کی زینت میں فرق پڑتا ہے اور دودھ پینے کے لئے تو تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ اب اس کو یہ نہیں پتا کہ جب گائے کا گوبر والد صاحب کے کپڑوں پر لگتا ہے اور اس کی بدبو گھر میں پھیلتی ہے تب کوئی روزی کا وسیلہ بنتا ہے اور کچھ ملتا ہے۔ جب دکان پہ جا کر بیٹھتا ہے، سارا دن کمر کے درد کے ساتھ تو تب شام کو کچھ ساتھ لاتا ہے۔ پر اس کو کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ مونچھوں کا ایک بال اوپر سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اس کو کیسے برابر کرنا ہے۔ اور بال کٹا کر آتا ہے معمولی گڑبڑ کی کسی نے نشان دہی کر دی تو پھر شہر اس حجام کے پاس جاتا ہے کہ مجھے دیکھو یہ نیچے سے ایک انگلی کے برابر بال لٹک نہیں رہے! ساری شخصیت اور پرسنیلٹی میری خراب کر دی۔ یہ تو personality کے پیچھے پھر رہا ہوتا ہے، دوسرا کرسی پر بیٹھ کر پڑھ رہا ہوتا ہے۔ کل کو وہ پڑھ لکھ کر آگے نکل گیا۔ اب یہ اس لڑکی کو مانگنے گیا تو اس کو کوئی گھاس ہی نہیں ڈالتا ہے۔ تمھاری زلفوں کی ادھر کوئی قیمت نہیں ہے۔ اب تو یہاں جھگڑا مال و دولت کا ہے، ہنر اور قابلیت (Qualification) کا ہے۔

تو تیسرے نمبر پر پھر مال کی مقابلہ بازی شروع ہوتی ہے اور انسان کی ڈھلتی عمر میں یہ جذبہ مزید شدت کے ساتھ بڑھتا ہے۔ مال جمع کرنے، اولاد کے لیے بنانے کی فکر لاحق ہوتی ہے اور زندگی کا اہم وقت اور عمر کا بہترین حصہ، قوت اور استعداد اسی میں لگائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بیان فرمائی کہ اس سارے کروفر پر ایسے زوال آجانا ہے جیسے کسان کی لہلہاتی کھیتی سے اس کا دل خوش ہوتا ہے، لیکن وہ کسی آفت سے چورا چورا

File Adress:

ہو جائے۔ یہ دنیا کی زندگی محض دھوکہ ہے، اس میں وہی شخص کامیاب ہے جو ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر اپنے باطن کی اصلاح کر کے اور نفس وشیطان کی چالوں سے خود کو بچا کر دنیا سے رخصت ہو جائے۔

ابھی زیب و زینت کا مضمون بیان کر رہا تھا، ان نو جوانوں کی دلچسپی کے لئے یہ واقعہ بھی سنا دوں۔ ایک ڈاکٹر صاحب کو میرے پاس لے کر آئے کہ یہ پاگل ہو رہا ہے۔ لوگوں کو جب پریشانی ہوتی ہے تو دم درود بھی کراتے ہیں کہ چلو اس سے مسئلہ حل ہو جائے۔ خود نیک اعمال کریں یا نہ کریں لیکن اگر مسئلہ دنیا کا حل ہوتا ہے فائدہ ہوتا ہے تو اس کے لئے وظائف، ختم، نوافل، ہر کچھ کر لیں گے۔ اسے لے کر آئے، وہ بڑا پریشان تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا: تین چار سال میرے لڑکی کے ساتھ تعلقات رہے اور میں شادی کرنا چاہ رہا تھا۔ ہمارا پیغام جب لڑکی کے لئے گیا تو انھوں نے کہا کہ تیس جریب زمین اور تیس تولے سونا اور ایک مکان حیات آباد میں ہوگا پھر ہم رشتہ دیں گے۔ والد صاحب نے کہا کہ جتنا جائیداد میں میرے اس بیٹے کا حصہ بنتا ہے وہ میں لکھ کر دے سکتا ہوں۔ انھوں نے دوسرے آدمی کو رشتہ دے دیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم تیس جریب زمین دیں گے اور حیات آباد میں ہمارے تین بنگلے ہیں ایک اس کے لئے لکھ لو۔ اور تیس تولے زیور تو ہمارے خاندان کی بے عزتی ہے، ہمارا زیور پچاس تولے کا ہوتا ہے، ہم پچاس تولے ہی دیں گے۔ اس ڈاکٹر نے حسرت سے مجھ سے کہا: ''جی اس طرح اس کا رشتہ ہو گیا''۔ میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تو نے اپنے آپ کو خود ضائع کیا، جب بغیر نکاح کے تو نے اپنے وقت اور زندگی کو ان تعلقات میں استعمال کیا۔ تیری پڑھائی کا نقصان ہوا۔ تو سپیشلسٹ نہ بن سکا۔ اتنے تیرے نقصانات ہوئے۔ آخر تو عاشقِ نامراد کی طرح یہاں تک پہنچ گیا۔ یہ دنیا تو مال و دولت میں تولتی ہے۔ اور تو اس تول میں پیچھے رہ گیا۔

File Adress:

یا بے وقوفا! سپك وے كنه! وزن در كے نه وو كنه

(اے بے وقوف ہلکے تھے نا! وزن تم میں نہیں تھا نا!)

اس لئے تمہیں رد کر کے دوسرے آدمی کو انھوں نے رشتہ دے دیا۔ اب تو کیا چاہتا ہے؟ تو پاگل ہے اس کے پیچھے؟ اس نے کہا: ''سر مسئلہ یہ ہے کہ لڑکی بہت خفا ہے، اتنی روئی ہے کہ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے ہیں''۔ میں نے سوچا کمال ہے۔ وہ حلقے بھی اس کے دل پر جمے ہوئے ہیں۔ اس کے والد کہتے ہیں کہ تو اس لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے تو تجھے اور سارے بچوں کو گھر سے نکال دوں گا۔ میں نے ازراہِ مذاق کہا کہ تو سب کو سنبھالنے کو تیار ہے؟ اس نے کہا: بالکل میں سنبھالوں گا۔ میں نے پوچھا: میں تمہارے لئے کیا کروں؟ کہنے لگا: لڑکی سے میرے لئے بات کرو۔ میں نے کہا: اگر میرے ہاتھ پیر ہلانے سے تمہارا مسئلہ حل ہوتا ہے تو کچھ کرتا ہوں۔ میں نے ایک چٹ لکھ کر چپڑاسی کو دی کہ فلاں وارڈ میں ایک لیڈی ڈاکٹر ہے اس کو یہ دے آؤ۔ اس میں لکھا کہ بیٹی آپ کو یہ خط ملے تو مجھ سے ملنے کے لئے آجاؤ۔ دوسرا ڈاکٹر جس سے اس کی منگنی ہوئی تھی وہ بھی وہیں پر تھا۔ اِس نے کہا کہ مجھے سر بلا رہے ہیں۔ منگیتر نے کہا: اکیلی نہیں جاؤ گی، میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ دونوں میرے دفتر میں آ گئے۔ میں نے منگیتر کو باہر بٹھایا۔ لڑکی سے میں نے پوچھا: ''سنا ہے آپ کی منگنی ہو گئی ہے اور آپ بڑی ناراض ہیں اور رو رہی ہیں؟'' اس نے کہا: ''میں تو نہیں رو رہی''۔ میں نے پوچھا: ''خوش ہو اس جگہ؟'' اس نے کہا خوش ہوں۔ میں نے پوچھا: ''پہلے والے کو چھوڑنا چاہتی ہو؟'' "Do you want to get rid of him?" اس نے کہا: ''جی ہاں۔ لیکن میں اس سے کہہ نہیں سکتی۔'' میں نے پوچھا: ''میں تمہاری طرف سے کہہ دوں اس کو؟'' اس نے کہا: کہہ دیں۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے آپ چلی جائیں۔ لڑکے کو میں نے بلایا اور کہا: "Look! She wants to get rid of

File Adress:

دیکھو! وہ تم سے جان چھڑانا چاہتی ہے۔ "you." اس نے کہا: "?Really" ''کیا واقعی؟'' میں نے کہا: ''ہاں۔'' اس کے ہوش و حواس ایسے اُڑ گئے۔ کہنے لگا: "She has wasted four years of my life!" اس نے میری زندگی کے چار سال ضائع کئے ہیں۔ میں نے کہا: "Your example was that of a toilet paper." کہ تم تو ٹائلٹ پیپر تھے۔ وہ کاغذ جو پیشاب خشک کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آپ کو استعمال کر کے پھینک دیا گیا ہے۔ چلو اب اپنا کام کرو۔

شریعت وطریقت کی تاثیر و آفاقیت

تو مصنوعی عشق کا سارا چکر دولت و مفاد کے لیے تھا، مفاد حق قبول کرنے کے لیے آڑ بن جاتا ہے، انسان مفاد اور مزے کے لیے اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے مستقبل کو وقتی مزے اور مفاد کے لیے برباد کر دیتا ہے، پھر ساری عمر بیٹھ کر روتا رہتا ہے۔ جب کہ شریعت کا ہر حکم ہماری دائمی فائدے کو دیکھ کر ہماری رہنمائی کرتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو شریعت ہمیں دی ہے اور جو دین دیا ہے، یہ بہت عملی چیز ہے۔ اس کو جب فلسفی برٹرانڈ رسل (Bertrand Russell) نے پڑھا ہے تو افسوس کا اظہار کیا ہے کہ اس کو میں لے نہ سکا، اب کیا کروں! اور جب لینن (Lenon) کو دعوت دی گئی ہے تو اس نے کہا کہ ہائے افسوس یہ تو واقعی ہم سے زیادہ مساوات کی چیز ہے لیکن ہم اب اس کو کیسے لیں! ابھی بھی مغربی ممالک میں ہم جاتے ہیں اور کفّار کو دعوت دیتے ہیں تو وہ دعوت سننے کے بعد بالکل تیار ہوتے ہیں، بلکہ ایک ڈاکٹر نے خود مجھے واضح طور پر کہا کہ مجھے بہت پسند ہے، میں اس شریعت کو لینا چاہتا ہوں لیکن اس کے راستے میں شراب اور بدکاری آڑے آرہی ہے، میں اس کو کیسے چھوڑوں گا۔ یہ نعمت اور رحمت اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم اور آپ کو دی ہے اور پھر اس کے ساتھ صوفیاء کی تربیت، جس کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اور جس دعوت کو لے

File Adress:

کر چل رہے ہیں اور جس کی طرف آپ کو بلا رہے ہیں، یہ صوفیاء کی تربیت تو مسِ خام کو کندن بنا دے (تانبے کو سونا بنا دے)۔

ہمارے بڑے حضرت مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، وہ ہمارے حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ 'سنگِ پارس' ہے! سنگِ پارس اس پتھر کو کہتے ہیں کہ لوہے کو لگتا ہے تو سونا بنا دیتا ہے۔ تو فرماتے کہ یہ سنگِ پارس ہے، اس سے فائدہ اٹھا لو۔ اس چیز کے لئے صحبت کا ایک عرصۂ دراز چاہیئے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ باطن میں تعلق مع اللہ (اللہ کے ساتھ تعلق)، ضبطِ نفس اور اصلاحِ باطن جڑ پکڑتے ہیں اور اس کے بعد پھر یہ نفسانی مزے اور یہ چسکے جن کے پیچھے تو اور میں پڑے ہوئے ہیں، اگر کوئی گردن پر تلوار رکھ کر کہے کہ ان نفسانی باتوں کو اختیار کرو تو آدمی جان قربان کر دیتا ہے لیکن ان نفسانی باتوں کو اختیار نہیں کرتا۔ اتنی اللہ تعالیٰ پختگی نصیب فرماتا ہے۔ ہم نہ سیکھیں اور نہ لیں تو یہ ہماری مرضی ہے ورنہ سودا منڈی میں پڑا ہوا ہے اور بڑا ارزاں بک رہا ہے۔ لینے کے لئے خریدار چاہیئے۔ اس کے لئے آگے آدمی بڑھے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ تو ایسی چیز ہے کہ آخرت کو تو چھوڑیں دنیا کے لحاظ سے آپ کو لا کر ایسے مقام پر کھڑی کرے گی کہ تاجروں میں ہو گے تو ان میں صفِ اول میں چل رہے ہو گے اور زمینداروں میں ہو گے تو اس جگہ پر بھی اول آؤ گے۔ ان شاء اللہ تم ہی تم ہو گے اور لوگ منتیں کر کے اپنے سر پر بٹھانے کے لئے پکاریں گے۔

ہمارے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے، جس طرح یہاں .D.C (ڈپٹی کمشنر) ہوتا ہے۔ وہ انگریز کے دور میں شلوار قمیص پہن کر اور کلاہ باندھ کر جاتے تھے اور کبھی انگریز نے نہیں کہا کہ یہ سوٹڈ بوٹڈ ہو کر آئے یا ٹائی پہن کر آئے کیونکہ بے اندازہ قابل آدمی تھے، بہت

File Adress:

محنتی افسر تھے اور بہت دیانتدار تھے۔تو آپ کے پاس قابل آدمی ہو، محنتی اور دیانتدار آدمی ہوتو اس کو لیں گے یا ٹائی والے کو لیں گے؟ ٹائی کی رسی چاہئے گلے میں لٹکی ہوئی یا کام چاہئے؟ ہر کسی کو کام چاہئے۔ بہت بھی رسی لٹکائے آدمی آرہا ہو اور اس کو ہلا رہا ہو لیکن کام کا نہ ہوتو اس رسی کا کیا فائدہ! مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ کا لطیفہ آپ کو سنائیں۔ مولانا صاحبؒ کے زمانے میں ہمارے علاقے کے خوانین بھی ننگے سر نہیں پھر سکتے تھے۔ بہت زوردار آدمی تھے۔ایک دفعہ گاؤں جارہے تھے تو دیکھا کہ ایک آدمی کھیت میں گھاس کاٹ رہا ہے اور گوبر اٹھا کر پھینک رہا ہے لیکن اس نے پتلون پہنی ہوئی ہے۔ مولانا کے آگے خان پتلون نہیں پہن سکتا، دہقان پہن کر آ گیا۔ مولانا نے فرمایا:

''ادھر آؤ تمہاری ایسی کی تیسی۔ دہ دے سہ کڑی دی؟''

یہ تم نے کیا کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا:

''استاذ جی وار او کہ لگہ خبرہ خو آورہ۔''

استاذ جی ذرا صبر کریں، ذرا بات تو میری سنیں۔

پوچھا: کیا بات ہے؟

اس نے کہا کہ گھاس کاٹتے ہوئے بہت فائدہ دیتی ہے، آدمی کو گھاس چبھتا نہیں ہے اور گوبر پھینکنے کے لئے اس سے بہترین چیز نہیں ہے۔

انہوں نے فرمایا:

''شاباش! ان دو کاموں میں ضرور پہنا کرو''۔

تو خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کلاہ باندھ کر جاتے تھے۔ انگریز نے بھی نہیں کہا کہ یہ سوٹ بوٹ پہن کر آئے کیونکہ آدمی کام کا تھا۔ دیانتداری اللہ نے نصیب فرمائی تھی۔

File Adress:

طریقِ تصوف سے استفادہ طلب وعقیدت پر موقوف ہے

ایک اخباروں میں آئی ہوئی بات ہے اس لئے میں کہہ دیتا ہوں۔ اخباروں میں نہ آئی ہوتی اور میں کہہ دیتا تو غیبت ہوتی۔ حکومت رِنگ روڈ بنا رہی تھی۔ اس کے لئے بڑا قابل بیوروکریٹ لائے جو کہ فوج میں میجر رہا ہوا تھا۔ اس کے بعد c.s.s کرلیا۔ اس نے خود چل پھر کر ساری زمینوں کا سروے کیا لیکن اتنے پیسے اُس نے اِس میں اپنے لئے کمیشن لے کر پیدا کئے کہ توبہ۔ ان بیوروکریٹوں کو اللہ ہدایت دے کہ ان کے تو منہ کھول کر اس میں اندر نوٹ ٹھونسنے چاہئیں تا کہ اس سے یہ مریں تب ان کا دل ٹھنڈا ہوگا کیونکہ یہ پیسے کے بچے اور کاغذ کے بچے، ان کے اندر انسانیت نہیں ہوتی۔ نیب (NAB - National Accountability Beureau) میں جب پکڑے گئے اور انھوں نے تین چار سال رگڑا دیا تو سارے اے۔سی کے مزے اور مرغِ مسلّم کے زبان پر ذائقے اور پھولوں اور کلیوں کو چھونا، سارا دھرا کا دھرا رہ گیا۔ اس کے بعد جب چھوٹے تو تبلیغ میں چار مہینے لگا کر آئے۔ ان کے محلے میں جنرل جاوید ناصر کی جماعت آئی ہوئی تھی۔ ہمارا ایک مرید بھی گیا ہوا تھا۔ کہتا ہے میں اس آدمی سے ملا، اس کے حالات کو جو میں نے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ اس کا پہلا کام تو ہو گیا ہے لیکن اب دوسرا کام مشائخِ تصوف کے بغیر نہیں ہو سکے گا۔ کہنے لگا: میں چھوٹی عمر کا لڑکا تھا وہاں بڑے بڑے افراد بیٹھے ہوئے تھے، میں اسے کیا سمجھاتا اور کیا کہتا۔ بندہ سے کہا کہ اس آدمی کی کوئی فکر کریں۔

بندہ نے عرض کیا کہ تصوف تو ایک نفیس چیز ہے جو طلب اور عقیدت چاہتی ہے۔ جب تک طلب اور عقیدت کے ساتھ آدمی خود عاجزانہ طور پر نہ آئے تو فیض نہیں ہوتا۔ ضروری ضروری دین بے طلب لوگوں کو جمع کر کے تبلیغی ترتیب پر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فیضِ عام ہے جب کہ تصوف فیضِ تام ہے۔ ایک مہینہ گزرا نہیں تھا کہ اس آدمی نے خودکشی کرلی۔

File Adress:

ریشم کا کیڑا توت کے پتّے کھاتا ہے اور ریشم بناتا ہے اور اپنے گرد لپیٹتا ہے لپیٹتا ہے یہاں تک کہ ایک دن اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ساری لپیٹ تو جیل تھی جس کے اندر وہ مر گیا، کوئی راستہ ہی نکلنے کے لئے نہ رہا، وہی قبر بن گئی۔ تو یہ انسان کا حال ہوتا ہے۔ تربیت تو ماحول میں ہے، صحبت میں ہے، اپنے آپ کو پابند کرے گا، اپنی نگرانی کرے گا، اپنی نگہداشت کرے گا، اپنے بارے میں فکر مند ہوگا۔ پھر ان شاء اللہ اگر اللہ نے فضل فرما دیا تو کام ہو جائے گا۔

ہمارا ایک برخوردار پشاور یونیورسٹی میں اسسٹنٹ رجسٹرار لگ گیا۔ اس سے میں نے کہا کہ آپ کی تعیناتی (Appointment) ہو رہی ہے۔ اگر تھانوِیّت سیکھ لی تو تجھے وی سی کی کرسی پر بٹھاؤں گا ان شاء اللہ، کیونکہ وہ چیز ایسی سنگِ پارس ہے، زندگی کا اتنا متوازن طرز ہے کہ ہر جگہ آدمی چھا جاتا ہے۔ حضرت تھانوی کے مواعظ و ملفوظات اور سوانح سب چیزوں کو دیکھیں تو اس کا اندازہ آپ کو خود ہو جائے گا۔

اہل علم کے لیے اصلاح کی ضرورت

ایک بات کا گلہ اور افسوس ہے کہ علمائے کرام جب فارغ ہو جاتے ہیں تو ان کا جذبہ ہوتا ہے کہ اب آیتوں اور حدیثوں کی تفسیر و تشریح میں خود کیا کروں گا۔ مردِ درویش میں یہ بات میں نے لکھی ہے کہ ایک آدمی ٹماٹر، پیاز، مصالحہ، گھی، گوشت، سبزی، ساری چیزیں لا کر گھر میں چھوڑ دے اور شام کو لوگ آئیں اور کہیں ہم کھانا کھائیں گے تو کوئی چیز بھی کھانے کے قابل نہیں ہوگی۔ پیاز کاٹ کر پہلے ڈالتے ہیں، اس کو سرخ کرتے ہیں، اس کے بعد ٹماٹر ڈالتے ہیں، پھر ہلدی ڈالتے ہیں، پھر باقی مرچیں مصالحے ڈالتے ہیں۔ پھر خوشبو کی ایک حد ہوتی ہے، وہ خوشبو جب نکلتی ہے، اس سے اگر آپ نے ایک منٹ زیادہ کر دیا تو ذائقہ نہیں ہوگا اور ایک منٹ کم کر دیا تو ذائقہ نہیں ہوگا، تب سالن بنتا ہے، اب اس کا ذائقہ

File Adress:

بھی ہے اور زود ہضم بھی ہے۔ اسی طرح شخصیت سارے علمی مواد کے جمع ہونے کے بعد بنائی جاتی ہے۔ شخصیت تب بنتی ہے جب یہ سارے علوم اس کے اندر راسخ ہوتے ہیں اور جگہ پکڑتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس کے عمل سے نکلتے ہیں، بصورتِ اعمالِ صالحہ، اعمالِ آخرت اور اس کی زبان سے بصورتِ فیضان نکلتے ہیں۔

امام غزالیؒ اس پائے کے عالم گزرے ہیں کہ مدرسہ نظامیہ بغداد کے صدر مدرس تھے اور یہ بات ان کو ۳۴ سال کی عمر میں حاصل ہوئی۔ جب کہ بوڑھے بوڑھے ستر ستر، اسی اسی سال کے علماء اس حسرت میں تھے کہ کاش انھیں مدرسہ نظامیہ کی کرسی صدارت ملتی۔ کہتے ہیں کہ بعض اوقات بادشاہ گھوڑے کی لگام پکڑ کر ان کو جمعے کے خطبے کے لئے لاتا تھا۔ دوسرے بھائی احمد غزالیؒ تھے۔ یہ اللہ والے آدمی تھے، ان کو سمجھاتے رہتے تھے کہ دیکھو! یہ سارا کروفر اور یہ سارا بادشاہی دربار اور یہ چیزیں عارضی ہیں، ختم ہونے والی ہیں، کسی کام کی نہیں ہیں۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ ہر روز میں صبح اٹھتا اور یہ ارادہ کرتا کہ میں سب چیزوں کو ترک کر دوں گا لیکن پھر دربار میں جاتا اور ساری چیزیں سامنے آتیں تو رہ جاتا۔ کرتے کرتے عرصہ گزر گیا، میں بیمار ہو گیا، حکیم کوشش کر رہے تھے۔ نہ کوئی تشخیص ہو رہی تھی نہ علاج ہو رہا تھا۔ حکیموں کو تو نہیں پتا تھا، مجھے پتا تھا کہ مجھے کوئی بیماری نہیں تھی بلکہ وہ تو وہ غم اور خوف تھا جو علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہو رہا تھا اور جو شاہی دربار کے ماحول کی وجہ سے علم ضائع ہو رہا تھا اس کی وجہ سے تھا اور کوئی بیماری نہیں تھی۔ روزانہ صبح سوچتے کہ چھوڑ دوں گا۔ اس طرح کرتے کرتے ایک دن اس طرح ہوا کہ میری زبان بند ہو گئی۔ جس زبان سے شاہی دربار چلایا جاتا تھا، وہی بند ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ مجھے اندازہ ہوا کہ اب منجانب اللہ اس کا امر ہو گیا ہے کہ میں چلا جاؤں۔ آخر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنی اصلاح اور مجاہدات کے لیے کمر بستہ ہو کر نکلے۔

File Adress:

اس کے لئے ضروری بات یہ تھی کہ وہ ایسی جگہ ہوں جہاں کوئی پہچانتا ہی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ میں نکلا۔ چلا۔ ایک جگہ رات آئی۔ مسجد میں استاذ شاگرد کو کتاب پڑھا رہا تھا۔ استاذ بھی بہت قابل، شاگرد بھی بہت ذہین۔ شاگرد اعتراض کرتا استاذ جواب دیتا۔ بڑی بحث ہوئی لیکن بات ان کی ختم نہیں ہو رہی۔ شاگرد مطمئن نہیں ہو رہا۔ آخر استاذ نے کہا کہ برخوردار! میں آپ کو امام غزالی کا قول سنا رہا ہوں۔ اس پر شاگرد نے مان لیا۔ میں ایک کونے میں مسافر کی شکل میں بیٹھا ہوا سن رہا تھا۔ کہتے ہیں: میں نے سوچا یہ جگہ بھی ٹھہرنے کی نہیں ہے کہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں۔ وہاں سے چلے۔

دمشق میں جا کر ایک مسجد کے حجرے میں ٹھہرے۔ وہاں پھر جم کر اللہ اللہ کیا اور کرتے کرتے سارے علوم، کیا فلسفہ، کیا منطق، کیا حدیث، کیا تفسیر، کیا فقہ، ساری چیزیں جو جمع ہوئیں تھیں جب اس رگڑا رگڑی سے مل کر ایک چیز بنیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے معرفت کا دروازہ کھولا۔ چنانچہ احیاء العلوم کو بغیر کتابوں کی موجودگی کے زبانی لکھا ہے۔

ہمارے مدرسہ امداد العلوم کا ایک طالبِ علم دورۂ حدیث میں تھا۔ ایک شادی میں ان سے ملاقات ہوئی۔ لوگوں نے بتایا یہ ہمارے مدرسے میں دورہ کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ برخوردار! کبھی موقع ملا تو احیاء العلوم کو پڑھ لینا۔ آگے سے آدمی گرم ہو گیا۔ کہنے لگا: ہمیں استاذوں نے کہا ہے کہ ہم تو حدیث ان لوگوں سے بھی نہیں لیتے جن کے بیانوں میں لوگ تڑپتے تھے۔ میں نے کہا: برخوردار! حدیث لینے کے لئے تو بخاری مسلم ہی ہے۔ حدیث تو ان ہی سے لیا کرتے ہیں۔ احیاء العلوم حدیث لینے کے لئے نہیں ہے۔ یہ شخصیت بنانے کے لئے ہے۔ وہ جو تو نے قرآن و حدیث سے حاصل کیا اس سے شخصیت کیسے بنایا کرتے ہیں۔ اس میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے گِل کاری کی ہوئی ہے، گُل کاری کی ہوئی ہے۔ گِل کار عمارتیں بنانے والے کو کہتے ہیں اور گُلکاری بیل بوٹے بنانے کو کہتے ہیں۔

افسوس ہوا کہ یہاں پر حدیث پڑھنے والوں کا کچھ ایسا ذہن بن جاتا ہے۔ میں نے کہا: چلیں ہم دعا کر سکتے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اُس دور میں تقریباً سو سال تک احیاء العلوم کا ایسا چرچا ہوا ہے کہ اس کے حافظ گزرے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی ہجری کے مجدد گزرے ہیں۔ اس پوری صدی پر ان کی تعلیمات چھائی ہوئی ہیں۔ قرآن پاک کے، بخاری شریف کے اور احیاء العلوام کے حافظ ہوتے تھے اور سو سال تک حرمِ مکی اور حرمِ مدنی میں احیاء اعلوم کا درس ہوا ہے۔ ایک عالم ان کی مخالفت کرتے تھے اور ان کے خلاف بولتے تھے۔ خواب میں اس عالم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت علیؓ نے کتاب پیش کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمائی اور اُن عالم کو حضرت علیؓ کے ذریعے خواب میں کوڑے لگائے کہ تو احیاء العلوم کی کیوں مخالفت کرتا ہے۔ صبح جب یہ اُٹھے تو ان کے بدن پر کوڑوں کے نشان تھے، اس پر مخالفت سے رکے اور امام غزالیؒ کے مقام کا پتہ چلا۔

چارسدہ میں غازو ڈھیری ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک تبلیغی ساتھی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کی فضائل اعمال کتاب سے تعلیم کر رہا تھا۔ اتفاقاً ان کے امام شیخ الحدیث عالم تھے لیکن غیر مقلدیت کی طرف ہو گئے تھے۔ کہنے لگے: " بند كه كتاب سه ضعيف حديثونه را اوڑی دی پکے " (کہ کتاب بند کرو کیا ضعیف حدیثیں اس میں ہیں) انھوں نے مجھ سے آ کر کہا۔ میں نے کہا: ان سے کہو کہ " ستا نه غٹ شيخ الحديث او۔ هغے لکلے دے "۔ (کہ تم سے بہت بڑے شیخ الحدیث تھے، اُن کی لکھی ہوئی ہے)۔

کہ اگر تو دس بار پھر زندہ ہو جائے تو اس کے علم کو نہیں پہنچ سکتا۔ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو علمی لحاظ سے بھی بہت بلند پایہ شخصیت تھے۔ ان کی لامع الدراری اور اوجز المسالک جن علماء نے پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس پائے کا علم ہے اور جمعہ جمعہ آٹھ دن

File Adress:

ہوئے کہ دو دو نے چار پڑھا ہے اور اس سے اتنا زیادہ سیکھ لیا کہ غیر مقلد ہو گئے ہو۔ تو علم کی ایک خاص تعلّی ہے یعنی بڑا پن۔ جب کسی کامل کی نگرانی میں اسے توڑا نہ جائے تو یہی علم وبال بن جاتا ہے۔ تو جتنے ساتھی آئے ہوئے ہو آپ کو اس ماحول اور سلسلے سے چمٹنا ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جو باطنی صفات ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے گا۔ جو باطنی گندگیاں ہیں اللہ پاک دھوئے گا۔ اور آخرت کی لازوال نعمتیں اور دنیا کے لحاظ سے اتنی ترقی پر جاؤ گے کہ خود اپنے آپ پر حیران ہو گے، اور کہو گے: ”زان کدو ته گوره او دے حالاتو ته گوره“ کہ اے کدو کریلے! اپنے آپ کو دیکھو اور حالات کو دیکھو جو تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ کئی ذاتی کمال والے پھر رہے ہیں کوئی پوچھتا تک نہیں ہے۔ جن کا بھاؤ بھی نہیں پوچھا جاتا۔ تو ان بزرگوں کی برکات ہیں ان کی دعائیں ہیں جن کی جوتیوں کی گرد ہمارے سروں پر آئی اور انھوں نے تڑپ کر دعائیں مانگیں۔ ہمارے رشتہ دار تھے جب آتے تو حضرت مولانا صاحب کے بارے میں مجھ سے کہا کرتے کہ ڈاکٹر صاحب بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کے ساتھ ہو گئے ہو۔ کہا کرتے کہ

اولیاء راہست طاقت از الٰہ

تیرِ گشتہ بازگرداند زراہ

ترجمہ: اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت عطا کی ہوئی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس کر سکتے ہیں۔

عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ بندوق سے نکلی ہوئی گولی، زبان سے نکلا ہوا لفظ اور کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں ہوتے۔ پہلے بزرگوں نے کہا ہوا ہے کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ کمان سے نکلے تیر کو اپنے راستے سے واپس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

File Adress:

اہل اللہ کی انقلابی تاثیر اور راہِ طریقت

File Adress:

دینی مجالس کی شخصیت سازی، اہل اللہ کے روحانی اثرات، عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باوا محیئ الدین اور ان کے روحانی فیوض، شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کا تحقیقی مفہوم، بزرگوں سے کامل استفادہ کی دو شرائط: فہم تام اور عشق تام، عقیدہ کی صحت کے بغیر اصلاح کا غیر ممکن ہونا، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی شخصیت وعبقریت، مدرسہ دیوبند سے اپنی وابستگی کا اظہار جیسے عنوانات پر ایک جامع اور تفصیلی بیان

File Adress:

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم !

دینی مجالس میں سیر کی نیت سے شرکت بھی فائدہ سے خالی نہیں

عام طور پر ساتھی مجھ سے کہا کرتے ہیں کہ تمہارا اگرمیوں کا اجتماع بس ایسے ہی سیر سپاٹا ہوتا ہے۔لوگ ایسے ہی سیر سپاٹے کی نیت سے جاتے ہیں۔اللہ کا شکر ہے کہ سیر سپاٹا بھی ناجائز نہیں ہے۔سنہ ۱۹۶۴ء میں ہمارے اسلامیہ کالج کے دو ساتھی تھے، دونوں کے اللہ درجات بلند فرمائے ، اب ان کی وفات ہو چکی ہے، ایک ہمارے علاقے کے تھے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ یہاں ایک تبلیغی اجتماع ہو رہا ہے، آپ ہمارے ساتھ چلے جائیں تو اچھا ہو۔ میں نے کہا: اجتماع کیا ہوتا ہے بس تقریریں وغیرہ ہوتی ہیں، تقریریں میں خود بھی کر سکتا ہوں، میں تو کالج کا Debator (مقرر) ہوں، اجتماع پر کیا جانے کی ضرورت ہے؟ آدمی بڑا سمجھدار تھا ، اس نے کہا: تقریر وقریر چھوڑو، ویلج لائف انجائے کریں گے یعنی دیہاتی زندگی کی سیر کریں گے۔

یہ ساتھی ہری پور کے عبدالباری صاحب تھے جو بعد میں عربی کے پروفیسر ہوئے۔ ہمارے سکول کالج کی کتابوں میں مضمون ہوتے تھے: ویلج لائف، اس بنا پر میں نے کہا ٹھیک ہے، سیر کو جائیں گے۔ دوسرے ساتھی چترال کے مرید حسن صاحب تھے۔ انھوں نے کہا کہ یونیورسٹی کی بس کرائے پر لی ہے، اس میں بیٹھ کر جائیں گے، بڑی سیر ہوگی، دیہاتی زندگی کا لطف اٹھائیں گے۔ جب انھوں نے سب کو بس میں بٹھا دیا تو مرید حسن

صاحب جو امیر بھی تھے، نے کہا: سب پڑھیں:

سبحان الذی سخر لنا ھذا۔

انھوں نے شاید سَخَّرَ کے بجائے سَخَّر ْپڑھ لیا یعنی ''را'' پر زبر نہیں پڑھی۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ ان دنوں میں عربی کا صرف نحو پڑھا کرتا تھا۔ میں نے کہا: ''ادھر آؤ۔ آپ نے را پر زبر نہیں پڑھی، اس سے صیغہ بدل گیا، معنیٰ میں اتنا فرق آ گیا۔''

امیر صاحب کی ڈانٹ ڈپٹ کر دی۔ امیر صاحب ماشاء اللہ عام امیر نہیں تھا، بنا ہوا آدمی تھا، ہمارے حضرت مولانا صاحب کے اوّلین مریدوں میں سے تھا، اس نے عاجزانہ جواب دیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، پتا نہیں تھا۔ آپ کسی متکبر آدمی کو سر پر ڈنڈا ماریں، اس سے اتنا اثر اس پر نہیں ہوگا لیکن اس سے عاجزانہ ایک جملہ کہہ دیں تو اس کو شکست کھانا پڑتی ہے۔ واقعی کبر تواضع کے آگے شکست کھا جاتا ہے۔ اس نے جب یہ بات کہی تو میرا دل بڑا متأثر ہوا کیونکہ میرا خیال یہ تھا کہ یہ آگے سے بحث کرے گا، اس پر مناظرہ ہوگا، پھر پتا چلے گا کہ علم کس کو آتا ہے۔

اجتماع کی جگہ پر پہنچے۔ پشاور کے دیہات سربند کی کھلی زمین، اوپر شامیانے، نیچے گھاس بچھائی ہوئی۔ آدمی نے اعلان کیا: ''یہیں نماز پڑھو گے، یہیں بستر بچھاؤ گے اور سوؤ گے۔'' حیرت ہوئی۔ ہم کالج کے طلبہ کیسے یہاں کھلی زمین پر سوئیں گے۔ پشاور میں اس زمانے میں دیہات میں نلکوں کا بندوبست بالکل نہیں تھا۔ آب پاشی کی نالیوں میں نہر کا پانی بہتا تھا۔ اسی سے تالاب بھر لیتے تھے، اسی پانی سے وضو کرتے تھے، اسی کو پیتے تھے۔ ہم نے کہا: ''نہ اس کا پانی پیتے ہیں، نہ اس سے وضو کریں گے، یہ کوئی آدمیوں کا پانی ہے۔'' کچھ چلے پھرے تو ایک مسجد میں ہینڈ پمپ لگا ہوا ملا۔ شکر کیا کہ پانی کا تو بندوبست ہو گیا۔ شام کا بیان حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب خطیب ٹیلی فون فیکٹری ہری پور کا ہوا۔

File Adress:

حضرت صرف تبلیغی امیر صاحب نہیں تھے بلکہ سلسلے میں بیعت، ذاکر شاغل اور کامل آدمی تھے۔ان کا بیان اس لئے کرایا گیا کہ وہ خود ہی اردو بیان کا پشتو میں ترجمہ بھی کر لیں گے۔ انھوں نے آیت:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ(الروم:۴۱)

ترجمہ: خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیاان برائیوں کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔

کا بیان کیا اور بتایا کہ حالات کا تعلق اعمال سے ہے۔اعمال بگڑتے ہیں تو حالات بگڑتے ہیں اور اعمال سنورتے ہیں تو حالات سنورتے ہیں۔زبردست بیان تھا۔یونیورسٹی والوں کے مطابق زبردست Logical Order یعنی منطقی ترتیب پر تھا۔بہت متأثر ہوا۔ جوں بیان ختم ہوا، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ یہ بیان بہت اہم ہے،اس کو لکھ کر میں اس کا پمفلٹ شائع کرنا چاہتا ہوں تاکہ سب لوگوں کو پتہ چلے کہ مولوی صاحب نے جو بات کہی ہے وہ کتنی ضروری بات ہے۔ساتھیوں نے کہا: یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن سارے بیان کے نتیجے میں مولانا صاحب نے وقت لکھوانے کا ایک مطالبہ کیا ہے۔اس پر میں نے وقت لکھوا لیا۔اللہ کی شان کہ وہی ہماری زندگی کے بدلنے کا بنیاد بن گیا۔

دینی مجالس سنگ پارس ہیں

عرض یہ کر رہا تھا کہ دین اور دین والوں کا رابطہ اگر فالتو نیت سے بھی ہو تب بھی وہ ایسی چیز ہے کہ سنگِ پارس ہے۔سنگِ پارس ایک پتھر ہے، وہ لوہے یا تانبے کو چھو جائے تو وہ سونا بن جاتا ہے۔کسوٹی دوسرا پتھر ہے،اس پر سونے کو رگڑیں تو پتا چلتا ہے کہ اس میں کتنا سونا ہے کتنا تانبا ہے۔ ہمارے بڑے حضرت جناب مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

File Adress:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ پشاور تشریف لائے۔ حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا یہ آدمی سنگِ پارس ہے۔ جو بھی اس سے لگ جائے گا سونا بن جائے گا، کندن بن جائے گا۔ واقعی جو بھی نزدیک ہوا جو بھی قریب لگا دنیا آخرت کی برکتیں لے کر وہاں سے نکلا۔ یہ دینی مجالس اور دینی لوگ سنگِ پارس ہوتے ہیں۔ جو بھی قریب لگا بس سونا ہو گیا۔

جب دینی مجلس کی کارگزاری سنانے کے لئے فرشتے دربارِ الٰہی میں پہنچتے ہیں تو ساری کارگزاری سنانے کے بعد جب بشارت ملتی ہے کہ ان کی مغفرت کر دی گئی تو اس پر فرشتے کہتے ہیں: ''یا اللہ تبارک وتعالیٰ! ایک آدمی ان میں ایسا تھا جو مجلس کی نیت سے نہیں آیا ہوا تھا۔ ایسے ہی اپنے کام کے لئے آیا تھا، ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔'' ارشاد ہوتا ہے: اس کی بھی مغفرت ہو گئی کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا۔

اللہ کا شکر ہے کہ آنے والوں میں قبول تو کوئی ہی ہوگا لیکن **لا یشقیٰ جلیسھم** کے ضمن میں ہم سارے آجاتے ہیں۔ سب قبول ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ حج میں واقعہ لکھا ہے کہ ابنِ موٗفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں حج میں تھا، خواب دیکھا، دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا: کتنے آدمیوں نے حج کیا؟ دوسرے نے کہا: چھ لاکھ آدمیوں نے۔ پوچھا: کتنوں کا حج قبول ہوا؟ دوسرے نے کہا: چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔'' ابنِ موٗفق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں خواب سے اٹھا تو بہت زیادہ غمگین اور اداس تھا کہ یا اللہ! چھ لاکھ آدمی آئے اتنا خرچہ کیا، تکلیفیں اٹھائیں، مشقتیں جھیلیں اور حال یہ ہے کہ صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ اسی پریشانی میں حج کے باقی اعمال پورے کر رہا تھا کہ میں نے پھر انہی دو فرشتوں کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چھ کی

File Adress:

برکت سے سب کا حج قبول کرلیا۔یعنی ایک ایک کے بدلے ایک ایک لاکھ کا حج قبول کرلیا۔

یہ اللہ کا احسان ہے۔

جتنا راستہ بھی آپ نے طے کیا اللہ کی رضا کے لئے طے کیا، جتنا خرچہ کیا اپنے اوپر اللہ کے راستے میں۔۔۔اللہ کے راستے میں اپنے اوپر خرچہ کرنے کا ثواب کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ویسے خرچ کرنے کا ثواب دہ در دنیا اور ستّر در آخرت ہے،سعدِ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔اس پر ہمارے مولانا صاحب حساب کیا کرتے تھے۔سات لاکھ کا حساب عام لگایا کرتے تھے اور دوسرے حساب سے ۴۹ کروڑ ثابت کر کے دیا کرتے تھے۔اتنا تو جو آپ لوگوں نے اپنی ذاتوں پر خرچ کیا اس کا ثواب ہے۔

اہل اللہ کی روحانیت کے اثرات

ایسے علاقوں میں جا کر کام کرنا جہاں کوئی دینی فضا ہی نہیں ہے۔سچ بات ہے کہ ساری ترتیب کے فلسفی اور منطقی اثرات تو بعد کی بات ہے، روحانی اثرات پہلے کی بات ہے۔جس فکر کے ساتھ،جس جذبے کے ساتھ کسی علاقے میں کوئی آدمی قدم رکھتا ہے اس کے قدم رکھتے ہی علاقے میں اثرات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔پھر جو اعمال کرتا ہے تو اعمال کے اثرات آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ایک بزرگ سنا رہے تھے کہ ایک علاقے میں ہندو جوگی گئے اور انھوں نے اپنے جوگ کے زور سے سارے علاقے پر قبضہ کرلیا اور چھا گئے۔کوئی اللہ والے نیک بزرگ عالم اس علاقے میں چلے گئے۔جس دن پہنچے تو جوگیوں کو پتا چلا کہ ہمارا سحر اور جادو کا زور ٹوٹ گیا ہے اور چل نہیں رہا، ان کو اندازہ ہوا کہ ہمارے دلوں اور دماغ پر بھی بوجھ آ گیا ہے۔یہ لوگ اس جگہ کو چھوڑ کر بستی سے بھاگ کر باہر نکلے،تو بوجھ ہلکا ہو گیا اور جب اور تیز بھاگے تو بوجھ ختم ہوا۔انھوں نے جو معلومات کیں تو اندازہ ہوا کہ ایک اللہ والے آ گئے

File Adress:

تھے اور ان کی روحانیت کا یہ اثر تھا کہ اس کے سامنے باطل رک نہیں سکتا تھا، ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ تو صحیح فکر اور صحیح عقائد کے ساتھ یہ روحانی اثرات آتے ہیں۔

ایک بار دیوبند میں کسی خاتون کا بچہ اغوا ہو گیا۔ اغوا کرنے والے ہندو تھے، وہ بچے کو لے گئے اور اپنے طرز پر اس کی تربیت کی، یہاں تک کے اسے بڑا جوگی بنا چھوڑا۔ کسی طریقے سے وہ بچہ واپس گھر پہنچا، اب نوجوان ہے اور جوگ کے شعبدوں پر ایسا اعتقاد اس کا ہو گیا ہے کہ کسی دلیل اور کسی ترغیب سے مطمئن نہیں ہو رہا، اسے ہندو مت ہی پر اطمینان تھا والدین اس کے بڑے پریشان تھے، کئی علماء سے ملوایا، لیکن جوگی صاحب کو کوئی قائل نہ کر سکا، کرتے کرتے کہیں مولانا یعقوب نانوتویؒ کی خدمت میں پہنچ گئے، انہوں نے کہا کہ بھئی اسے لے آنا ہمارا بھی ایک جوگی ہے اس سے ملوائیں گے۔ والدین بچے کو دارالعلوم دیوبند لے آئے، ادھر مولانا یعقوب نانوتویؒ نے سارا مسئلہ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کو بتا دیا۔ حضرت قاسم نانوتویؒ تو پایے کے عالم اور صاحب توجہ بزرگ تھے، انہوں نے توجہ کی، تو وہ نوجوان جوگی والدین کے ہاتھوں سے خود کو چھڑا کر دارالعلوم دیوبند کے دروازے سے دور بھاگ کر کھڑا ہو گیا، نانوتوی صاحبؒ نے توجہ بدستور قائم رکھی، تو وہ آہستہ آہستہ قریب آنے لگا، جب قریب پہنچا تو پھر واپس بھاگ کھڑا ہوا، لیکن اس بار زیادہ دور نہیں گیا، یوں کرتے کرتے سات بار واپس ہوا اور ہر بار واپس بھاگ کر پہلی بار سے کم فاصلے پر کھڑا ہو جاتا، ساتویں بار آ کر مولانا قاسم نانوتویؒ کے قدموں سے لپٹ گیا کہ مولانا مجھے کلمہ پڑھایئے تو اللہ والوں کی دعا و توجہ کی ایسی تاثیر ہوتی ہے، زبان سے کچھ نہیں کہا لیکن دل کا جو تعلق ذات ذوالجلال سے جو قائم ہو گیا تھا اس کی طاقت اور زور نے کام دکھا دیا۔

ایک بار ہندوؤں کے ساتھ ایک مناظرہ تھا۔ دیوبند والوں کی طرف سے دیوبند کے مشہور مناظر مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ مقرر ہوئے۔ یہ پائے کے حاضر جواب اور

File Adress:

قابل آدمی تھے، دیوبند کی طرف سے عموما باطل فرقوں کے خلاف انہی کو وکیل مقرر کیا جاتا تھا، مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ مشہور مقدمہ بہاولپور جو ایک مسلمان لڑکی کے قادیانی کے ساتھ نکاح کی تنسیخ کے لیے انگریز کے دور میں ہوا، تشریف لائے تھے۔ مولانا مرتضی صاحب کے سامنے جو ہندو مناظر آئے ہوئے تھے، ان کے سامنے خلاف معمول حضرت کی زبان بند ہونے لگی، سارے حیران و پریشان تھے کہ یا اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے، مولانا تو بڑے بڑے مناظروں میں بند نہیں ہوتے اور آج ان کو کیا ہو گیا ہے۔ غور کیا گیا تو دیکھا کہ ان کا ایک جوگی آ کر ایک کونے میں بیٹھا ہوا ہے اور مجمع پر توجہ ڈالی ہوئی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی مجمع میں موجود تھے کسی نے ان کو پرچی لکھ بھیجی اور اس جوگی کی طرف متوجہ کیا، حضرت اپنی جگہ سے اٹھے اور عین اس جوگی کے سامنے آ کر بیٹھ گئے اور جب معمولی توجہ ڈالی تو وہ جوگی اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے بے چین ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا اور تھوڑی دیر بعد گھبرا کر وہاں سے اٹھ گیا اس کے بھاگتے ہی حضرت مولانا مرتضی حسنؒ کی زبان کھل گئی اور پھر چند ہی لمحوں میں ہندو پنڈتوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔ یہ حضرت خلیل احمد سہارن پوریؒ کی روحانیت کا اثر تھا کہ ہندو کی پوری ترتیب اور منصوبہ ناکام ہو گیا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا تعارف

حضرت سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی انہیں اجازت حاصل تھی، حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت بھی حضرت سہارنپوری سے ہے۔ اتنی بڑی شخصیت ہیں۔ سہارنپور کے مدرسہ مظاہر علوم کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث گزرے ہیں اور **بذل المجھود** کے نام سے ابوداؤد شریف کی لاجواب شرح لکھی ہے، ان کی آخری زندگی

File Adress:

مدینہ منوّرہ میں گزری ہے اور مدینہ منوّرہ میں وفات ہو کر ہی جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

اتنی بڑی شخصیت ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب بریلوی حضرات نے دیوبند والوں کے خلاف ایک کفر کا فتویٰ لکھوا کر حرمین کے علماء سے دستخط کرا دیا تھا تو اس کے لئے پھر دیوبند والوں نے اپنے نمائندہ عقائد کے بارے میں ایک تحریر لکھوائی۔ وہ تحریر حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے لکھوائی، المھنّد علی المفنّد اس کا نام ہے اور عقائد دیوبند کی نمائندہ کتاب یہی ہے۔ جتنے مولوی صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں ان کو میں بتا دوں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ دیوبند کی صد سالہ تقریب میں قاری طیب صاحبؒ کے ساتھ میں اپنے حضرت صاحب کی برکت سے سٹیج پر بیٹھا ہوں۔ دیوبند کی صد سالہ تقریب میں دنیائے اسلام سے جن چند گنے چنے لوگوں کو سٹیج پر بٹھایا گیا تھا، ان میں حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ وہ پیروں سے معذور تھے، اس لئے ان کو وہاں تک پہنچانے کے لئے دو خادم بھی ساتھ چاہئے تھے، ان میں سے ایک میں تھا۔ میں نے اکابر دیوبند کو قریب سے دیکھا ہے، ان کے پاس بیٹھا ہوں۔

دیوبند سے وابستگی کا اظہار

ہمارے ساتھی ان دنوں کمپیوٹر پر سلسلے کی ویب سائٹ بنانا چاہتے تھے کہ ہمارے سلسلے کا سب کچھ ہر وقت کمپیوٹر سے ساری دنیا دیکھ سکے۔ اس کے لئے انھوں نے پوچھا کہ کوئی نمائندہ نشانی دینی ہوتی ہے تو کیا دیں اس پر؟ میں نے کہا: ایک تو اس پر بیت اللہ شریف کا عکس لگاؤ کہ وہ عقیدے کی بنیاد ہے، ایک روضہ شریف کا عکس لگاؤ کہ سارے عقائد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہیں، ایک بیت المقدس کا عکس لگاؤ کہ وہ ہمارا سرمایہ ہے۔ چراٹ میں پاکستان کے کمانڈوز کا جو گوریلا مرکز ہے، انھوں نے تقریر کے لئے بلایا۔ میں گیا تو چند باتوں سے دل بڑا خوش ہوا۔ ایک اس بات سے کہ انھوں نے وہاں ایک

File Adress:

کتبہ لگا یا ہوا ہے جس پر لکھا ہے: یروشلم (بیت المقدس) اتنے سوکلومیٹر۔دل بڑا خوش ہوا کہ جس نے بھی لگا یا ہے شاید اس کے دل میں ہے کہ اس کو فتح کرنا ہے۔صرف اس خیال سے ہی قرب کی کتنی منزلیں طے ہو گئیں اور چوتھا عکس دیو بند کا لگاؤ کیونکہ دیو بند ہماری شناخت ہے۔بیت المقدس ہمارا ہدف ہے جسے آپ لوگ goal کہتے ہیں اور حرمین ہماری بنیاد ہیں۔

تو حضرت خلیل احمد سہارنپوریؒ نے دیو بند کے نمائندہ عقائد **المهند علی المفند** کی شکل میں لکھ کر سب کو دئے ہوئے ہیں، وہ عقائدِ دیو بند ہیں۔اس کے علاوہ کوئی چیز عقائدِ دیو بند نہیں۔اس کے علاوہ اگر کوئی کچھ کر رہا ہے یا کسی کے ساتھ واسطہ ہے تو اپنی ہی ڈفلی بجا رہا ہے۔

مولانا محمد اشرفؒ کی مقبولیت پر دبار رسالت سے منامی شہادت

تو میرے بھائی! دل میں اللہ تعالیٰ کے تعلق کی قوت پیدا نہ ہوئی ہو تو باقی ساری بحثیں ہی بحثیں ہیں۔ہماری پشاور یونیورسٹی میں ایک حافظ صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خان سے قرآن سنانے کے لئے آتے تھے۔یہ حافظ عبد الحق نابینا تھے۔اتنا زبردست حافظہ تھا کہ سنانے کے لئے تیاری نہیں کیا کرتے تھے۔جب سنانے کھڑے ہوتے تو از اول تا آخر کہیں غلطی نہیں ہوتی تھی۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اعمال کی آفتیں بیان کی ہیں۔حافظوں کی بھی ایک آفت ہوتی ہے کہ ہم کچھ ہیں اور ہمیں ایسا زبردست یاد ہے کہ ہم سے کوئی غلطی نہیں ہوتی۔حافظ عبد الحق صاحب نے ایک دفعہ سارا ختم کر لیا۔آخری دن سورۂ فاتحہ میں بھول گیا۔پیچھے کھڑے آدمیوں نے تین بار فتحہ دیا پر نہیں لے سکا۔لوگوں نے اس پر کہا کہ حافظ صاحب قرآن کا زور دیکھ لیا؟

حافظ عبد الحق صاحب کا قادیانیوں کے ساتھ مناظرے کرنے کا مشغلہ ہوتا تھا، دیہاتوں کے مناظرے تو جیتتا رہتا تھا۔یونیورسٹی کے پاس قادیانی پروفیسروں کے چند

File Adress:

مکان تھے۔ حافظ صاحب نے ان کو کہلوایا کہ میں مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔ مناظرہ کرنے کے لئے جو گیا تو دیہاتی مناظرے تو اس نے جیتے ہوئے تھے لیکن پروفیسر صاحبان نے حافظ صاحب کو گھیر لیا۔ کسی نے مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات کہی کہ حافظ عبدالحق صاحب مناظرہ کے لئے گیا تھا اور قادیانی پروفیسروں نے اس کو بند کیا ہوا ہے۔

خیر انھوں نے فرمایا کہ حافظ صاحب سے کہو کہ واپس آ جائے اور کل کی تاریخ اُن کے ساتھ مقرر کر لے۔ دوسرے دن مناظرہ مقرر ہوا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے سارا وقت کتابوں کے حوالے جمع کرنے میں گزارا۔ اس مناظرے سے جب واپس آئے تو حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ان کی ایک کتاب سے میں نے حوالہ دیا تو ان کا ایک آدمی ان کی وہ کتاب لے کر آیا اور اس تحریر پر انگلی رکھ کر جس کا میں حوالہ دے رہا تھا، کہنے لگا کہ دکھاؤ! کدھر ہے یہاں پر؟ تو میں نے کہا کہ بالکل یہود کے بچے ہو۔ وہ بھی اسی طرح انگلی رکھ کر تورات پر اس جگہ کو چھپایا کرتے تھے۔ انگلی ہٹاؤ تو نیچے وہ لکھا ہوا ہے جو میں نے کہا ہوا ہے۔ قادیانیوں سے مناظرہ بھی ایک فن ہے۔ یہ ایک خاص طریقے سے مناظرہ شروع کرتے ہیں تو جس آدمی کو پتہ نہ ہو تو خواہ کوئی کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو، اگر اس نے ختمِ نبوت والوں سے ٹریننگ نہ لی ہو تو اس کو پھانس لیتے ہیں اور بہت تنگ کرتے ہیں۔ عام آدمی کو ان کا ٹرینڈ مناظر بہت پریشان کر دیتا ہے تو اس لئے علماء کو تھوڑی سی تکلیف کر کے قادیانیوں کے مناظرے والا کورس ضرور کرنا چاہئے۔

اس مناظرہ کے لیے تیاری کے دوران بنوں کا مہربان نامی ایک لڑکا انجینئرنگ کا طالب علم تھا۔ اس کا بھی جذبہ ہوا کہ قادیانیوں کی کتابیں میں بھی پڑھوں، جیسے مولانا صاحبؒ پڑھ رہے ہیں، پھر مناظرہ کریں گے اور جیتیں گے۔ رات کو مہربان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور مہربان سے فرمایا کہ تو یہ کتابیں نہ پڑھ، ان کے پڑھنے کے

File Adress:

لئے اشرف کافی ہے۔

عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سبحان اللہ! ادھر ایک شخص بیٹھ کر ناموس رسالت کے لیے محنت کر رہا ہے، کتابیں دیکھ رہا ہے، مناظرہ کر رہا ہے اور دربار رسالت میں اس کے عمل کی آگاہی ہوگئی ہے اور اس کے لیے وہاں سے بشارتیں آ رہی ہیں۔ سچ بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر مبارک میں حیات ہیں۔ حضرت حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ملفوظ ہمارے پاس موجود ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں ظاہری حیات سے زیادہ قوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ جو آیت ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ:۱۵۴)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں

اور دوسری آیت ہے کہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ: اور تم اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو ہرگز مردہ گمان نہ کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

تو ان آیاتِ مبارکہ میں شہداء جو کہ تعلق مع اللہ میں تیسرے درجے پر ہیں جیسا کہ آیت میں ہے:

أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ

File Adress:

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (النساء:٦٩)

سب سے اوپر انبیاء علیہم السلام کا درجہ ہے، پھر صدیقین کا درجہ ہے اور پھر شہداء کا درجہ ہے۔تو جو فضیلت تیسرے درجے کے لئے ثابت ہے تو پہلے اور دوسرے درجے کے لئے تو بطریقِ اولیٰ یعنی زیادہ اچھے طریقے سے ثابت ہوگئی۔

سلسلہ کے ایک ساتھی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ان سے میرے بارے میں فرمایا کہ ڈاکٹر فدا سے کہو کہ کالے بکسے کا خیال رکھے، وہ میرے پاس آئے اور خواب سنا کر پوچھا کہ یہ کالا بکسہ کیا ہے۔ میں نے کہا: برخودار! آؤ میں تمہیں یہ کالا بکسہ دکھاؤں، یہ وہ پرانا سا بکسہ ہے جس میں میں زکوٰۃ اور صدقات کی رقم رکھتا ہوں اور اس سے امت کے فقراء و مساکین پر خرچ کرتا ہوں، پشاور جیسے ایک دور دراز شہر کے ایک بے نام ونشان گھر کے ایک کمرے میں پڑا ہوا ایک فقیر کا بکسہ اور اس کی تفصیلات بھی دربار رسالت میں پیش ہوئی ہے اور اس کی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری آگاہی ہے، اس سے بڑھ کر حیات اور کون سی ہوگی۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اٹھارہ سال تک مسجد نبوی میں روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حدیث کا درس دیا، درس میں سعودی توحید والے نجدی حضرات بھی آکر بیٹھ جاتے تھے، جب حضرت عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے تو یہ طرح طرح کی کج بحثیاں شروع کردیتے اور اعتراضات کرتے، ایک بار سوال پر سوال کیے جا رہے تھے، اور حضرت جواب دیتے رہے، اس دوران حضرت مدنیؒ پر جوش طاری ہوا اور زوردار آواز میں مجمعے کو پکار کر کہا کہ میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہے، اور تم لوگ سوال کیے جا رہے ہو، وہ دیکھ لو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تشریف فرما ہیں۔لوگوں نے جو نظریں اٹھا کر روضہ طیبہ کی طرف دیکھا تو گنبد اور حجرہ

File Adress:

مبارک اپنی جگہ سے ہٹا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ بیداری میں سارے مجمع کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور اس دن درس میں شریک نجدیوں پر عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھلا، یہ اہل حق کی مجالس کی برکت ہوتی ہے کہ لا یُشقیٰ جَلِیسُھم، ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں جاتا، اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی حق کھول دیا اور علمی منطقی دلائل کی بجائے حضرت مدنیؒ کی روحانیت اور تصرف کے ذریعے کھولا۔ تو اللہ والوں کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے اور باہم بیٹھنے کا اثر اہل علاقہ پر اور ان کے ساتھ بیٹھنے والوں پر ضرور آتا ہے اور ان کی روحانیت کے اثرات ضرور اپنا اثر دکھاتے ہیں۔

حق کی روشنی پھیل کر رہتی ہے

جتنے حضرات میرے ساتھ اس دور دراز علاقے کے اجتماع پر آئے ہوان شاء اللہ آپ لوگوں کی آمد سے اس علاقے پر روحانی اثرات آئیں گے۔ بونی میں آغا خانیوں کے مرکز میں ہم نے جو اجتماع کیا تھا، اللہ تعالیٰ کے احسان سے ان کی بنیادوں پر ضربیں لگی تھیں حالانکہ ہم نے اس میں ان کا نام بھی نہیں لیا تھا۔ لیکن آپ جب حق کام کریں اور حق کی بات کو آگے لے کر چلیں تو حق روشنی ہے، باطل اندھیرا ہے، روشنی جب جلے تو اس کو کہنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی کہ میں روشنی ہوں اور اندھیرے کو میں مارتی ہوں یا بھگاتی ہوں۔ جوں روشنی جلی، اندھیرا خود بھاگتا ہے۔

میں آپ کو سچ بتاؤں اس وقت کفر واسلام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟ اس وقت کافر کے اسلام میں داخلے کی سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان ہے۔ اس کی زندگی اسلامی نہیں ہے لہٰذا اس کی وجہ سے کشش نہیں رہی ہے۔ مستند کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ دس کافروں کو مسلمان بنانے سے ایک مسلمان کو صحیح مسلمان بنانا زیادہ بہتر ہے اور دوسری جگہ لکھا ہوا ہے کہ سو کافروں کو مسلمان بنانے سے ایک مسلمان کو صحیح مسلمان بنانا

File Adress:

افضل ہے کیونکہ حالتِ کفر میں آدمی جہنم میں گیا تو اتنا نقصان نہیں لیکن حالتِ اسلام میں آدمی جہنم میں گیا تو یہ بڑا نقصان ہے۔ کافر کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہماری زندگی ہے! میں اور تو ہیں! ہماری غیر معیاری زندگی ان کے لئے رکاوٹ ہے۔

رسالے میں جو باوا محیٔ الدین والا قصہ میں نے لکھوایا تھا وہ کس کس نے پڑھا ہے؟ چند آدمیوں نے ہی پڑھا ہے، باقی کا رسالے کے ساتھ تعلق ہی نہیں ہے۔ میں سارا مہینہ اتنا زور لگاتا ہوں اور رسالے میں ان چیزوں کو شائع کرتا ہوں۔ اس لئے میں نے طارق صاحب سے کہا کہ جس جس کو اعزازی رسالہ بھیجتے ہو ان سے کہو کہ تبصرہ لکھیں تو کسی نے نہیں لکھ کر بھیجا۔ میں نے کہا: ان سب اعزازیوں کے رسالے بند کرواؤ۔ جب ان میں سے کوئی پوچھے کہ ہمارا رسالہ بند کیوں ہوا ہے تو جاری کر دینا کیونکہ اس کو پتہ تو چلا ہے۔ لوگوں کو تو پتہ ہی نہیں ہوتا، وہ تو ہماری چیز کو ردی کی ٹوکری میں پھینک رہے ہوتے ہیں۔

باوا محیٔ الدینؒ اور ان کے روحانی اثرات

باوا محیٔ الدینؒ کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ سری لنکا کا ایک لڑکا تھا۔ وہ امریکہ میں تصوف پر پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہا تھا۔ وہاں یونیورسٹیوں میں ہر چیز پر پی۔ ایچ۔ ڈی ہوتی ہے۔ اس نے اپنا مقالہ مکمل کیا اور امتحان دینے کے لئے جب گیا تو تصوف چونکہ ایک عملی چیز ہے تو اس بنیاد پر وہ سری لنکا کے نقشبندیہ سلسلے کے ایک بزرگ باوا محیٔ الدین صاحبؒ کو ساتھ لے گیا کہ ایک صوفی کے نمونہ کے طور پر ان کو پیش کرے، اس کا امتحان ہو گیا۔

نقشبندی حضرات کی توجہ کی مہارت ہوتی ہے۔ وہ آدمی کے دل کو اچھال دیتے ہیں، ہلا دیتے ہیں، آدمی کے باطن میں کیفیت طاری کر دیتے ہیں، تو لوگ ان سے بڑے متأثر ہوتے ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ افعال سے متأثر ہونا چاہئے انفعال سے متأثر نہیں ہونا چاہئے۔ انفعال اور افعال دو اصطلاحیں ہیں۔ انفعال ہے دل میں کوئی حالت طاری کر دینا

File Adress:

اور افعال ہیں کہ اس آدمی کے فعل کیا ہیں۔ آیا وہ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے شریعت کے معیار پر ہے کہ نہیں ہے۔ تو اصلِ تصوف افعال ہیں انفعالات زوائد ہیں۔

ان بزرگوں کے ذریعے مظاہرہ اس کے امتحان کا تو ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا خیال ہوا کہ میں ان بزرگوں کو بطورِ نمونہ اور بطورِ نمائش کے جگہ جگہ پھرایا کروں اور تصوف کے نام پر ایک تحریک چلاؤں۔ اس نے باوا صاحبؒ سے کہا کہ ہم اس طرح کریں گے۔ باوا صاحب تو اللہ والے تھے اور اللہ والے شہرت اور اشتہار سے دور بھاگتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جس چیز کو لے کر میں چل رہا ہوں وہ اللہ کا تعلق ہے۔ اس میں یہ بات نہیں ہو سکتی جو آپ کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکے نے کہا کہ آپ تو میرے محتاج ہیں، آپ کو میں یہاں لے کر آیا اور آپ کی ساری چیزوں کا بندوبست میں کر رہا ہوں۔ میں آپ کو چھوڑ دوں تو آپ کیسے زندگی گزاریں گے؟ باوا صاحب نے جواب دیا کہ میں آپ کا محتاج نہیں ہوں۔ اس نے کہا کہ اچھا تو پھر میں آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ باوا جی کو لے گیا اور ایک جنگل بیابان میں چھوڑ کر آ گیا۔

ہمارا اور آپ کا بھروسہ تو اسباب پر ہوتا ہے جبکہ اللہ والوں کے نزدیک اسباب تو صرف اسباب ہیں، ارباب یعنی رب نہیں۔ انھوں نے سوچا پہلے تو ایک ظاہری سبب تھا، وہ ہٹ گیا، اب اللہ تعالیٰ خود ہی وسیلہ ساز ہو گیا، اب کسی کا کیا غم ہے۔ بس اپنا اللہ اللہ کرنے لگ گئے۔ کچھ لڑکیاں سیر کے لئے اس جنگل میں آئیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک عجیب آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ انھوں نے اس کو ساتھ کیا کہ ہمارے ساتھ چلیں۔ آپس میں انھوں نے کہا we shall keep him as pet at our home (ہم انہیں اپنے گھر میں Pet کے طور پر رکھیں گے)۔ جیسے لوگ خوبصورت طوطے پالتے ہیں، تیتر پالتے ہیں، چکور پالتے ہیں ان کو انگریزی میں Pet کہتے ہیں، اسی طرح انھوں نے کہا کہ ہم ان کو اپنے گھر میں پالیں گے، جب گھر لے گئے تو باوا جی نے اشاروں سے ان کو سمجھایا کہ میں سبزی کھا

File Adress:

سکتا ہوں، گوشت وغیرہ، ذبیحہ نہیں کھا سکتا۔ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ اب دال ساگ روٹی دیتے، باوا صاحب کھا رہے ہیں اور اللہ اللہ کر رہے ہیں۔

سچ ہے کہ اللہ والوں کا وجود ہی رحمت و برکت ہوتی ہے، جس جگہ پر بھی چلے جائیں عامی سے عامی آدمی کو بھی پتہ چلتا ہے کہ کوئی اثرات والی شخصیت ہے۔ ہمارے ہاسٹل کا ہیڈ بیرا ہوتا تھا۔ وہ حضرت مولانا صاحب کا بہت معتقد تھا، فقیر اس کا نام تھا۔ ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ فقیر! تم کیسے معتقد ہوئے؟ اس نے بتایا کہ مولانا صاحب ایک دفعہ بیان کے لئے ہمارے ہاسٹل میں آئے تھے، نیچے بڑے ہال میں کامن روم تھا اور اس میں ٹی وی لگا ہوا تھا اور اوپر مسجد تھی۔ جوں ہی مولانا صاحب آ کر بیٹھے تو ٹی وی بند ہو گیا۔ بیان مکمل ہوا اور سب کچھ ختم ہونے کے بعد جب مولانا صاحب ہاسٹل سے تشریف لے گئے تو ٹی وی پھر چل پڑا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو میں نے کہا کہ اس عالم میں ضرور کوئی بات ہے! تو سچ ہے اللہ والوں کی زندگی رحمت اور کشش ہوتی ہے۔

ان یہودی لڑکیوں کو بڑی چاہت ہوئی کہ یہ بڑا عجیب آدمی ہے۔ ان سے بات چیت کی جائے اور سب کچھ معلوم کیا جائے۔ کسی طرح انھوں نے یہ معلوم کر لیا کہ یہ سری لنکا کا رہنے والا ہے۔ وہ سری لنکا کے ایک آدمی کو لے کر آئیں کہ ان کی باتوں کا ترجمہ کرے۔

اہلِ کفر میں دعوت دینے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے ان کو اسلامی اخلاق اور اسلامی صفات جو انسانوں کے لئے رحمت بنی ہیں ان کا تذکرہ کرو، اس سے اُن کے دل ہاتھ میں آجاتے ہیں۔ باوا صاحب نے انسانی اخلاق، ہمدردی خیر خواہی، خدمت اور اخلاص کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ آدمی تو بڑی عجیب باتیں کر رہا ہے۔

اب یہ لڑکیاں دن میں جاتیں لوگوں کو خبر کرتیں کہ ہمارے ہاں ایک ویجیٹیرین بابا vegetarian آیا ہوا ہے۔ تم لوگ اس سے ضرور ملو اور اس کی باتیں سنو۔ کرتے کرتے

File Adress:

باوا صاحب کا ایک پورا حلقہ بن گیا۔ بہت بڑا حلقہ اوراس میں لڑکے لڑکیاں آ رہے ہیں اور انھوں نے اعلان کر دیا کہ "we are vegetarian society" یعنی ہم سبزی خوروں کی تنظیم ہیں۔ باوا صاحب انھیں کچھ نہیں کہتے تھے کہ تم نے سکرٹ کیوں پہنی ہے یا تم نے پردہ نہیں کیا ہوا۔ نہ عورتوں کو اور نہ ہی مردوں کو کچھ کہتے۔ سب آتے تھے، جب باوا صاحب بات کرتے تو خاموش بیٹھے ہوتے اور پھر چلے جاتے۔ ان سے کوئی توحید یا رسالت، آخرت، نماز، روزہ، کسی بات کا تذکرہ نہیں کیا۔ کچھ لوگ جو زیادہ قریب ہوئے اوران کی طلب ہوئی تو انہیں ہدایت ہوگئی انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور نمازیں شروع کر دیں۔ باقی بس ویجیٹیرین سوسائٹی میں آتے تھے، ان کی باتیں سنتے تھے۔

ایک دن باوا صاحب نے ایک تحریر لکھوائی۔ اس میں لکھا کہ میں آپ کے سامنے جس حق انصاف اور ہمدردی، خیر خواہی، خدمتِ خلق اور نیکی اور اخلاص، ان سب باتوں کا جو تذکرہ کرتا تھا ان سب کی بنیاد توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہ سب باتیں جس ہستی کی برکت سے ہمارے لئے آشکارا ہوئیں اور ہم پر ظاہر ہوئیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی ہے اور سب نے مرنا ہے، آخرت کی طرف جانا ہے اور اعمال پیش ہونے ہیں اور حساب کتاب ہونا ہے اس لئے میری وصیت ہے کہ جتنے میرے متعلقین ویجیٹیرین سوسائٹی میں آئے تھے وہ سارے کے سارے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی اعمال شروع کر دیں۔ ان کی وصیت پڑھ کر سنائی گئی۔ ایک تہائی مجمع بھاگ گیا۔ ایک تہائی مجمع فوراً کھڑا ہوا انھوں نے کہا جو کچھ باوا صاحب نے کہا: 'آمنّا و صدقنا! ہمارا اس پر ایمان ہے۔ ایک تہائی مجمع نے چند دن غور وفکر کے لئے مانگے اور پھر انھوں نے بھی غور وفکر کر کے قبول کرلیا۔

فلاڈیلفیا (Philadelphia) میں ان کی مسجد بنی، مرکز بنا اور پھر باوا صاحب نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ جتنی عورتیں اسلام قبول کی ہوئی ہوں وہ پردہ کریں۔ تو انگریز عورتوں

File Adress:

نے اور کئی یہودی عورتوں نے جو مسلمان ہوئی تھیں پردہ کرلیا۔ انھوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری مسجد کے دو حصے ہوں۔ ایک مردوں کا حصہ ہو اور ایک علیحدہ عورتوں کا حصہ ہو۔ پھر عورتوں کا حصہ علیحدہ کر دیا گیا۔ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو باوا محی الدین صاحب کی ویب سائٹ بھی موجود ہے۔

نرے مولویوں کے ہاں تشہیر کے لیے غیر شرعی حرکتیں

عرض یہ کرنا تھا کہ اللہ والوں کو شہرت کی، اشتہار کی، تشہیر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، اس کے بغیر ان کی روحانیت کے ایسے اثرات آتے ہیں کہ معاشرے کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشک آنست کہ خود بہ بوید نہ کہ عطار بگوید۔ خوشبو اور عطر وہ ہے جو کہ خود خوشبو دے نہ کہ عطار کو یہ کہنا پڑے کہ یہ خوشبو ایسی ہے اور ویسی ہے۔ اگر وہ خوشبو ہے تو خود اپنے آپ کو بتا دے گی کہ میں کیا ہوں، خوشبو ہوں کہ نہیں ہوں۔

ہمارے ہاں پشاور یونیورسٹی میں ایک دینی سیاسی پارٹی نے کوئی تقریب کرنا چاہی تو کوئی چالیس پچاس آدمی مسجد میں جمع ہوئے اور مسجد میں کیمرے لے کر بیٹھے ہوئے تھے، ہمارا ایک بھانجا ہے، اس کا بڑا سیاسی جوش وجذبہ ہوتا تھا۔ وہ بھی شامل ہونے کے لئے گیا ہوا تھا۔ تھا تو سلسلے کا تربیت یافتہ۔ اس نے جو دیکھا کہ مسجد کے اندر فوٹو گرافی کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ جی ہم کیا کریں، آج کل میڈیا کا دور ہے، یہ باتیں ضروری ہوتی ہیں۔ اتفاقاً ان ہی دنوں اسلام آباد میں تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا۔ اس نے کہا: پچاس آدمی تو ہو نہیں اور میڈیا میڈیا کر رہے ہو اور وہاں اسلام آباد میں اڑھائی لاکھ آدمی جمع ہیں، کوئی میڈیا نہیں ہے۔

ان مدرسے والوں کو اللہ ہدایت دے۔ ہری پور کے ایک مدرسے نے اشتہار چھاپا، جن بچوں کی دستار بندی ہونی تھی، ان کی تصویریں اشتہار پر لگائی ہوئی تھیں۔ ایک مدرسے

File Adress:

کے مولوی صاحب نے اپنے مدرسے کی کارکردگی مجھے تصویروں کے البم کی شکل میں بھیجی، تصویروں کا پورا پلندہ اس نے ساتھ بھیجا۔ اللہ ہی ہدایت دے۔ میں نے کہا: یہ مولوی صاحب خفا ہوگا، ورنہ اس کو میں کہتا کہ اللہ پاک دین کے پھیلانے میں تیرا میرا محتاج ہی نہیں ہے کہ تو اور میں غیر معیاری حرکتیں کرتے ہوئے، اپنی شہرت کا سامان کرتے ہوئے لوگوں کو یہ تأثر دیں کہ ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ سے اور تجھ سے کام لینا چاہتا ہے کہ ہم اخلاص کے ساتھ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کریں۔ اللہ پاک ہمارا محتاج نہیں ہے۔ اتنی بڑی مصیبت اور قتل کے خطرے سے اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مکڑی کے جالے اور ایک کبوتر کے گھونسلے کے ذریعے بچایا ہے۔ کتنی کمزور مخلوق مکڑی اور کتنی کمزور مخلوق کبوتر۔ ان دو کے ذریعے کو استعمال کیا اور اللہ تعالیٰ نے بچایا۔ تو دین تیرا اور میرا محتاج نہیں ہے۔ اللہ والے رحمت ہوتے ہیں۔ وہ خود جہاں جاتے ہیں ان کا وجود ہی بتا دیتا ہے کہ یہ کوئی ہے۔ ان کو اشتہار کی، تصویر کی، شہرت کی، اخبار کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اجتماع میں شرکت کی نیت

اب ایک تو یہ ہے کہ ہم جس نیت سے آئے تھے اپنی نیت درست کرلیں یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت صاحبؒ کی ایک خلافت حضرت گنگوہیؒ کے سلسلے کی شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اور ایک حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کی حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ حضرت دعاجو دہلویؒ نے رائیونڈ مرکز بنایا تھا۔ تین جھونپڑے بنا کر انھوں نے شروع کیا تھا۔ میں نے وہ جھونپڑے ۱۹۶۵ء میں دیکھے ہیں۔ وہ بات بات میں نکتہ نکالتے تھے۔ فرمایا کرتے: ''بھائیو! تبلیغ میں کس لئے آئے ہو؟ اللہ کی رضا کے لئے، اپنی اصلاح کے لئے، دوسرے کی اطلاع کے لئے۔'' ایسے مختصر اور قافیے والے جملے بناتے کہ آدمی کو حیرت ہوتی تھی۔ 'نکاتِ عزیزیہ' پورا

File Adress:

ایک کتابچہ ہے ان کی باتوں کا۔تو وہ فرماتے کہ اللہ کی رضا کے لئے، اپنی اصلاح کے لئے، دوسرے کی اطلاع کے لئے۔ہم بھی یہاں آئے ہیں اللہ کی رضا کے لئے اور اپنی اصلاح کے لئے۔سیر سپاٹے کو بھی اللہ تعالیٰ نے منع نہیں کیا ہوا، وہ تو بغیر نیت کے ہی ہو رہا ہے۔

میں جنوبی افریقہ گیا ہوا تھا۔وہاں کے ہمارے میزبان ایک ڈاکٹر صاحب تھے اور ایک مقامی عالم تھے۔عالم صاحب نے کہا کہ ان کو ڈالفن فش شو ضرور دکھاؤ۔ایک مچھلی ہے بڑے کرتب کرتی ہے۔مجھے سمندر کے کنارے لے کر گئے۔پورٹ الزبتھ اس جگہ کا نام تھا۔ سبحان اللہ! وہ مچھلی تو ایسے کام کرتی جیسا کہ آدمی کرتا ہے۔بڑا تماشہ انھوں نے کرایا۔میں نے ان سے کہا کہ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے دین کا کام کرنے کے لئے وقت دیا ہے۔ہمارے وقت کو ایسے ستعمال کرو کہ کھانا پینا اور آرام کے علاوہ باقی وقت کام ہوا کرے۔خیر ہمارے میزبان مولوی صاحب مولانا آدم صاحب سیاسی لحاظ سے بھی ذرا اہم تھے، انھوں نے کہا کہ اس کو ضرور دکھاؤ۔سب کچھ دیکھ کر میں نے کہا کہ مظاہرہ تو بڑا کامیاب تھا لیکن وہ آدمی جو دکھا رہا تھا وہ بھی بڑا ماہر تھا تو انھوں نے کہا کہ وہ آدمی کہاں تھا وہ تو عورت تھی۔میں نے کہا کہ شکر ہے پوری دیر جو ہم تماشہ دیکھتے رہے میرا خیال تھا کہ یہ مرد ہے، اگر پتہ ہوتا کہ عورت ہے تو پورا وقت معصیت میں گزرتا۔اللہ کی شان کی جب ان کی عورتوں کی عمر ۳۵ سال سے اوپر ہو جاتی ہے تو مرد عورت میں فرق نہیں رہتا۔دونوں ایک طرح کے ہو جاتے ہیں، بوڑھے بندر کی طرح۔نہ ایک میں کشش نہ دوسرے میں کشش۔سبحان اللہ!

مقامی ساتھیوں نے کہا یونیورسٹی میں جا کر ایک تقریر کرو گے۔وہاں جا کر تقریر کی۔ یونیورسٹی تو ایسی تھی کہ وضو توڑ یونیورسٹی تھی۔آدمی کا وضو نہیں رہ سکتا تھا، مرد عورتیں اس طرح پھر رہے تھے جیسے بھیڑ بکریاں۔جب واپس آئے تو انھوں نے کہا کہ ظہر کی جماعت تو ہوگئی ہے دوسری جماعت کرائیں۔وضو تازہ کرنے کی ضرورت پڑ رہی تھی، یونیورسٹی دیکھ کر آئے

File Adress:

ہوئے تھے، وضو توڑے ہوئے تھے۔ ہمارے امام مولانا آدم صاحب بھی ساتھ گئے ہوئے تھے۔انھوں نے کہا میں نماز نہیں پڑھاتا، نماز یہ پڑھائے۔ میں نے کہا میرا تو کوئی کمال نہیں ہے لیکن الحمدللہ چونکہ میں اللہ کے راستے میں ہوں اس کی برکت ہوتی ہے، میرا وضو نہیں ٹوٹا ہے، اگر چہ سارے ماحول دیکھے۔ تو نماز میں نے پڑھائی ان کو۔ تو نیت درست کر لیں، اللہ کی رضا کی، اپنی اصلاح کی اور دوسرے کی اطلاع کی۔

اجتماعی ماحول میں رہنے کے آداب

اگلی بات یہ ہے کہ یہاں اجتماعی ماحول ہے۔ ہم اس طریقے سے رہیں کہ ہماری وجہ سے دوسرے آدمی کو سُکھ ہو۔ رات کو میں سویا تو خدمت والے ساتھیوں کو سمجھایا ہوا ہے کہ رات کو جب میں سونے لگوں تو ایک آدمی اُدھر ایک اِدھر میرے پاس ہوا کرے کہ ظاہری حفاظت کا سبب بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن خدمت والے دیگ کے پاس ہی سارے پہنچ جاتے ہیں حالانکہ دیگ پر اپنے آدمی مقرر ہیں۔ رات کو جب اجنبی ساتھی میرے پاس آ کر لیٹے تو مسلسل ٹکراتے رہے، نیند ہی نہیں آ رہی تھی۔ خیر صبح کی نماز کے بعد لیٹے۔ اُدھر میں لیٹا ہوا ہوں اِدھر دو ساتھی آپس میں مجلس کر رہے ہیں، جاگے ہوئے ہیں۔ میں اُٹھا اور آہستہ سے سرگوشی میں کہا کہ "رو رو خبری کوئے، خلق اوده دی" (آہستہ آہستہ باتیں کریں لوگ سو رہے ہیں) میں نے سوچا اگر میں بھی اونچی آواز سے کہوں تو میں بھی اصول توڑ رہا ہوں۔ اللہ بھلا کرے وہ بیچارے بھی چونکہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے آئے ہوئے ہیں تو ہماری باتوں کو بھی برداشت کر لیتے ہیں تو وہ چپ ہو گئے۔ اجتماعی ماحول میں ہم کوشش کریں کہ ہماری وجہ سے دوسرے آدمی کو سکھ پہنچے۔ کوئی تہجد کے لئے جاگے اور اس کے جاگنے سے دوسرے آدمی کی نیند خراب ہو گئی تو اس نے نیکی حاصل کی یا نہ کی، وہ عبادت قبول ہوئی یا نہ ہوئی، وہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے لیکن دل آزاری کا گناہ اس نے پا ہی لیا۔

File Adress:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کے لئے اُٹھے تو ان کا بیٹا بھی اُٹھا۔ اس نے باقی مریدین کے بارے میں کہا: ''ابا جان! یہ تو سارے سوئے ہوئے ہیں۔'' انھوں نے فرمایا: ''بیٹا اگر تو تہجد کے لئے نہ اُٹھتا تو زیادہ اچھا ہوتا''۔ کہ تہجد کے لئے اٹھنے کی وجہ سے تہجد نہ پڑھنے والوں کی بے قدری اور ان کا استخفاف تمہارے ذہن میں آ گیا جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔ وہ مستحب عمل تھا، قبول ہے کہ نہیں، پتا نہیں اس عمل کا کیا بنا ہوگا، مگر یہ کبیرہ گناہ تو نے نقد کر لیا۔ اجتماعی زندگی میں کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، وضو کرنا، سونا، ان سارے اعمال میں ہم کوشش کریں کہ ہماری وجہ سے دوسرے آدمی کو سکھ پہنچے۔

ناشتے کے لئے میں آ کر بیٹھا تو پہلے آدمیوں نے ناشتہ کیا ہوا تھا۔ خدمت والے روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دسترخوان سے اٹھا رہے تھے۔ یہ وہ ٹکڑے تھے جو ساتھیوں نے نہیں کھائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آخری عمر میں چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ ان کو لوگ کرسی میں پھرایا کرتے تھے۔ باہر سے آئے اور دیکھا کہ ساتھیوں نے تربوز کھائے اور چھلکے باہر پھینکے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ ان پر جو سرخ کھانے کا گودا ہوتا ہے وہ لگا ہوا تھا۔ انھوں نے خادم سے کہا کہ سارے تربوز کے چھلکے اُٹھا کر لاؤ اور اپنے مریدوں، علماء اور جتنے لوگ آئے ہوئے تھے ان سب سے کہا کہ ان کو دھوؤ اور اس کے بعد کھانے کا جتنا سرخ حصہ ہے اس کو ہٹاؤ اور اس کو کھاؤ، پھر پھینکو کہ تم نے اللہ کی نعمت کو ضائع کیا ہے۔ اسراف اور تبذیر کے بعد تضییع ایک اگلا قدم ہے، یعنی ضائع کرنا۔ یہ اسراف اور تبذیر سے بھی بڑھ کر گناہ ہے۔ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ساتھی پھینک رہے تھے۔ اگر تو نے اپنے گھر پر کھایا ہوا خربوزہ، تربوز اور آم کے چھلکے اُٹھا کر اپنے پڑوسی کو نہیں دیئے کہ وہ اپنی بکری کو کھلا دے تو تو نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو ضائع کیا اور اتنے بڑے ثواب سے محروم ہوا۔ تُو روحانیت والوں میں سے نہیں ہے۔ اس

File Adress:

میں ہم بڑی مار کھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لے رہے ہیں اور اعمال ہم سے ضائع ہو رہے ہیں اور پتہ بھی نہیں چل رہا۔

شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کا تحقیقی مفہوم

ہماری دعوت سلسلۂ تصوف اور بیعت کی ہے۔ تصوف ظاہری و باطنی شریعت پر عمل کی ترتیب ہے، پوری کی پوری ظاہری اور باطنی شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کس ترتیب پر نصیب ہوتا ہے، اس ترتیب کو طریقت اور تصوف کہتے ہیں۔ اس لئے شریعت اصل ہے اور طریقت خادم ہے۔ عام طور پر غیر محقق صوفیاء کہتے ہیں کہ پہلے شریعت ہوتی ہے، پھر طریقت ہوتی ہے، پھر معرفت، پھر حقیقت۔ یہ چار درجے ہیں۔ شریعت سے آگے بڑھتا ہے تو طریقت ہے، اس کے بعد معرفت ہے اور اس کے بعد حقیقت ہے۔ ایسی بات محققین کی کہی ہوئی نہیں ہے۔ سب کچھ شریعت ہے، اس بات کو یاد رکھنا کہ سب کچھ شریعت ہے۔ طریقت اس کی خادم ہے۔ (آخری آدمی کھڑے ہو کر اس بات کو سات دفعہ بولو کہ سب کچھ شریعت ہے اور طریقت شریعت پر عمل کرنے کی ایک ترتیب ہے جو شریعت کی خادم ہے۔ چناچہ آدمی نے کھڑے ہو کر سات بار اس بات کو مجمع میں بولا۔) طریقت کے مجاہدات سے گزرنے کے بعد شریعت کا ایک شعبہ ہے جسے معرفت کہتے ہیں وہ آدمی کو حاصل ہو جاتا ہے اور جب آدمی کی معرفت بڑھتی ہے تو پوری شریعت کے ظاہر و باطن، اس کے فوائد، اس کا حاصل کرنا، اس کے اعمال، اس کے اثرات، اس کو جب آدمی جان لیتا ہے یہ حقیقت ہے۔ حقیقت بھی درحقیقت شریعت ہی کا ایک اعلیٰ اور نفیس فہم ہے جس کی وجہ سے آدمی پر چیزیں روشن ہو جاتی ہیں۔ وہ کوئی علیٰحدہ بات نہیں ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سیکھ لیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں یہ عمل طریقت کا ہے، یہ شریعت والوں کو سمجھ نہیں آ رہا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، اگر وہ عمل ہے تو شریعت ہوگا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آدمی کی نظر اتنی گہری نہ

File Adress:

ہو اور اس عمل کو شریعت کی روشنی میں نہ سمجھ رہا ہو، یہ تو ہو سکتا ہے لیکن شریعت سے باہر کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد صاحب مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت پائے کے عالم تھے اور حضرت گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی فقاہت کے قائل تھے اور ان سے کسی مسئلہ پر اگر حضرت یحییٰ ؒ اختلاف کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ یحییٰ کی بات پر اگر کسی نے عمل کر لیا تو وہ بھی ٹھیک ہے۔ بعض اوقات کہتے کہ مجھ سے یہ مسئلہ نہ پوچھو، میں اس کو ذرا سختی سے بیان کرتا ہوں، یحییٰ کو کسی دوسرے مسئلے سے تسلّی ہے، وہ آپ کو بتا دے گا۔ حضرت یحییٰ ؒ بڑے پائے کی شخصیت گزرے ہیں۔ ان کی خاص خدمت کرنے والے جو طلباء ہوتے تھے وہ افغانستان کے اور صوبہ سرحد کے ہوتے تھے۔ ان طلبا کو لئے ایک دن گرمیوں میں عصر کے وقت مولانا یحییٰؒ کنویں پر گئے۔ خود بیٹھ گئے جبکہ طلبا پانی کے ڈول نکال رہے ہیں اور ان پر ڈال رہے ہیں۔ پاس سے ایک مولوی صاحب گزرے جو اُن کے مخالف تھے۔ انھوں نے دل میں کہا کہ اپنے آپ کو مولوی اور فقیہ کہتا ہے اور کتنا پانی ضائع کر رہا ہے اور اسراف کر رہا ہے۔ حضرت یحییٰ صاحبؒ کو اس بات کا کشف ہوا تو انھوں نے کہا کہ مولوی صاحب! اس وقت غسل کی نیت نہیں کی ہوئی تبرید کی نیت کی ہوئی ہے، یعنی بدن کو ٹھنڈا کرنے کی، تاکہ گرمی کا اثر جو انسان کے باطن میں پریشانی اور اضطراب اور اضمحلال پیدا کر دیتا ہے وہ زائل ہو جائے۔

گرم موسم میں بدن ٹھنڈا ہو تو طبیعت تازہ اور شگفتہ ہو جاتی ہے۔ آدمی کسی چیز کو سمجھنا چاہے، سیکھنا چاہے، کرنا چاہے، اس کے لئے ذہن کی شگفتگی اور تازگی بھی ضروری ہے۔ رات کی تھکاوٹ کے مارے صبح کی نماز کے لئے ذہن کی شگفتگی ہی نہیں تھی۔ ہمارے ساتھی نے نعت پڑھی تو اس میں بھی اندازہ ہوا کہ تھکاوٹ کے مارے ۶۰ فیصد شگفتگی ابھی نہیں

File Adress:

بحال ہوئی۔ جو اثر اس کا پشاور میں محسوس کرتے تھے وہ یہاں محسوس نہ ہوا کیونکہ بدن میں تھکاوٹ کا اثر تھا، شگفتگی نہیں تھی۔ تو مولانا یحییٰؒ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اس وقت غسل کی نیت نہیں کی ہوئی۔ غسل تو واقعی پانچ رطل پانی سے ہی ہونا چاہئے جو کہ ڈھائی لیٹر بنتا ہے لیکن ٹھنڈا کرنے کی نیت سے یہ عمل شریعت کا عمل ہو گیا اور اسراف کا گناہ نہیں رہا۔

بزرگوں سے استفادہ فہم تام یا عشق تام پر موقوف ہے

بات یہ عرض کی تھی کہ شریعت سے باہر کوئی بات بھی نہیں ہے۔ کوئی آدمی کہے کوئی بات شریعت سے باہر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا تعلق اور حق اور حقّانیت ہے تو یہ آدمی غلط کہہ رہا ہے۔ اللہ والوں کو اپنی معرفت کی وجہ سے گہری سے گہری نیت حاصل ہوتی ہے۔ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میرے پاس رہتے ہوئے آدمی کو بڑے اشکال اور اعتراضات آئیں گے۔ اس لئے میرے ساتھ رہتے ہوئے آدمی کو دو باتیں حاصل ہونی چاہئیں۔ یا تو اس کا اتنا گہرا علم ہو کہ اس نیت کو سمجھ جایا کرے جس کے تحت میں کسی عمل کو کر رہا ہوں یا یہ محض عاشق ہو کہ ہم جو بھی کام کر رہے ہوں اس کو ٹھیک ہی نظر آ رہا ہو۔

ایک دیہات کا لڑکا پشاور آ کر مجھ سے بیعت ہو گیا، بڑا سادہ تھا۔ باقی طلبا اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اس سے کہتے کہ "تہ چی چانہ بیعت شوی ای خبر ای دی دہ ورزے سہ کئی؟ ٹول ورز بے پردہ خزو پہ مینز کے ناست ای۔" (تمہیں پتہ ہے کہ جس سے بیعت ہوئے ہو وہ دن کو کیا کرتا ہے؟ سارا دن بے پردہ عورتوں کے درمیان بیٹھا ہوتا ہے۔) دیہاتی لڑکے نے جواب دیا: "سہ ضروری خبرہ بہ ای زکہ بہ ناست ای، اسے بہ نہ وی ناست۔" (کوئی ضروری بات ہو گی تبھی بیٹھا ہو گا ویسے ہی نہیں بیٹھا ہو گا۔) میں نے کہا: مرید ایسا ہونا چاہئے کہ اس کو ایسا اعتقاد ہو، اس کو فیض ہوتا

File Adress:

ہے۔ ایسا اعتقاد ہو کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں کوئی بات ہو گی جس وجہ سے کر رہے ہیں۔

ایک بزرگ تھے، ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ہر جگہ مخالف لوگ اور طعنہ دینے والے ہوتے ہیں۔ تو لوگ مریدوں کو طعنہ دیتے تھے کہ آپ کا کیا بزرگ ہے؟ شادی ہی نہیں کی ہوئی ہے، پتا نہیں مرد ہے کہ نامرد۔ مرید ان کے طعنے خاموشی سے برداشت کرتے رہتے تھے۔ آخر ایک دن کسی نے اس مرید کو بتایا کہ رات کو ان کے پاس تنہائی میں ایک عورت آئی ہوئی تھی جن سے آپ بیعت ہیں۔ اب بے اعتقاد ا ہوتا تو بدگمان ہو جاتا لیکن اس نے کہا: شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ وہ الزام ہٹ گیا جو آپ کہا کرتے تھے کہ نامرد ہیں۔ یعنی اس مرید کو بدگمانی نہیں ہوئی۔ بلکہ الٹا اعتراض کرنے والوں کو لتاڑ دیا۔

ایک بزرگ تھے۔ وہ طاقت کی دوائی چار گولیاں کھاتے تھے۔ ایک مرید نے معلوم کیا کہ وہ طاقت کی کون سی دوائی ہے، بتایا: فلاں دوائی ہے۔ اس نے کہا: حضرت صاحب جو دوائی کھاتے ہیں ہمیں بھی کھانی چاہئے۔ ایک گولی جو اس نے کھائی تو اتنا گرم ہو گیا کہ چار شادیاں تھیں لیکن ٹھنڈا نہیں ہو رہا۔ اس کو خیال ہوا یا اللہ تعالیٰ! میں نے ایک گولی کھائی ہے یہ حال ہو گیا ہے، حضرت صاحب چار گولیاں کھاتے ہیں اور اتنی عورتیں بھی ان کے پاس آتی ہیں اپنے مسئلے بیان کرنے کے لئے اور دعا کے لئے، یہ تو کوئی عجیب بات ہے۔ بہر حال تسلّی اس کو تھی کہ اللہ والے ہیں، صاحبِ دعا ہیں، صاحبِ کرامت آدمی ہیں لیکن یہ بات بڑی عجیب ہے۔ تو یہ حضرت صاحب سے پوچھنے چلا گیا کہ وہ چار گولیاں جو آپ کھاتے ہیں، میں نے ایک گولی کھائی تو میرا یہ حال ہو گیا۔ انھوں نے کہا: گولی کی بات چھوڑو، تم سات دن کے اندر مرنے والے ہو۔ آدمی آیا، پریشان، جائیداد کا یہ کرو، مکان کا یہ کرو، میراث کا یہ ہو گا، اتنا پریشان کہ پانی منہ سے اترتا نہیں، روٹی کا نوالہ لیتا ہے وہ نہیں اترتا، برا حال ہو گیا۔ لیکن سات دنوں میں مرا نہیں۔ آ کر حضرت صاحب سے کہا کہ سات

File Adress:

دن ہو گئے میں مرا نہیں۔ انھوں نے کہا مرنے ورنے کو دفع کرو اب چار گولیاں کھالو۔ اس نے ایک گولی، دوسری، تیسری، چار گولیاں کھائیں پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ موت کی اتنی پریشانی ذہن پر سوار ہے۔ بزرگ نے فرمایا: برخوردار! مرتا آدمی ان سات دنوں میں ہی ہے یعنی ہفتہ سے جمعہ تک۔ تمہیں جو کہا تھا کہ سات دن کے اندر مرو گے تو جب بھی مرو گے انہیں سات دنوں میں مرو گے، کوئی آٹھواں دن تو ہے نہیں لہٰذا وہ بات تو جھوٹ نہیں تھی کہ سات دن کے اندر مرنے والے ہو لیکن تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ سات دن کے لئے تمہیں موت کی فکر حاصل ہوئی اور اس نے تمہارے جذبات کو اتنا دبا دیا کہ چار گولیاں کھانے کے بعد بھی تم فٹ نہیں ہو رہے ہو تو جس آدمی پر سالہا سال یہ کیفیت طاری ہو جو آپ کو سات دن رہی ہے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ سالہا سال سے مرنے کی، آخرت کی اور خاتمہ بالخیر کی اور مرنے کے بعد کیا ہوگا کی فکر طاری ہے، اس لئے چار گولیاں کھانے سے بدن میں بس اتنی طاقت ہو جاتی ہے کہ کھانا پینا اور عبادت میں اٹھنا بیٹھنا ممکن ہو جاتا ہے۔

مرید کے اعتقاد اور اس کے اثرات کا ایک واقعہ حضرت شیخ مولانا زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ بیتی میں بڑا عجیب لکھا ہے کہ ایک مرید اپنے شیخ کے پاس گیا۔ جونہی حاضر ہوا انھوں نے کہا: یہ ساٹھ ہزار روپیہ لے کر چکلے چلے جاؤ، جہاں بدکاری کرانے کے لئے عورتیں بیٹھتی ہیں۔ حیران ہوا کہ یہ حضرت صاحب کا کیا حکم ہے کہ ساٹھ ہزار لے کر چکلے چلے جاؤ۔ بہرحال کامل آدمی ہیں، صاحبِ دعا، صاحبِ کرامت ہیں۔ وہ پیسے جیب میں ڈال کر چکلے چلا گیا۔ دروازے پر بھڑوا جو چکلہ سنبھالتا ہے اس کا بڑا تجربہ ہوتا ہے، اس نے اس کو دیکھا، اسے اندازہ ہوا کہ اس نے کبھی بدکاری نہیں کی ہے پہلی دفعہ آ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ صوفی صاحب جیسے آپ پاک صاف سُچّے ہیں ایسی ہی پاک صاف سُچّی عورت ہم لے کر آئے ہوئے ہیں۔ جب سے آئی ہے ابھی تک کوئی بھی اس سے نہیں ملا، پہلے آدمی

File Adress:

تم ہی ملو گے۔اس نے کہا: ٹھیک ہے۔

اللہ والوں کا حکم ہے، آگے کوئی راز ہے جس کی سمجھ نہیں آرہی۔اس آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑا اوراس کو ایک کمرے میں لے گیا۔اندر ایک عورت بیٹھی رو رہی ہے اتنی زار و قطار کہ روتے روتے شامت ہوگئی ہے۔ اس نے جو دیکھا تو اس کی بیوی تھی۔ یہ سادہ لوح آدمی حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے اس حال میں آیا کہ نہ گھر کا بندوبست کیا، نہ محرم کا بندوبست کیا، نہ حفاظت کا، بس چادر کندھے پر ڈال کر آ گیا۔ پیچھے سے اس کی بیوی کو ڈاکوؤں نے اغوا کیا اور چکلے والوں کے پاس بیچ دیا۔کہتے ہیں: غیرت ایمان کا حصہ ہے۔ بعض باتیں اجزائے ایمان ہیں: الطھورُ شطر الایمان، الحیاء نصف الایمان، ما الایمان قال الاخلاص، یہ اجزائے ایمان ہیں۔بعض کو پورا بعض کو نصف ایمان کہا گیا۔ یہ نہ ہو تو ایمان کامل نہیں ہوتا۔اللہ والوں کو غیرت بہت ہوتی ہے۔اس طرح گندگی کی باتوں پر مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ جو آدمی ایسے موقع پر مرنے مارنے کی نیت نہیں کئے ہوا اس کو میرے پاس یہاں نہیں بیٹھنا چاہئے، نکلنا چاہئے یہاں سے۔ خدانخواستہ کوئی آدمی آجائے اور میری بیوی بیٹی کی عزت پر ہاتھ ڈال رہا ہے تو میں یا اس کے خاتمے کا بندوبست کروں گا یا خود ختم ہو جاؤں گا۔تو اس کو بڑا غصہ آیا، باہر نکلا اوران سے کہا: تمہاری ایسی کی تیسی تم میری بیوی کو لائے ہو۔اس نے کہا: ہم اس کو لائے نہیں ساٹھ ہزار کی خریدی ہے۔ساٹھ ہزار تو دے دے اور لے کر چلا جا۔حضرت صاحب والے ساٹھ ہزار ان کو دیے اور بیوی کو واپس لے کر آیا اس گواہی کے ساتھ کہ بالکل پاک دامن ہے، کوئی اس کے قریب نہیں ہوا۔تو اگر تیرا اعتقاد ٹھیک ہو تو یہاں تک حالات ہوتے ہیں۔

ایک آدمی میرے پاس آیا کہ میں توبہ تائب ہوا ہوں اور چھ لاکھ روپے سود کے لایا ہوں، ان کا کیا کرو گے۔ میں نے کہا: رکھو اس کا کچھ کریں گے فکر نہ کرو۔ مجھے اطلاع آئی

File Adress:

ہوئی تھی کہ شمالی اتحاد کے پاس مسلمان مجاہدین قید ہیں اور وہ لاکھ دو لاکھ کے بغیر نہیں چھوڑتے۔ میں نے کہا: ان حرام خوروں کو یہ سودی پیسے جا کر دو، ایسے بھی یہ حرام کھانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں، تاکہ ان سے مسلمان مجاہدین آزاد ہوں۔ حرام پیسے کا بھی فتویٰ میں باقاعدہ مصرف ہوتا ہے۔ اگر تو اعتقاد کو درست کر لے تو اللہ پاک نے سلاسل کو بہت برکتیں، رحمتیں اور حفاظتیں نصیب فرمائی ہوئی ہیں۔ اس میں اس بات کو نہیں دیکھا جاتا کہ ہماری طرح نااہل آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا صاحب نے دو باتیں بڑی عجیب فرمائیں۔ ایک تو یہ کہا کہ دیکھو جب لوگ بجلی لگاتے ہیں اور سرکاری لوہے والا پول نہ ملا ہوا ہو تو لکڑی کا ایک ڈنڈا ستون کے طور پر کھڑا کرتے ہیں اور اس کے اوپر سے تار گزارتے ہیں تو ٹھیک ٹھاک پوری طاقت والی بجلی اس کے اندر سے آرہی ہوتی ہے۔ تو فرماتے: ''بچیه زما مثال خو ده هغی کگے لرگے ستن دے، چه مینز کی بزرگانوں ادرولی یم، پاس نا کرنٹ ٹیك راروان دے'' یعنی میری مثال تو اس ٹیڑھے لکڑی کے ستون کی ہے جو بزرگوں نے راستے میں کھڑا کر دیا ہے، اوپر سے جو بجلی کی رو چل رہی ہے وہی بزرگوں کی ہے، وہ ٹھیک آرہی ہے۔

دوسری عجیب مثال فرماتے تھے کہ پشاور کا جو تبلیغی مرکز ہے اس کے سامنے ایک نہر ہے جس میں صاف پانی بہتا ہے۔ حضرت صاحب پچیس سال تبلیغی جماعت کے امیر رہے۔ پشاور کے ایک گندے پانی کا گٹر آیا ہے، اس کو پکی تعمیر کر کے نہر کے درمیان سے نکالا ہوا ہے۔ گندا پانی اندر سے نکل جاتا ہے اوپر سے نہر بہہ رہی ہے۔ فرمایا کرتے: ''زما مثال خو دغه نهر کی ده گٹر مثال دے'' یعنی میری مثال تو اس نہر کے صاف پانی میں گٹر کی سی ہے جو گزر رہا ہے، اس گٹر سے نہر کی پاکی پر کچھ اثر نہیں پڑ رہا، وہ پاک صاف ہے، اس کے فوائد اپنی جگہ پر ہیں۔ حضرت کی تواضع وانکساری تھی، جو اپنے بارے میں یہ

File Adress:

فرماتے تھے ورنہ ان کے علمی عملی کمالات اور تعلق مع اللہ کی تو دنیا گواہ ہے۔ درحقیقت یہ دونوں باتیں ہمارے اوپر درست بیٹھتی ہیں۔ تو ہمیں نہ دیکھیں ہمارے اوپر بزرگوں اور سلسلے کا جو فیض آرہا ہے، اس کی طاقت اور تاثیر میں کوئی شک نہیں۔

پچھلے دنوں کسی گھر پر جھگڑا ہوا۔ عام طور پر جو لوگ مجھ سے بیعت ہیں ان کی بیویاں جب جھگڑا کرتی ہیں تو پھر شکایت میرے سامنے کرتی ہیں۔ شکایت کے بعد بعض جو بہت ایڈوانس اور ترقی یافتہ ہوتی ہیں تو کہتی ہیں تمہارا سلسلہ ایسے تیسے۔ ایک عورت نے پیغام دیا تمہارے سلسلے والے ایسے تیسے۔ خیر اس کی ساری باتوں کا جواب دینا میں نے بند کردیا۔ کچھ دن بعد جب اس کو احساس ہوا کہ سارے مسئلے تو یہ آدمی حل کرتا تھا اور اب خاموش ہوگیا۔ اس نے کہا: آپ نے میرے سوالوں کا جواب دینا بند کردیا ہے۔ میں نے کہا: میں نے اس لئے بند کردیا ہے کہ آپ اگر میری بے عزتی کرتیں تو کوئی خاص بات نہیں تھی، آپ نے سلسلے کی بے عزتی کی ہے۔ سلسلہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپ کے خلیفہ ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے خلیفہ ہوئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کے خلیفہ ہوئے عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کے خلیفہ ہوئے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کے خلیفہ ہوئے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ تعالیٰ اللہ علیہ۔ آگے جب سلسلہ چلا تو ہندوستان میں حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعے سے آیا۔ آگے سلسلہ چلا تو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کے خلیفہ حضرت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان حضرات سے پھر ہمارے حضرت مولانا اشرف خان سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اجازت ملی۔ یہ تو ایک لڑی ہے جو اوپر تک جارہی ہے لہٰذا اگر آپ یہ کہتیں کہ میں ٹھیک نہیں ہوں، مجھے برا بھلا کہتیں، گالیاں دیتیں تو کوئی بات نہیں تھی، میں

File Adress:

معاف کر دیتا، آپ نے تو سلسلے کو برا بھلا کہا ہے، وہ تو میرا گناہ نہیں ہے، وہ تو آپ کا براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ذوالجلال کے ساتھ ٹکراؤ آ گیا ہے۔ وہ بڑی ڈری۔ اس نے کہا: اب میں معافی کیسے مانگوں؟ میں نے کہا: معافی مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دو رکعات صلوٰۃِ توبہ پڑھیں اور اللہ کے حضور معافی مانگیں کہ یا اللہ تعالیٰ! تو معاف کر دے۔

تصوف کا موضوع

تصوف شریعت کے ظاہر و باطن پر اخلاص کے ذریعے عمل کرنے کی ترتیب کا نام ہے، اور تصوف اور طریقت شریعت کی خادم ہے، اور اس کے نتیجے میں آدمی کو شریعت کے ظاہر و باطن پر عمل کی توفیق ہوتی ہے، اور شریعت کا معرفت کا پہلو اس پر کھلتا ہے، اور پھر شریعت کا حقیقت کا پہلو اس پر کھلتا ہے۔

اگلی اہم بات یہ کہ تصوف کا موضوع صرف ذکر اذکار کا نصاب نہیں ہے۔ ساتھی آ کر کہتے ہیں: ''قادریہ سلسلے کی می بیعت کڑے او، دولس سبق او، هغه مې پاخه کړل''، یعنی قادریہ سلسلے میں بیعت ہوا تھا، اس میں ذکر کے بارہ اسباق تھے، وہ میں نے پورے کر لئے۔ لا الٰہ الاّ اللہ بھی کر لیا، الاّ اللہ بھی کر لیا، اللہ ھُو بھی کر لیا، ھُو بھی کر لیا، سارے کے سارے سبق پورے کر لئے۔ تو قادریہ کا بارہ سبق پورے کرنا یا نقشبندیہ کا چھ لطیفوں کو ہلانا کہ لطیفۂ قلب اچھل رہا ہے، لطیفۂ نفس اچھل رہا ہے، صرف یہ بات تصوف نہیں ہے۔ عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت، دین کے ان پانچوں کے پانچوں شعبوں میں شخصیت کی کامل تربیت کا نام تصوف ہے۔ تصوف کا موضوع یہ پانچوں شعبے ہیں۔ کسی آدمی نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ آپ نے نوسو ناوے کتابیں لکھی ہیں لیکن تصوف پر کوئی کتاب نہیں لکھی؟ انھوں نے کہا: لکھی ہے۔ اسے بڑی خوشی ہوئی، پوچھا: کون سی کتاب ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے کتاب البیوع لکھی ہے یعنی خرید

File Adress:

وفروخت کے مسئلوں کی کتاب، یہ میری تصوف کی کتاب ہے۔جس آدمی کا خرید وفروخت درست نہیں ہوا، حلال حرام کی تمیز اس کو نہیں ہوئی، مسائل اس کو نہیں آئے تو صرف ذکر اذکار پر تو اللہ تعالیٰ کا تعلق نہیں ہوتا ہے، جب تک اپنے معاملات کو درست نہ کریں۔کوئی بہت حج عمرے کر رہا ہو مگر پرایا مال دبایا ہوا ہے اور ادا نہیں کر رہا، حج عمرے کر رہا ہے، پرائے حقوق ضائع کئے ہوئے ہے تو کہاں اللہ کا تعلق ہوتا ہے۔اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا کوئی مرید تہجد نہ پڑھے تو مجھے اتنی تکلیف نہیں ہوتی، اس سے بدکاری ہو جائے اس سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن جب معاملات میں خرابی کر کے آئے تو اس سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے، دکان پر جھوٹ بول کر آ رہا ہے، لین دین میں ہیرا پھیری کر کے آیا ہے اور معاملہ خراب کر کے آیا ہے تو اس سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ صفائی معاملات تو اشد ضروری ہوتی ہے۔

عقیدہ کی صحت کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی

اسی طرح جب تک آدمی کے اہلِ سنت کے عقائد نہیں ہوئے، اس پر اللہ تعالیٰ کے تعلق کا دروازہ نہیں کھلتا خواہ کتنی عبادت کیوں نہ کر رہا ہو۔جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ابنِ ملجم کو قتل کیا جا رہا تھا جو کہ خارجی تھا تو اس نے کہا کہ مجھے قتل کرتے ہوئے میری زبان نہ کاٹنا تاکہ اس سے میں آخر تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکوں، اتنا ذاکر تھا، لیکن تھا خارجی کیونکہ عقیدہ درست نہیں تھا، عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا نہیں تھا۔عقیدہ خارجی تھا۔

عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ جس وقت آدمی پر ولایت کا دروازہ کھلتا ہے اسی وقت اس کے قلب کا حال بدلتا ہے اور اس کے عقائد اہلِ سنت و الجماعت کے ہو جاتے ہیں۔تو عقائد کو تفصیل سے سیکھنا، ان کو درست کرنا، پھر عقائد کی

File Adress:

ظاہری ترتیب کے بعد ان کے حقائق حاصل ہونا کہ توحیدِ ذاتی، توحیدِ صفاتی، توحیدِ افعالی تو اس نے عقائدِ نسفی سے پڑھ لیا، لیکن اب آپ کا برتاؤ توحیدِ ذاتی و صفاتی کے اثر سے ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کے غیر کو اہمیت نہ دیتے ہوں، اللہ تعالیٰ کے غیر کا خوف آپ پر نہ آتا ہو، اللہ تعالیٰ کے غیر کو دکھانے کی سوچ آپ کو نہ آتی ہو، اللہ تعالیٰ کے غیر کا شوق آپ کو نہ ہوتا ہو، آپ کو ایسا توکل حاصل ہو کہ مال اور اسلحے کے مقابلے میں توکل پر دارومدار کر رہے ہوں، یہ عقائد کی عملی ترتیب ہے۔ ایک اس کی نظری بحث ہوگئی کہ آپ کو سمجھ آ گئے، آپ نے زبان سے اقرار کر کے دل میں ان کو مان لیا۔ اور ایک یہ کہ آپ کو وہ حال حاصل ہو گیا۔ اب آپ ان عقائد کو برت رہے ہیں یعنی آپ کے اعمال ان عقائد کے زیر اثر ہو رہے ہیں۔ یہ آگے بڑی منزل ہے۔ تو عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت، پانچوں شعبوں میں آدمی کو پوری تربیت حاصل ہو، یہ تصوف کا موضوع ہے۔

پہلے بزرگ مشائخ کے پاس جا کر کافی عرصہ گزارتے تھے اور اپنے آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہر وقت پیش کیا ہوتا تھا تاکہ ہماری تربیت ہو۔ ہمارے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہمیں سنایا کہ حضرت تھانوی صاحبؒ کی جو مجلس ہوتی تھی، اس زمانے میں بجلی نہیں آئی تھی، درمیان میں ایک لکڑی کا تختہ چھت سے رسیوں کے ذریعے لٹکا ہوتا تھا، اس پر ایک کپڑا لگا ہوتا تھا اور ایک کونے میں پھرکی ہوتی تھی گھومنے والی چیز اور ایک رسی اس تختے سے آ کر اس پھرکی سے نکل کر آتی تھی۔ ایک آدمی بیٹھا ہوتا تھا جو باقاعدہ رسی کھینچ کر اس تختے کو ہلا رہا ہوتا تھا اور اس سے کمرے میں ہوا چلتی تھی۔ مولانا صاحب کہتے ہیں میں پنکھا جھل رہا تھا کہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت تھانویؒ سے مصافحہ کے لئے آگے ہوئے، میرا دھیان نہیں ہوا، پنکھا ان کی ٹوپی سے لگا اور ٹوپی گر گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیسا بے تکا ہے، دھیان ہی نہیں ہے اس کو، نکال دو اس کو مجلس

File Adress:

سے۔ کہتے ہیں: مجھے دروازے سے باہر نکال دیا گیا۔ خانقاہ کے پاس ایک باغ تھا، میں وہاں جا کر رونے لگا۔ اتنے میں ایک ہندو نے دیکھ لیا۔ حضرت تھانویؒ کی خانقاہ اور ان کے مریدوں سے ہندو بھی محبت کرتے تھے۔ اس ہندو نے آکر کہا کہ حضرت صاحب کو کہہ دو کہ اس کا ایک فقیر باغ میں آکر رو رہا ہے اتنا کہ مر جائے گا۔ کہتے ہیں: ایک آدمی مجھے لینے آیا، خانقاہ کے دروازے پر کھڑا کیا اور کہا کہ حضرت وہ معافی مانگنا چاہتا ہے۔ اس سے پوچھا کہ یہ معافی مانگنا چاہتا ہے کہ تو اس کی طرف سے کہتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں حضرت خود معافی مانگنا چاہتا ہے۔ پھر فرماتے کہ میں کسی دشمنی کی وجہ سے آپ لوگوں کی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ اس وجہ سے کرتا ہوں کہ آدمی کے ذہن میں مسئلے کی اہمیت پیدا ہو جاتی ہے، اس پر عمل کی توفیق ہو جاتی ہے، اس وجہ سے میں اس کو کرتا ہوں، ورنہ یہ ڈانٹ ڈپٹ کرنا میری کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

تو میرے بھائی! اپنی اصلاح اور تربیت کے لیے کمر باندھنی ہے، ہمت کرنی ہے، نفس اور شیطان کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالنے، ایک دن کی تو بات نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ مسلسل محنت کرتے رہیں گے تو ضرور اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا اور بیڑا پار ہو جائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

File Adress:

جہاد فی سبیل اللہ اور مسئلہ توہین رسالت

File Adress:

مشروعیت جہاد کی حکمت، اہل اسلام اور اہل کفر کی خون ریزی کا تناسب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی، اہل کفر کی اقتداری نفسیات اور اس کے اثرات، اہل کفر کا اہل اسلام سے اصل اختلاف درمسئلہ رسالت، توہین رسالت کے سماجی، نفسیاتی اور سیاسی محرکات، آزادی اظہار رائے کا غلط مفہوم، توہین رسالت پر خاموشی میں امت مسلمہ کی تباہی، کفر یہ طاقتوں سے مقابلہ کا ایک مؤثر ہتھیار معاشی بائیکاٹ۔ان جیسے کئی اہم عنوانات پر مشتمل تفصیلی گفتگو

File Adress:

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم!

مشروعیتِ جہاد کی ایک حکمت

حق ایسی چیز ہے کہ اسے آپ ہر وقت اور ہر جگہ پیش کر سکتے ہیں، اور معقول آدمی کبھی حق کا انکار کر ہی نہیں سکتا، حق کا انکار کرنے والا ہمیشہ ایسا شخص ہوگا جس کے مفاد پر زد آ رہی ہوگی۔ میرا برطانیہ کا دورہ تھا اور ان دنوں برطانیہ میں کنگ کراس ریلوے اسٹیشن کا دھماکہ ہوا ہوا تھا، میزبان ساتھیوں نے کہا کہ جی بیان میں احتیاط ہونی چاہیے، یہاں حالات سخت خراب ہیں، جہاد کے بیان پر تو دہشت گردی کے شبہے میں پکڑ لیتے ہیں اور پریشانی بن جاتی ہے۔ میں نے کہا: بےفکر رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ خیر ہوگی۔ اب جب میں بیان کے لیے بیٹھا تو اللہ کی شان کہ مضمون ہی جہاد کا دل پر وارد ہوا۔ ہم فقراء بیانات کے لیے تیاریاں تو کرتے نہیں جو مضمون دل پر وارد ہو جائے اسے بیان کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ایک شخص ہمدردی، خیر خواہی، امن و سکون انصاف، سچ کا چرچا کرنا چاہتا ہے اور دوسرا شخص اسے زبردستی روک رہا ہے کہ نہیں ان کی جگہ ظلم، تشدد، بے انصافی، لوٹ کھسوٹ، بدامنی اور خوف و ہراس کا نظام چلے گا اور میں حق و صداقت اور انصاف و خیر خواہی کو نہیں چلنے دوں گا، وہ مسلح ہو کر سامنے آ کر کھڑا ہو جائے، تو اب کیا کیا جائے، اس کے ساتھ کمپرومائز یعنی سمجھوتہ کر کے اسے چلنے دیا جائے اور انسانیت کو اس کے وحشی پن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے یا اس کا راستہ روکا جائے اور حق و انصاف کو نافذ کرنے کے لیے اس کی گردن مروڑی

File Adress:

جائے، تو سب نے کہا کہ انسانیت کو ہرگز اس کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ اس کے خلاف کوشش کرنی چاہیے اور اس کے غلبے کو روکنا چاہیے۔ میں نے کہا: یہی جہاد ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان کہ جہاد کا مکمل مضمون بیان ہوا اور کوئی مسئلہ نہیں بنا۔

اہل اسلام اور اہل کفر کی خون ریزی کا تناسب

جہاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے، اس کا مقصد انسانوں کا خون بہانا نہیں، بلکہ انسانوں کو خون بہانے اور خون چوسنے والوں کے چنگل سے نکالنا ہے۔ ہمارے ہاں جو تاریخ لکھی جاتی ہے، اس میں جنگوں کی تاریخ بیان کرنے کا اسلوب نظر ثانی کا محتاج ہے عموماً اس میں لکھا جاتا ہے کہ فلاں خلیفہ نے فلاں جگہ یلغار کی، جس سے یہ تصور بنتا ہے کہ ہر وقت محض چڑھائی ہوتی تھی، حالانکہ اگر اسباب اور حالات پر نظر ڈالی جائے تو وہ محض یلغار نہیں وہاں اصلاح اور درستگی کے لیے اور لوگوں کو ظلم وستم سے نجات دینے کے لیے ایک ناگزیر کاروائی ہوتی تھی۔

میرے ڈیپارٹمنٹ میں جناب ڈاکٹر فرید صاحب آئے ہیں جو کمپیوٹر کے ماہر ہیں، انھیں میں نے یہ کام دیا کہ یہ اعداد وشمار نکالیں کہ معلوم تاریخ میں کتنا کُشت وخون ہوا اور کس کس کے ہاتھوں ہوا ہے۔ انھوں نے مجھے تین صفحے نکال کر دیے اور کہا کہ اس پر پورا کام کروں گا۔ اس میں سے اہلِ اسلام کے ہاتھوں جنگوں اور جہاد وغیرہ میں جو خون بہا ہے وہ اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے جو اہلِ کفر نے کیا ہے۔ گویا ۹۹۹ قتل اہلِ کفر نے کئے ہیں جبکہ ایک مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا ہے وہ بھی ناگزیر اور بامرِ مجبوری ہوا ہے۔

عہد نبوی میں حق وباطل کی کشمکش کے نتیجے میں ہونے والی ان جنگوں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بحیثیت سپہ سالار اسلامی فوج کی کمان سنبھالی اور قیادت کی، وہ غزوات کہلاتے ہیں، جن کی تعداد بعض مؤرخین اور سیرت نگاروں کے نزدیک ۲۷ اور

File Adress:

بعض کے نزدیک ۲۸ ہے۔ ان میں سے صرف نو غزوات میں قتال کی نوبت آئی اور حق و باطل کا باہمی ٹکراؤ ہوا، باقی میں صلح یا معاہدات ہوئے یا دشمن میدان جنگ ہی سے فرار ہو گیا اور سرایا عہد نبوی میں دشمن اسلام کے ساتھ برپا ہونے والے حق و باطل کے وہ معرکے ہیں جن کی قیادت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سے تو نہ فرمائی تاہم کسی صحابیؓ کو بحیثیت سپہ سالار اس کی قیادت سونپ کر دشمن سے مقابلے کے لیے لشکر اسلام میدان جنگ کی جانب روانہ فرمایا، ان سرایا کی تعداد اسی یا ستاسی ہے اور یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان تمام معرکوں میں جن میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان دو بدو مقابلہ ہوا ان میں کفار اور مسلمانوں کے مجموعی جانی نقصان کی تعداد نو سو سے زائد نہیں جانے پائی، ان میں دو سو چھپن مسلمان شہید ہوئے اور باقی تعداد مارنے جانے والے کفار کی ہے اور یہ تعداد حیرت انگیز طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سالہ سیاسی و عسکری جدوجہد پر محیط ہے۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق کی سربلندی اور اسلام کے دفاع کے لیے یہ جنگیں اس قدر احتیاط سے لڑیں کہ تمام تر کوشش یہی رہی کہ جانی نقصان کم از کم ہو، بعض مستشرقین نے یہ تعداد پندرہ سو بیان کی ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ اگر ان مستشرقین کی بیان کردہ تعداد کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ تعداد بھی جو دس سالہ عرصے میں بیان کی جاتی ہے نام نہاد مہذب اقوام کی ظلم و بربریت و سفاکیت پر مبنی ہلاکت خیز جنگوں میں رونما ہونے والے بے پناہ کشت و خون کے مقابلے میں انتہائی معمولی ہے، جس سے جہاد کے حقیقی مقصد کا اندازہ ہوتا ہے کہ جہاد محض خونریزی کا نام نہیں، جہاد کے اپنے اہم اہداف ہیں۔ یا تو جہاد اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت کو درپیش خطرات روکنے کے لیے ہوتا ہے، جس میں ان کے نظام عدل وانصاف کا دفاع سرفہرست ہے یا مظلوموں کے دفاع کے لیے ہوتا ہے، یا مسلمانوں کی مقبوضہ زمینیں چھڑانے کے لیے ہوتا ہے۔ اگر یہ اہم مقاصد بغیر خون بہائے حاصل ہوں تو

File Adress:

اسلام ان کا خیر مقدم کرتا ہے اور کشت وخون کی طرف قطعاً پیش قدمی نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی ان معقول مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور اس رکاوٹ کو دور کرنے کے باقی سارے راستے بند ہو جائیں تو ناگزیر ضرورت کے تحت قتال بھی کیا جاتا ہے اور ایسا قتال انسانیت کے لیے رحمت ہے جیسا کہ بدن سے کینسر زدہ حصے کو کاٹ پھینکنا مریض کے لیے رحمت ہے۔

انسان کی پانچ ہزار سالہ تحریری تاریخ میں اہل باطل کی طرف سے پندرہ ہزار جنگیں ہو چکی ہیں یعنی اوسطاً تین جنگیں فی سال ہوئی ہیں۔ اس پانچ ہزار سالہ معلوم تحریری تاریخ میں صرف تین سو سال کا عرصہ اہل کفر نے امن سے گزارا ہے اور یہ بھی وہ دور ہے جو یا تو کسی جنگ کے بعد کا زمانہ ہے یا پھر کسی جنگ سے پہلے جنگ کی تیاری کا دور ہے اور یہ زمانہ پانچ ہزار سالہ تاریخ کا کل چھ فیصد حصہ ہے جو جنگ و جدل سے محفوظ رہا۔ باقی پورے چار ہزار سات سو سال وحشت و بربریت پر مبنی انسانیت سوز مظالم کی عجیب وغریب اور شرمناک داستانیں ہیں جن میں بے دریغ کشت وخون ہوا۔

کولمبس نے امریکہ دریافت کیا، آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے، ان کی دریافت سے پہلے ہی وہاں ایک قوم آباد تھی جن کو انہوں نے ریڈ انڈینز کا نام دیا۔ ان کی تعداد دس کروڑ کے لگ بھگ تھی۔ یہ پورے امریکہ میں آباد تھے حتی کہ کینیڈا، وینزویلا اور بولیویا تک پھیلے ہوئے تھے اور تقریبا تمام اچھے علاقوں میں ان کی آبادیاں تھیں۔ انگریزوں نے جاتے ہی ان کو ان علاقوں سے بے دخل کرنا شروع کیا۔ ریڈ انڈینز نے مزاحمت کی لیکن چونکہ وہ بے چارے ان کے مقابلے میں نہایت پسماندہ تھے اس لیے بری طرح مارے گئے۔ ان کے پاس صرف روایتی اسلحہ یعنی برچھے، نیزے وغیرہ تھے جبکہ انگریزوں کے پاس آتشیں اسلحہ، بندوق، توپ، پستول کی شکل میں تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے ڈیڑھ سو سالوں میں ان کی آبادی

File Adress:

گھٹ کر ساٹھ لاکھ تک محدود رہ گئی اور ان کی زمینوں پر گورے انگریزوں کو بسایا گیا، جوان کی عورتوں کو بیگار پر رکھ کر ان سے کام لیتے تھے اور بوڑھا ہونے پر مار دیتے تھے۔

پھر جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ انگریز تو کتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں، لہٰذا اٹھارویں صدی میں ان عظیم انگریزوں نے ایک قانون پاس کیا جس کی رو سے کم نسل یعنی پلید مقامی افراد کو اوکلوہاما ریاست میں دفع ہوجانے کا کہا۔ انگریز اتنا مہرباں تھا کہ اس ریاست تک جانے کے لیے کوئی ٹرانسپورٹ فراہم کرنے سے انکاری ہوگیا لہٰذا مقامی ریڈ انڈینز ڈھائی ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے اوکلاہاما ریاست پہنچے اور یہ سفر بہت ہی سہانا تھا جہاں ہر پڑاؤ میں انگریزوں نے قتل و غارت کی سبیلیں لگائی ہوئی تھیں، نتیجہ یہ نکلا کہ بیس ہزار افراد تو اس ہجرت کے دوران ہی مارے گئے۔ امریکی مردم شماری کے مطابق اس وقت امریکہ میں اکیاون لاکھ ریڈ انڈینز باشندے رہائش پذیر ہیں! یہ ہے کفر کے بے رحمانہ غلبہ کی ترتیب، جس میں انسانیت کو کچلنے، مسلنے اور نیست و نابود کرنے کے سوا کوئی دوسری بات ہی نہیں۔ انہوں نے اپنی حکومتوں کے ایوان پسماندہ قوموں کی ہڈیوں پر تعمیر کیے ہیں، جس پر انسانی تاریخ گواہ ہے۔

آج سے تقریبا دو سو سال پہلے یہ آسٹریلیا میں داخل ہوئے جہاں ابارجینیز (Aborigines) نام کی ایک قوم آباد تھی۔ ان کا بھی انہوں نے وہی حشر کیا جو ریڈ انڈینز کا کیا تھا اندازاً ان کی آبادی دس لاکھ سے اوپر تھی، انہوں نے جب ان کا شکار شروع کیا تو کچھ عرصے بعد ان کی آبادی پورے آسٹریلیا میں دو لاکھ سے بھی کم رہ گئی۔

امریکہ کی مقامی آبادی کا صفایا کرنے کے بعد ان کو اندازہ ہوا کہ نئے براعظم میں کاشت کاری اور دیگر کاموں کے لیے مزدوروں کی ضرورت ہے جو دستیاب نہیں ہیں۔ تب ان کی نظر کرم افریقہ پر پڑی اور پھر دنیا نے تاریخ کی سب سے بڑی انسانی خرید فروخت کا

File Adress:

منظر دیکھا انہوں نے براعظم افریقہ پر دھاوا بول دیا وہ وہاں سے انسانوں کو پکڑتے ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح جہازوں میں بھر بھر کر امریکہ لاتے اور یہاں ان کو فروخت کر دیا جاتا ایک اندازے کے مطابق انہوں نے تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ سے لے کر ایک کروڑ بیس لاکھ کے درمیان افریقی باشندوں کو غلام بنایا محض چند سالوں کے اندر!

غلام بنانے کے بعد امریکہ میں ان سے جس ظالمانہ طریقے سے مختلف مشکل کام لیے جاتے تھے، وہ بھی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔

اسی دور میں جنوبی ایشیاء اور چین بھی ان کی عنایات سے محفوظ نہ رہ سکے جنوبی ایشیا جہاں یہ تاجروں کی صورت میں آئے تھے اس کے حال کے لیے صرف دو مثالیں بتاتا ہوں کہ ان کی آمد سے پہلے جنوبی ایشیا کا دنیا کی کل پیداوار میں حصہ تقریباً پچیس فیصد تھا اور جس وقت یہ چھوڑ کر جا رہے تھے تو دنیا کی کل پیداوار میں حصہ صرف دو فیصد کے لگ بھگ رہ گیا تھا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کتنا لوٹا ہوگا۔ بنگلہ دیش میں انہوں نے اناج کی پیداوار بند کروا کر تمباکو کی کاشت کروائی جس کی وجہ سے کچھ ہی عرصے میں بنگلہ دیش میں تاریخ کا ایک خوفناک قحط آیا جس سے کم از کم پندرہ لاکھ لوگ ہلاک ہوئے!

انہوں نے افیون کی پیداوار اتنی بڑھا دی کہ اس کی کھپت کے لیے منڈیاں نہیں مل رہیں تھیں تب انہوں نے چین کو نشانہ بنایا وہاں جا کر افیون کا زہر چینی قوم میں پھیلانا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں چین کی تقریباً پوری آبادی نشے کا شکار ہوگئی۔ جب چین کی حکومت نے مزاحمت کی تو ان کو شکست دے کر زبردستی کے معاہدے کروائے گئے اور افیون کے بدلے چین سے اناج اور سونے کی شکل میں اصل دولت یورپ منتقل ہونے لگی۔

اس وقت بھی دنیا میں نشے کا سب سے بڑا بیوپاری سی آئی اے کا ادارہ ہے جو اپنے نوے فیصد اخراجات منشیات (Drugs) کے کاروبار سے پورا کرتا ہے اور افغانستان کو اس

File Adress:

کی پروڈکشن فیکٹری بنا رکھا ہے۔

خلیجی جنگوں کے اعداد و شمار دیکھیے صلیبیوں کے ہاتھوں کس قدر مسلمانوں کا خون بہایا گیا اور آج بھی ان کے ہاتھوں مسلم امہ کا خون بہایا جا رہا ہے۔ پہلی عالمی جنگ میں بھی جس قدر قتل و غارت گری ہوئی اسے بھی پیش نظر رکھیے۔ ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو جنگ عظیم اول کا آغاز ہوا، اکیاون ماہ یہ جنگ جاری رہی۔ ۱۴ ممالک اس جنگ میں باہم دست و گریباں ہوئے، ساڑھے چھ کروڑ افراد براہ راست اس جنگ میں ملوث تھے۔ ۸۵ لاکھ سے زائد لقمہ اجل بن گئے، دو کروڑ بیس لاکھ زخمی ہوئے، پچاسی لاکھ افراد لاپتہ ہوئے، چار کھرب ڈالر کا نقصان ہوا، سب ملیا میٹ ہو گیا۔ دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک جاری رہی، ۲۸ ممالک شریک ہوئے، ایک کروڑ پچاس لاکھ ہلاکتیں ہوئیں، بے شمار زخمی و لاپتہ ہوئے۔ ہیروشیما و ناگاساکی میں جو قیامت صغریٰ برپا ہوئی یہ سب غارت گری تاریخ میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ ایک سروے کے مطابق جنگ عظیم دوم کے خاتمے کے بعد ۱۹۴۵ء سے اب تک آٹھ کروڑ نوے لاکھ تہتر ہزار افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں، درجنوں ممالک آج بھی جنگ زدہ ہیں۔ بڑے بڑے تنازعات آج بھی مختلف ممالک کے درمیان چل رہے ہیں جن پر سالانہ اٹھارہ ہزار ایک سو ملین ڈالر خرچ ہوتے ہیں اور ایک لاکھ ۹۴ ہزار پانچ سو سات ملین ڈالر اب تک خرچ ہو چکے ہیں۔

جنگ تبوک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی حکمت عملی

اب عہد نبوی کی جنگی تاریخ پر نظر ڈالیں خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی میں دو اقدامی جہاد کئے ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش قدمی کی، ورنہ جتنے غزوے ہوئے ہیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے آئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دفاع کیا ہے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف دو دفعہ پیش قدمی کی ہے، ایک فتح مکہ کے لئے اور ایک غزوہ تبوک کے

File Adress:

لئے۔غزوہ تبوک اس طرح ہوئی کہ پتہ چلا کہ رومی حملہ کر رہے ہیں۔رومیوں نے منصوبہ بنایا کہ اس سے پہلے کہ یہ مزید قوت بنیں ان پر حملہ کیا جائے اور ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی منصوبہ بندی فرمائی کہ کافی دور صحرا میں نکل کر اور تبوک کا پانی کا چشمہ اپنے پیچھے رکھ کر اور تبوک کے آباد علاقے کو اپنے پیچھے رکھ کر، جہاں سے سپلائی ہو سکتی تھی، پڑاؤ کیا۔

یہ ایسی سخت اہم جگہ (strategic point) تھی کہ اس جگہ پر رومی کتنا ہی لشکر کیوں نہ لاتے وہ جنگ نہیں لڑ سکتے تھے۔ یہ جگہ ایسی تھی جہاں آ کر لڑنا اور سپلائی لائن (supply line) بحال رکھنا ان کے بس میں نہیں تھا۔اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کو بے بس کر کے بغیر کسی آدمی کو مارے فتح حاصل کی۔ ماہر جرنیل وہ ہوتا ہے جو اپنے سارے وسائل کو بچا کر دشمن کو بے بس کر دیتا ہے اور سارے نتائج حاصل کر لیتا ہے۔تو تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کو بے بس کیا۔ان کے جرنیل، ماہرِ جنگ،حرب وضرب کے جو ماہر تھے ان کو اندازہ تھا کہ جس جگہ آ کر یہ بیٹھے ہیں اس جگہ حملہ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ اس جگہ تو جا کر لڑ نہیں سکتے۔تبوک کے ارگرد آباد قبائل اور علاقوں کے سردار اور گورنر اتنے مرعوب ہوئے کہ از خود آ کر اطاعت قبول کی۔

جب واپسی ہو رہی تھی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تھوڑی سی حسرت ہوئی کہ نہ تو مالِ غنیمت ملا نہ جنگ ہوئی، کیونکہ جنگجو آدمی کو لڑنے کا مزہ آتا ہے۔آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دومتہ الجندل، جو اس علاقے کا بڑا شہر ہے اور رومیوں کا گورنر اس میں ہوتا ہے، اسے گرفتار کرنے چار سو آدمیوں کے ساتھ چلے جائیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ساتھ تھوڑے آدمی ہیں، بنی کلاب کی بستیوں کے اندر پہنچ کر اکیدر (گورنر) کو گرفتار کرنا کیسے ممکن ہوگا؟ فرمایا: تم اس کو شکار کھیلتے ہوئے

File Adress:

پاؤ گے' گرفتار کر لینا۔ پھر اللہ تعالیٰ دومۃ الجندل کی فتح عنایت فرما دے گا۔ جب تم اس کو پکڑ لو تو قتل نہ کرنا' میرے پاس لے آنا۔ حسب حکم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چلے گئے اور اس کے قلعہ سے اتنی دور رہ گئے جتنی دور صاف چاندنی رات میں نگاہ پہنچ سکتی ہے۔ اکیدر اس وقت مکان کی چھت پر اپنی بی بی رباب بنت انیف بن عامر کندی کے ساتھ موجود تھا، سخت گرمی تھی، گرمی کی وجہ سے ایک گانے والی باندی کو لے کر وہ قلعہ کے اوپر چڑھ گیا' پھر اس نے شراب منگوا کر پی۔ اتفاقاً کسی نیل گائے نے قلعہ کے پاس آ کر قلعہ کے دروازہ سے سینگ رگڑنا شروع کر دیے۔ نیل گائے کو دیکھ کر اکیدر نیچے اتر کر شکار کے ارادہ سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کے چند گھر والے بھی سوار ہو گئے' ایک تو اس کا بھائی حسان تھا اور دو غلام تھے' یہ سب چھوٹے برچھے لے کر قلعہ سے نکل پڑے۔

جب قلعہ سے کچھ فاصلے پر پہنچ گئے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے آدمیوں نے اکیدر کو پکڑ لیا' اکیدر قیدی ہو گیا۔ حسان نے قیدی ہونا قبول نہیں کیا اور لڑ کر مارا گیا۔ دونوں غلام اور دوسرے لوگ بھاگ کر قلعہ میں پہنچ گئے۔ حسان کے بدن پر اس وقت زربفت کی قباء تھی' اس کی قبا اتار لی گئی۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر سے کہا: میں تم کو قتل سے امن دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جا سکتا ہوں بشرطیکہ تم دومہ کو فتح کرا دو۔ اکیدر نے کہا: اچھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو لے کر قلعہ کے پاس پہنچے۔ اکیدر نے قلعہ والوں کو آواز دی کہ دروازہ کھول دو۔ اہل قلعہ نے دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اکیدر کے بھائی مصاد نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ اکیدر نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: تم کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ قلعہ والوں نے جب مجھے تمہاری قید میں دیکھ لیا ہے تو اب میرے کہنے سے بھی وہ دروازہ نہیں کھولیں گے' اس لیے مجھے آزاد کر دو' میں خدا کو اور اپنے وعدہ کی پختگی کو ضامن دیتا ہوں کہ اگر میرے اہل وعیال کی امان کی شرط پر تم مجھ سے

File Adress:

صلح کرلو گے تو میں قلعہ کھول دوں گا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان شرطوں پر تم سے صلح کرتا ہوں۔ اکیدر نے کہا: اگر تم چاہو تو مال کی مقدار متعین کرنے کا فیصلہ خود کر دو اور اگر چاہو تو مجھے مال کی تعیین کے فیصلہ کا اختیار دے دو۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جو چاہو دے دینا' ہم لے لیں گے۔ چنانچہ دو ہزار اونٹ' چار سو خود' چار سو زرہیں اور چار سو نیزے بدل صلح قرار پائے اور یہ شرط بھی ضروری قرار پائی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر اور اس کے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فیصلہ ان کا چاہیں گے' کر دیں گے۔ اس کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کو رہا کر دیا' اکیدر نے جا کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اندر داخل ہو کر اکیدر کے بھائی مصاد کو گرفتار کر لیا اور بدل صلح وصول کرنے کے بعد عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بشارت دینے کے لیے بھیج دیا اور ان کے ساتھ حسان کی قباء بھی روانہ کر دی۔

اکیدر کے بھائی حسان کی قباء جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئی تو مسلمان ہاتھوں سے چھو کر اس کی نرمی اور بناوٹ کو دیکھنے اور تعجب کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو اس کی بناوٹ اور خوبصورتی سے تعجب ہو رہا ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے اندر سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اتنا مالِ غنیمت بھی عطا فرمایا۔ حربی کافر کا مال غنیمت ہوتا ہے اور سب سے حلال ترین مال ہوتا ہے اور جو مالِ غنیمت نہیں لیتا وہ بڑا بے غیرت ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اقدامی جہاد یہ تھا جس میں دشمن کو بے بس کر دیا اور بغیر لڑے مقصد حاصل کر لیا۔

File Adress:

فتح مکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جنگی حکمت عملی

دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فتح مکہ والا اقدامی جہاد ہے۔ فتح مکہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دشمن کو بے بس کر کے فتح حاصل کی ہے۔ تبوک کو اہم جگہ (سٹریٹیجک پوائنٹ) کو پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح حاصل کی ہے اور مکہ مکرمہ کی فتح اخفا (secrecy) پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ کا گھیرا ڈالا ہے اور گھیرا ڈالنے کی رات تک کسی کو اطلاع نہیں ہوئی۔ جس راستے پر لشکر چل رہا تھا اس راستے پر جو آدمی بھی گزرتا تھا اس کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ کر لیتے تھے کہ ہمارے ساتھ مکہ میں داخل ہو گے، ہم سے پہلے داخل نہیں ہو سکتے۔ کوئی آدمی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ میں داخلے کو چھوڑا ہی نہیں جس نے بتایا ہوتا کہ لشکر آ رہا ہے۔

ابوسفیان نے جب سے معاہدہ توڑ دیا تھا تو چونکہ ماہر آدمی تھا وہ ہر روز آ کر وادی کا جائزہ لیا کرتا تھا کہ ہم پر لشکر آ سکتا ہے کیونکہ معاہدہ ہم نے توڑ دیا اور اب کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھیرا ڈالا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے فرمایا کہ جتنے چولہے جلا سکتے ہو جلاؤ، ورنہ عام طور پر تھوڑی آگ جلاتے ہیں، دس بیس آدمی یا سو آدمی مل کر کھانا پکانے کا بندوبست کرتے ہیں تاکہ تھوڑے آدمی کام کریں اور زیادہ سے زیادہ کام نکلے، لیکن اس دن فرمایا کہ جتنے زیادہ چولہے جلا سکتے ہو جلاؤ۔ ابوسفیان نکلا تو دیکھا کہ وادی میں آگ ہی آگ ہے۔ ماہر آدمی کو اندازہ ہوتا ہے کہ اگر ایک چولہے پر سو آدمی کا حساب لگائیں تو یہ تو ایک لاکھ کا لشکر ہے، اگر پچاس سے حساب لگائیں تو پچاس ہزار کا لشکر ہے، اور اگر دس ہی بندے لگائیں تو دس ہزار کا لشکر تو ہے ہی۔ اب کیا کریں گے، چاروں طرف گھیرا ہے اور بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اس نے سوچا کہ چلو میں خود جا کر جائزہ لیتا ہوں اس سے پہلے کہ میں جا کر خبر دوں اور خوف و ہراس پھیل جائے اور سارے لوگ ہتھیار ڈال دیں۔ جائزہ لینے جو اترا تو پہرے والی جماعت نے گرفتار کر لیا، پہچانتے نہیں

File Adress:

تھے، گرفتار کر کے پیشی کے لئے لے جا رہے تھے کہ آگے سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے۔ ابوسفیان عباس ؓ کے دوست تھے، ان سے کہا کہ میرے لئے پناہ کا بندوبست کرو، انھوں نے کہا: آپ میری پناہ میں ہو گئے۔ ان کو جب پیش کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دور سے دیکھ کر ہی تلوار نکالی اور لہرائی اور کہا کہ میں ابھی اس کا سر اتارتا ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ میں انھیں پناہ دے چکا ہوں۔ پناہ کا اصول تھا کہ بس اب انھیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ابوسفیان نے ادھر اُدھر چاروں طرف حالات دیکھے تو اندازہ ہوا کہ اب سارا کھیل ختم ہو گیا اور اب سوائے اسلام قبول کرنے کے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ویسے آدمی سمجھدار تھا اور مختلف موقعوں پر اس کو اسلام کی حقانیت کا اندازہ ہو گیا تھا چنانچہ اسلام قبول کر لیا۔ صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس ؓ سے کہا کہ اپنے ساتھی کو لے کر فلاں تنگ جگہ پر کھڑے ہو جاؤ تا کہ لشکر کو گزرتے دیکھے۔ سارے لشکر کو اس کے سامنے سے مارچ کروائی۔ ایک پلاٹون گزری، پھر دوسری، پھر تیسری۔

۲۳ مارچ کی پریڈ آپ نے دیکھی ہو گی، اب نہیں ہوتی، جو حکومت ۲۳ مارچ کی پریڈ نہ کروا سکے تو سمجھیں کہ وہ نمائندہ حکومت نہیں ہے، اس میں جب آرمرڈ کور (Armoured Core) گزرتی ہے، ٹینک گزرتے ہیں اور بکتر بند گاڑیاں گزرتی ہیں، تو فوج والے بڑے سُر میں ہوتے ہیں کہ آرمرڈ کور گزر رہا ہے۔ اس زمانے کا آرمرڈ کور رسالہ ہوتا تھا۔ آخر میں رسالہ گزرا جس میں گھڑ سوار زرہ پہنے ہوئے اور خود سر پر رکھے ہوئے گزرے۔ اس پر ابوسفیان ؓ نے عباس ؓ سے کہا کہ تیرے بھتیجے کی تو زبردست حکومت ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ حکومت نہیں یہ نبوت ہے۔ خیر ان کو اندازہ ہوا کہ بس اب سوائے ہتھیار ڈالنے کے کوئی کام باقی نہیں رہا۔ عباس ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

File Adress:

ابو سفیانؓ اپنی قوم کا سردار ہے اور اعزاز کو پسند کرتا ہے، اس کو ایک اعزاز دے دیں تاکہ اس کا بھی اعزاز ہو جائے اور قوم کو بھی ذرا فخر حاصل ہو جائے کہ ہم ہتھیار نہیں ڈال رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اسے امان ہے، جو حرم شریف میں آ جائے گا اس کو بھی امان ہے، جو گھر کا دروازہ بند کرے گا اس کو بھی امان ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دنیائے اسلام کے بڑے سکالر گزرے ہیں، انھوں نے ایک دفعہ اس پر تقریر کی تو کہا کہ یہ اعزاز ہی وہ اعلان تھا جس نے مکہ مکرمہ والوں کی کمر توڑ دی۔ جب سب سے بڑا سردار ساتھی ہو گیا تو اور کون رہ گیا۔ یہ دو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدامی جہاد ہیں جس میں دشمن کو بے بس کیا ہے۔

اہل کفر کی اقتداری نفسیات

واقعی جب کفر کے ہاتھ میں اقتدار آ جاتا ہے تو انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک انسان کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔ اللہ ہی بچائے۔ تھوڑی سی آدمی ہمت کرے اور کمر باندھے تو اللہ مدد فرماتا ہے لیکن دنیائے اسلام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے کہ ان کی کوئی ہمت ہی نہیں ہے۔ آپ کے فرمانروا ایسے بے ہمت ہیں اور امریکہ کے آگے ہتھیار ڈالے ہوئے ہیں کہ اس کے نتیجے میں یہ ساری مشکلات پیش آئی ہوئی ہیں۔

میرا ایک مہمان آیا تھا، اس نے کہا کہ مجھے تو امریکہ کی شہریت مل گئی ہے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، آپ لوگ عذاب اور تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب یہ سب کچھ آپ کے اپنے لوگوں کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ امریکہ کے قریب کیوبا (Cuba) کا جزیرہ ہے، وہ لوگ کمیونسٹ ہیں، چھوٹا سا جزیرہ ہے، پر سر اٹھا کر کھڑے ہیں اور امریکہ ان کا کچھ نہیں کر سکا اور تمہارے لوگ ان کو خود بلاتے ہیں، خود ان کے نمائندے اور ایجنٹ بنتے ہیں۔ اگر یہ تھوڑی سی ہمت کرتے تو یہ

File Adress:

حالات نہ ہوتے۔ واقعی ہمت شجاعت اور غیرت میں اس امت کی شوکت اور بقا ہے، اگر غیرت اور شجاعت نکل جائیں تو بزدل اور بے غیرت انسان تو دیوث ہوتا ہے، وہ تو اپنی ماں، بہن اور بیٹی کی عزت بھی نیلام کرتا ہے۔

اہل کفر کا اہل اسلام سے اصل اختلاف: مسئلہ رسالت

اب آپ سب کے سامنے یہ خبر آ گئی ہوگی کہ امریکہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر فلم بنانے کی گستاخی اور جسارت کر لی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عالمی سطح پر ایسا ردعمل ہوا کہ یہ مثالی اور ریکارڈ ردعمل رہا۔ یہ کیوں کر رہے ہیں؟ کسی کو کیا تکلیف ہے اور کیا فوائد ہیں اس کے؟ یہ ایک اہم سوچنے کی بات ہے۔

جہاں تک توحید کا تعلق ہے، یہودی بھی خدا کو مانتے ہیں عیسائی بھی خدا کو مانتے ہیں۔ امریکی ڈالر پر لکھا ہوا ہے In God We Trust۔ یہ روس کے مقابلے میں، جو کہ خدا کو نہیں مانتے ایک slogan تھا، نعرے کے طور پر وہ کہتے تھے کہ In God We Trust۔ تو اللہ تعالیٰ کو یہودی بھی مانتے ہیں، عیسائی بھی مانتے ہیں، مجوسی بھی مانتے ہیں، سوائے کمیونسٹوں کے اور دہریوں کے، خواہ نام کا ہی مذہب ہو خدا کو مانتا ہے، توحید کا اقرار کرتا ہے۔ اختلاف جو آتا ہے وہ رسالت میں ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں وہ نہیں مانتے، اختلاف اس جگہ پر ہے۔ اس لئے اگر مسلمان اور اسلام کا خاتمہ کیا جائے وہ توحید کے خاتمے سے نہیں ہوسکتا۔ امتِ مسلمہ کا خاتمہ رسالت کے ساتھ ہے۔ توحید کے خاتمے پر ان کا خاتمہ نہیں ہوگا کیونکہ سوائے کمیونسٹوں کے باقی سارے مذاہب والے توحید کو مانتے ہیں اس لئے توحید کے خاتمے سے اور توحید پر زد آنے سے مسلمان ختم نہیں ہوتا۔ یہ ختم ہوتا ہے تو رسالت کے خاتمے سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص تعلق کے ختم ہونے سے یہ ختم ہوتا ہے۔

File Adress:

پنجاب کے ایک مولوی صاحب تقریر کررہے تھے۔انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کا اسلام کے بارے میں ویسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ بوڑھے دادا جی کا ہوتا ہے۔بوڑھے دادا جی کی نظر بھی کام نہیں کررہی، لاٹھی ٹیک کر چل رہے ہیں، اس کے دس پوتے ہیں، نواسے ہیں، چار اس کے بیٹے ہیں، بڑی حیثیت پر ہیں سب۔ دادا جی کوئی بھی بات کہیں اس کو مانتے نہیں ہیں، بیٹے نہ پوتے۔لیکن گلی میں سے گزرتے ہوئے اس معذور آدمی کو کوئی گالی دے دے تو ساری برادری مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی بے عزتی تو سارے خاندان کی بے عزتی ہے۔اس کی بے عزتی اگر ہم نے سن لی اور رد عمل نہیں کیا پھر تو ہم یہاں رہنے کے قابل ہی نہ رہے۔ ہماری ساری عزت خاک میں مل گئی اور مخالف کہے گا کہ ان کے دادا کو ہم نے بے عزت کر دیا یہ کچھ نہیں بول سکے تو اب اور کیا کریں گے۔تو خاندان جو اس جگہ سٹینڈ لیتا ہے وہ اس لئے کہ ان کی حیثیت ختم ہو رہی ہے اس کے بعد۔اگرچہ اس کی بات ہم مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں وہ علیحدہ بات ہے لیکن اس بات کو تو مان رہے ہیں کہ یہ ہمارا دادا ہے۔جس طرح ایک ہوتا ہے خدا کو ماننا، ایک ہوتا ہے خدا کی ماننا۔اب دادا کی بات ہم مانتے ہیں کہ نہیں، وہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے، اس کو بعد میں دیکھا جائے گا، پہلی بات یہ ہے کہ اس کی عزت پر جو حرف آرہا ہے تو ہمارا تو خاندان اور خاندانی حیثیت ختم ہو رہی ہے۔

اہل کفر کی برہانی شکست: توہین رسالت کا بنیادی محرک

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بحث کے لئے آدمی جب بات کرتا ہے تو عقل اور دلیل سے کرتا ہے۔ جب کسی کے پاس عقل اور دلیل ہو اُس کو بات کرنے کی ہمت ہوتی ہے کہ میرے پاس دلائل ہیں میرے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور نہ کوئی جواب دے سکتا ہے۔ جب عقل و دلیل سے بات کرنے کے حالات نہ رہیں اور دلائل کسی کے پاس نہ ہوں تو پھر

File Adress:

personal attack (ذاتیات) پر اتر آتا ہے، گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس کے پاس دلائل نہیں ہیں۔

مجھے یاد ہے گاؤں میں ہم ہوتے تھے تو اس زمانے میں عجیب زندگی ہوتی تھی، ٹی وی نہیں تھا، ریڈیو تک نہیں تھا۔ ایک سادہ زندگی ہوتی تھی، آپ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ عام طور پر گاؤں میں لڑائیاں ہوتی تھیں۔ جب لڑائی ہو جاتی تو ہم بچے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تماشے کے لئے جاتے تھے۔ جب عورتوں کی لڑائی ہوتی تھی تو اس کو سننے کا ایک علیحدہ لطف ہوتا تھا، اور مردوں کی لڑائی کا علیحدہ لطف ہوتا تھا۔ ایک برادری کی دوسری برادری کے ساتھ لڑائی ہو گئی اور دوسری برادری والے ہتھیار، ڈنڈے، اسلحہ، بندوقیں، سب چیزیں لے کر آ گئے اور دیواروں سے چڑھ کر اوپر چھت پر آ گئے۔ جو آدمی چھت پر ہو وہ اُونچائی پر ہونے کی وجہ سے غالب ہو جاتا ہے۔ بڑے بوڑھوں کا اپنا تجربہ ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑی عمر کے آدمی تھے، بڑے مضبوط آدمی تھے، عمر زیادہ ہونے کے باوجود دو چار آمیوں کو رگڑ لیتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ

"وار او کئے، سہ کش کڑپ بہ نہ کوئے زما راتلو پورے"۔

(کہ صبر کرو میرے آنے تک کوئی حرکت نہیں کرو گے)

میں نے سوچا یہ بابا صاحب کیا کرے گا، نہ اس نے ہاتھ میں ڈنڈا لیا نہ بندوق، نہ اور کچھ، اور ایسے ہی پگڑی اپنی ٹھیک کر کے جا رہا ہے، اب یہ کیا کرے گا؟ کیا تماشہ کرے گا کہ اتنی بڑی لڑائی کو یہ روک دے گا۔ وہ نیچے جا کر کھڑا ہو گیا اور دوسرے قبیلے کے بڑے کا نام لے کر آواز دی کہ

"پلانے پکے شتہ دے؟"

(کہ فلانا بیچ میں ہے)۔

File Adress:

وہ تو سب کی قیادت کر رہا تھا۔ انھوں نے کہا:

''آئو شته دے''، (کہا: ہاں موجود ہے)۔

بابا جی نے کہا:

''پلانیه! ده هغه ورور بدل دی واغستو مخکی ورزو کی چی مر کړے او چا'' کہ پچھلے دنوں جو تمہارے بھائی کو کسی نے قتل کیا تھا اس کا بدلہ تم نے لے لیا؟

'چه دلته نر توب خولو ده پاره راغلے ای زما بچو پسی''۔

(کہ یہاں میرے بچوں کے پیچھے مردانگی دکھانے آئے ہو)۔ تو اُن کا سردار ساتھیوں سے کہتا ہے: زئے زئے (چلو چلو)۔

سارے لشکر کو اس نے لیا اور پسپا ہو کر چلا گیا۔ دراصل ہمارے بابا جی کے پاس بات کرنے کی عقلی دلیل تھی اور اگلا آدمی بھی سمجھدار تھا، قبیلے کا سردار تھا۔ اس کو پتہ تھا کہ اس دلیل کے سامنے اب میرے پاس جواب نہیں ہے لہٰذا پسپا ہونے میں ہی خیر ہے۔

تو ان مغرب والوں کے پاس دلائل نہیں ہیں اس لئے اس منفی ترتیب پر آ رہے ہیں۔ جب کوئی دلائل نہیں دے سکتا تو دوسرے کو گالی دیتا ہے۔

ستا مور دا سے، ستا پلار دا سے، ستا خور دا سے۔ ده ولے وائی؟ چه دی هغی خبر ے جواب نشی کولے۔ زکه۔

(تمہاری ماں کی ایسی تیسی، تمہارا باپ ایسا ویسا، تمہاری بہن ایسی تیسی، یہ کیوں کہتا ہے؟ اس لئے کہ اُس بات کا جواب نہیں دے سکتا)۔

اور ہر سمجھدار آدمی کہتا ہے کہ جو آدمی گالی دینے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے یہ کچھ بھی نہیں ہے، اس کی کوئی شخصیت ہی نہیں ہے۔ تو آج یہ یورپ اور امریکہ دلیل کے میدان میں شکست کھانے کے بعد بے عزتی پر اُتر آیا ہے۔ یہ وہ گالیاں دینے والا پاگل ہے جس

File Adress:

کے پاس دلائل نہ ہوں اور وہ گالیاں دینے کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے نزدیک سارے ہی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام حرمت والے ہیں، عزت والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم حضرت عیسیٰ وعلیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں یعنی ہمارے نبی پر اور ان پر سلامتی ہو۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم نبی مانتے ہیں۔ جب تک ہم سارے پیغمبروں پر ایمان نہ لائیں اور جب تک ہم انھیں معزز نہ سمجھیں اور ان کی گستاخی سے باز نہ آئیں تب تک ہمارا ایمان درست نہیں ہوتا۔

سچ بات بتاؤں تو یورپ اور امریکہ کے پاس عقل و دلیل نہیں ہے۔ جب عقل و دلیل سے ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا تو ان اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر حملہ کر کے اور ان کی شان میں گستاخی کر کے اپنے دل کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اب مستقبل قریب میں اس یورپ کا خاتمہ ہونے والا ہے، اس امریکہ کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ ان شاء اللہ۔ یہ سارے وسائل جو لے کر یہ چل رہے ہیں، یہ ساری چیزیں دھڑام سے گرنے والی ہیں اور تیرے قدموں میں آنے والی ہیں۔ تو اگر تقویٰ کو اور ایمان والی زندگی کو اختیار نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو اٹھا دے گا، تُو مکھی مچھر کی طرح پس جائے گا اور ختم ہو جائے گا۔ تُو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو نہیں لے رہا، ان کی تقویٰ والی ترتیب پر نہیں آرہا، اللہ پاک کا فیصلہ ہے اگر تم نہیں کرو گے تو میں ایسی قوم کو آگے لے آؤں گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں گے، اسلام سے محبت کرنے والے ہوں گے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنے والے ہوں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرنے والے ہوں گے، دھڑلے سے ڈنکے کی چوٹ پر دین کو آگے لے کر چلیں گے اور اس پر خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں کو بھی عمل کی دعوت دیں گے۔

File Adress:

ارشادِ خداوندی ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ لا اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ط (مائدہ: ۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے (اس) دین سے پھر جائے تو (اسلام کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ اسلامی خدمات انجام دینے کے لئے) اللہ تعالیٰ بہت جلد (ان کی جگہ) ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے کافروں پر (کہ اُن سے) جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں (اور دین اور جہاد کے مقدمہ میں) وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ (معارف القرآن)

جب یہ آیت نازل ہوئی اور صحابۂ کرامؓ کے سامنے پڑھی گئی تو انھوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! اس کا مصداق کون ہوں گے؟ اس سے مراد کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجم تھے، عرب نہیں تھے۔ واقعی عجمیوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کا آدمی آیا ہے، صحابہ کے بعد اس شان کا آدمی دنیائے اسلام میں نہیں ہے۔ اس لئے آج بھی اور ہمیشہ کے لئے ۶۷% امت حنفی رہی ہے یعنی امام ابوحنیفہ کے طریقے پر رہی ہے۔ ۱۲% امت شافعی رہی ہے، ۱۰% امت مالکی رہی ہے اور ۸% حنبلی رہے ہیں۔ یہ چار امام ہو گئے اور باقی کے دو فیصد الم غلم، ایرا غیرا نتھو

File Adress:

خیر ارہے ہیں۔

جس وقت دنیائے اسلام بالکل بودی ہوگئی، بیمار ہوگئی اور خلافتِ اسلامیہ بغداد میں جان نہ رہی اور جوان اتنے بے غیرت ہو گئے کہ چھلانگ لگانا، دوڑنا، اسلحے کو اٹھانا، ورزش کرنا اس کے کام نہ رہے۔ مجلسیں کرنا اور لڑکیوں کے پیچھے پھرنا اُن کے مشغلے تھے جس طرح آج تو کررہا ہے، انٹرنیٹ پر بیٹھا ہوا ہے، گندگی کررہا ہے، شخصیت تیری ختم ہے، ہڈیاں تیری ختم ہورہی ہیں، پانچ منٹ میری طرح بوڑھے کے ساتھ دوڑ نہیں سکتا، کیونکہ گندی زندگی گزری ہوتی ہے، تقویٰ اور پرہیزگاری والی زندگی اور زندگی ہوتی ہے۔ نوے سال کی عمر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روزہ رکھے ہوئے میدانِ جنگ میں لڑ رہے تھے، کیونکہ جو آدمی لڑتا ہے اور میدانِ جنگ میں گھوڑا دوڑاتا ہے اور نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہے اُس پر بڑھاپے کے اثرات جلدی ظاہر نہیں ہوتے اور تقویٰ والے کے ہوش وحواس آخر عمر تک بیدار رہتے ہیں اور اس کی زندگی مثالی ہوتی ہے۔ جن کی آخری عمر میں ٹٹیاں نکل رہی ہوتی ہیں، یہ میری تیری طرح کے آدمی ہوتے ہیں، جنھوں نے تقویٰ والی زندگی نہیں گزاری ہوتی۔ تو جب امت کا جوان اس سطح پر آ گیا تو پھر تاتاری یلغار نے لاکھوں مربع میل کی حکومتوں کو مہینوں میں زیروزبر کردیا اور کھوپڑیوں کے مینار کھڑے کردیئے، ایک تاتاری عورت آتی اور نہتے ہاتھوں درجنوں نوجوانوں کو قطار میں کھڑا کرتی اور کہتی کہ ٹھہرو! یہاں سے ہلو نہیں، میں اپنا چاقو لاتی ہوں وہ چاقو لاتی اور سب کو ذبح کرتی، کسی میں وہ جگہ چھوڑ کر بھاگنے کی ہمت نہیں تھی، وہ مقابلہ کیا کرتے، جب گندگی کی زندگی اختیار کی جاتی ہے تو ایسی بزدلی اور بے غیرتی پیدا ہوتی ہے۔

توہین رسالت: ایک نفسیاتی وجہ

اہلِ مغرب کو یہ مسئلہ درپیش ہے، کہ آج کے دور میں ان کی نئی نسل اسلام کی طرف

File Adress:

مائل ہو رہی ہے۔ اس جذبہ میں افغانستان اور عراق پر امریکی حملے کے بعد اضافہ ہوا ہے۔

ماہرینِ نفسیات ہونے کی وجہ سے انہیں اس کا تجربہ ہے کہ بچپن میں اگر کسی شخصیت کی ہتک اور توہین ذہن میں بٹھا دی جائے تو تاحیات مفید رہتی ہے۔ اس سوچ کے تحت ڈنمارک کی حکومت کو اپنے سکولوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں توہین آمیز کارٹون شائع کرنے پڑے۔ یہ اہلِ مغرب کا پُرانا حربہ ہے۔ اسے انہوں نے سپین میں استعمال کیا۔ جب سپین میں مسمانوں کی حکومت مستحکم ہوگئی اور اس سے پہلے جو عیسائیوں کی ظالم اور استحصالی حکومت تھی جس نے عوام کا جینا مشکل کیا ہوا تھا، ختم ہوگئی۔ تو وہاں کے پادریوں نے توہینِ رسالت کے ذریعے فسادات کروائے، جس میں کچھ آدمی مارے گئے۔ ہر سال ان فسادات کی یادگار منا کر ان لوگوں نے تحریک کو زندہ رکھا۔ جب اسلامی حکومت کمزور ہوتی گئی، اور شریعت کا فہم کم ہوتا گیا، نیز توہینِ رسالت کے قانون کے بارے میں مسلمان نرم پڑ گئے تو پادریوں نے انہی فسادات کو آگے بڑھایا، یہاں تک کہ ملک میں انارکی (لاقانونیت) پیدا کرلی، یہی چیز مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے کا ذریعہ بنی۔

ذاتی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بدنی اور ذہنی تکالیف پہنچائی گئیں، اس کا نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدلہ لیا اور نہ بدلہ لینے کی اجازت دی بلکہ خوب فراخ دلی سے معاف کیا۔ اپنی دعوت اور تعلیمات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پُرامن اور مثبت انداز میں پیش کیا۔ پورا مکی دور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھیوں نے تکالیف، مار پیٹ، سوشل بائیکاٹ اور بھوک پیاس برداشت کر کے گزارا، لیکن کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ اپنے پروگرام کو تشدد سے دُور رکھنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو دفعہ حبشہ کی ہجرت کروائی۔ پھر مدینہ منورہ کی ہجرت کروائی۔ دونوں جگہ کفار نے پیچھا کیا۔ مدینہ منورہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم جمے اور دعوتِ الیٰ اللہ کا فروغ شروع ہوا تو کفار نے تین بار بدر، اُحد اور خندق کے حملے کیے، جو انہوں نے مکہ

File Adress:

مکرمہ سے پانچ سو کلومیٹر چل کر مدینہ منورہ کے قریب آ کر کیے۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حیثیت خدا کے رسول کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بطورِ رسول اگر توہین کی گئی تو اس کی سزا اسلامی قانون میں سزائے موت ہے۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عمل کیا ہے اور پورے چودہ سو سال اس پر ساری اسلامی حکومتوں نے بھی عمل کیا ہے۔

آخری انگریزی دور میں جب ہندوؤں اور انگریزوں نے پھر توہینِ رسالت کے ذریعے مسلمانوں میں افراتفری اور بے چینی پیدا کی اور مسلمانوں کو جذباتی کر کے غیر منظم کرنے لگے تو گستاخِ رسول راج پال اور غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس مقدمہ کی وکالت قائداعظم محمد علی جناح نے کی اور اس سارے واقعہ میں مسلمانوں کی قیادت علامہ اقبال نے کی۔ عام طور پر مشہور ہے کہ قائداعظم نے غازی علم الدینؒ سے بیان بدلنے کا کہا اور کہا کہ یوں بیان دو کہ میں نشہ میں تھا۔ یہ بات دُرست نہیں، قائداعظم ایک حق پرست ماہر قانون دان تھے۔ اُنھوں نے اپنی قانونی زندگی میں کبھی جھوٹ کا سہارا نہیں لیا۔ قائداعظم کا مؤقف تھا کہ یہ قتل جذبات کی شدت اور اشتعال میں ہوا ہے۔ جس پر قتلِ عمد کا دفعہ ۳۰۲ نہیں لگتا، اور اس کی سزا پھانسی نہیں بلکہ اس کے لئے اشتعال والا دفعہ ۳۰۸ ہے جس کی زیادہ سے زیادہ سزا چودہ سال قید ہے۔ ہندوؤں نے یہ دلائل دیے تھے کہ غازی علم الدینؒ بازار گیا، نئی چھری خریدی اور اس کے بعد آ کر حملہ کیا، لہٰذا یہ فوری جذبات کے اشتعال کے تحت نہیں ہوا بلکہ قصداً عمداً کیا گیا ہے۔ اس دلیل کو قائداعظم نے مجروح کر دیا کہ ثبوت میں جو چھری رکھی گئی ہے وہ زنگ آلود اور اس کی نوک آگے سے مڑی ہوئی ہے، جب کہ استغاثہ یہ کہہ رہا ہے کہ نئی چھری خریدی گئی ہے۔ اس طرح یہ دلیل ختم ہو کر پھانسی عمر قید میں بدل رہی تھی، لیکن انگریز عدالت نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے

File Adress:

اپنے ہی عدالتی قانون کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے پھانسی کا فیصلہ دیا۔

آزادی اظہار رائے کا منفی مفہوم

افسوس کی بات ہے آج مغرب کہہ رہا ہے کہ اس کے ہاں صحافتی آزادی ہے اور رائے کی آزادی ہے، اس پر بندہ کو ایک لطیفہ یاد آیا جو پشاور یونیورسٹی کے مشہور دانش ور شعبہ اِلٰہیات کے ڈِین قاضی نورالحق ندوی صاحب کا بیان کردہ ہے۔ جب پاکستان بن گیا تو ایک ٹانگے والے نے ڈِین صاحب سے کہا: مولانا صاحب! سُنا ہے ہم آزاد ہو گئے ہیں، اُنہوں نے جواب دیا: ہاں۔ ٹانگے والے نے کہا کہ اب میں ٹانگے پر چار کے بجائے چھ سواریاں بٹھا سکوں گا۔ ڈِین صاحب نے جواب دیا کہ آزادی کا مطلب مادر پدر آزادی نہیں، بلکہ اب تو قانون کی زیادہ پابندی کرنی ہوگی۔ کیونکہ انگریز کے بجائے اب قانون اپنی حکومت کا ہے تو وہ ٹانگے والا آزادی کا منفی مفہوم لے رہا تھا جب کہ اس کا مثبت مفہوم وہ تھا جو کہ ایک دانش ور نے اسے بتایا کہ اُسے تو پہلے سے زیادہ پابند ہونا چاہیے۔

مغرب کا فلسفہ غلط ہوا ہے۔ اُس کے دانش ور اور حکومتوں کے بڑے بڑے سربراہ منہ بھر کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ہاں خیالات اور صحافت کی آزادی ہے۔ تو ان کی یہ سوچ آزادی کی وہ منفی تشریح ہے جس کا تذکرہ ٹانگے والے کے خیالات کی شکل میں بندہ نے کیا۔ فلسفہ علم ہے، علم خدا تعالیٰ کی صفت ہے، علم غلط نہیں ہوا کرتا لیکن جب انسان کی اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہنچ جاتی ہے، تو وہ اعلیٰ علمی اُصولوں کی منفی تشریح کرنے لگتا ہے۔ ایک انسان تلوار گھمار رہا ہو اور یوں کہے کہ مجھے اس کھیل کی آزادی ہے، تو اس سے کہا جائے گا کہ تیری تلوار گھمانے کی آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں دوسرے انسان کا بدن اس کی زَد میں آجاتا ہے۔ جب ایک عمل سے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو رہے ہوں، تو تُف ہے اس آزادی پر اور اس اخلاقی گراوٹ پر۔ لیکن جب ایک ڈاکو کے ہاتھ

File Adress:

میں اسلحہ ہوتا ہے اور وہ پُر امن شہری کے مقابلے میں مضبوط ہوتا ہے تو وہ اپنے نہ اُصول کو اُصول بتا تا ہے اور پُر امن شہری کے اُصول کو بے اُصولی کہتا ہے۔اس بات پر احتجاج سارے مسلمانوں کا جمہوری حق ہے، لیکن توڑ پھوڑ، فسادات اور انارکی پیدا کرنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔

توہین رسالت: ایک سیاسی وجہ

توہین رسالت کے مسئلہ کے پیچھے ایک سیاسی وجہ ہے اور وہ ہے Feeler چھوڑنا۔فیلر کیا چیز ہے؟ جب کسی معاشرے کے حالات معلوم کرنا چاہیں، کسی قوم کے حالات معلوم کرنا چاہیں کہ زندہ ہے کہ نہیں ہے، اس کے طریقے ہوتے ہیں۔عرصہ دراز سے میں دیکھ رہا ہوں، ستر سال میری عمر ہے، ان میں سے ستاون اٹھاون سال میں نے خوب ہوشیاری، بیداری کی زندگی گزاری ہوئی ہے، اخباروں کو میں نے پڑھا ہے، معاشرے کو میں نے دیکھا ہے، ہر سال دو سال بعد یہ اس قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں، اور اس سے یہ اندازہ لگاتے رہتے ہیں کہ یہ زندہ ہیں یا ختم ہو گئے ہیں۔

دو باتیں میں آپ کو بڑی کام کی سناؤں، جن کو کافر جانتا ہے اور اس policy (پالیسی) پر وہ چل رہا ہے۔جس وقت کافر دیکھتا ہے کہ جس ملک میں، جس معاشرے میں مسلمان عورت skirt (سکرٹ۔یعنی آدھا جانگیہ جس میں اس کی آدھی رانیں ننگی ہوتی ہیں) پہن کر نکل گئی، باہر پھر رہی ہے اور اس پر ردِعمل نہ ہوا تو اس کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اب وہ وقت آ گیا کہ اگر ان پر چڑھ دوڑیں تو ان میں کھڑا ہونے کی جان نہیں ہے۔مغلوں کے محمد شاہ رنگیلا پر نادر شاہ درانی تب آیا تھا جب محمد شاہ رنگیلا شراب کے تالاب میں کشتی میں لڑکیوں کو لئے بیٹھا تھا۔جب اسے اطلاع ملی کہ نادر شاہ درانی آ گیا۔اس نے پوچھا: کتنا دور ہے، کہا: بیس میل، اس نے کہا: ہنوز دہلی دور است یعنی ابھی دہلی دور ہے۔ان

File Adress:

دنوں بیس میل طے کرنے میں ایک دن لگتا تھا تو اس نے سوچا: ایک دن اور ہم شراب پی سکتے ہیں اور ساری گندگیاں کر سکتے ہیں۔اس حد تک گراوٹ آ گئی تھی ۔ جب نادر شاہ نے دہلی پر قبضہ کیا اور فتح کیا تو کہا کہ سات دن تک کشت و خون کرتے رہو کہ یہ اتنے گندے ہیں کہ ان کا کٹنا اور زمین پر ان کے خون کا بہنا یہ ہونے دو۔ یہ بات ہو جاتی ہے، اہلِ نظر اس بات کو دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ گندگی یہاں تک پہنچ گئی ہے، یہ بات ہونے والی ہے۔

فتح کے بعد محمد شاہ رنگیلا کی بیٹی سے نادر شاہ درانی کے بیٹے کا نکاح پڑھا جا رہا تھا،تو اس کے بیٹے کو بڑی شرمندگی محسوس ہوئی ، اس نے کہا: ابا جان قاضی شہزادی کے ساتھ تو سات پشتیں بادشاہوں کی یاد کرے گا اور میرا دادا تو گڈریا تھا، پھر کیا کریں گے؟ نادر شاہ نے کہا کہ جب قاضی اس کی سات پشتیں بادشاہوں کی گن لے تو اس کو کہنا کہ تمہارا نام لے پھر نادر شاہ کا نام لے اور پھر کہے: نادر شاہ ابنِ شمشیر ابنِ شمشیر ابنِ شمشیر ابنِ شمشیر۔۔۔یوں سات دفعہ کہے یعنی نادر شاہ تلوار کا بیٹا۔تا کہ ان کو پتہ چلے کہ جو اِن پر چڑھ کر آئے ہیں وہ سات پشتوں کی بادشاہت لے کر نہیں آئے بلکہ وہ ہاتھ میں تلوار لے کر آئے ہیں۔

؎ یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جُلترنگ

واقعی فطرت بازو کی طاقت اور زور دار وار کا ساتھ دیتی ہے۔ یہاں جُلترنگ (گِٹار) ساز کے بجانے سے کام نہیں چلتا، جسم کا خون بہانے سے کام چلتا ہے۔

توہین رسالت پر خاموشی ، امت کی تباہی ہے

یورپ یہ فیلر چھوڑ رہا ہے۔جس دن توہینِ رسالت پر خاموشی اختیار ہو گئی اور آگے سے کوئی کچھ نہیں بولا تو ان پر چڑھ دوڑیں ، یہ اب کسی کام کے نہیں رہے، نہ ان میں اتحاد و اتفاق، جرأت و شجاعت اور غیرت باقی رہی اور نہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد باقی رہی کہ

File Adress:

اب ہمارے سامنے ٹھہر سکیں۔ اس دن تیرا خاتمہ ہوگا۔

ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا کہ توہینِ رسالت کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوڑے لگانے چاہئیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے قتل کرنا چاہیئے، آپ کی کیا رائے ہے؟ اس وقت دنیائے اسلام کے بڑے امام، امام مالکؒ ہی تھے۔ انھوں نے جواب میں بڑا ہی تاریخی جملہ فرمایا جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر کتاب ہے 'کتاب الشفاء' میں ہے۔ دنیائے اسلام کی سیرت کی مایۂ ناز کتابوں میں سے ایک یہ کتاب ہے۔ جو بھی سیرت کی کتاب لکھی جاتی ہے وہ قاضی عیاض کی 'کتاب الشفاء' کے حوالوں سے لکھی جاتی ہے۔ تو قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب میں اس واقعے کو لکھا ہے۔ ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے توہینِ رسالت کا مسئلہ پوچھا تو ان پر جلال طاری ہوا اور فرمایا کہ "وہ قوم جس کے نبی کی توہین کی جائے اس کے زندہ رہنے کا حق ہی نہیں رہ جاتا"۔

اور اگر تو زندہ رہنا چاہے یا نہ چاہے تیرا حال یہ ہوگا کہ تجھ پر دشمن چڑھ کر آئے گا، تجھے پیس کر مچھر مکھی کی طرح تیرا خاتمہ کرے گا اور اگر تُو رہے گا تو اس کی غلامی میں، اپنے عقیدے اور نظریئے کو چھوڑ کر رہے گا اپنی عورت کو بے عزت ہوتا اپنے سامنے دیکھے گا، تیری ماں، بیوی، بیٹی بے عزت ہو رہی ہے اور تو دیکھ رہا ہوگا، کیونکہ تو نے اس جگہ بے غیرتی کی ہے جس جگہ غیرت کرنے کی ضرورت تھی۔ اس وقت اے بے غیرت تو غیرت نہ کر سکا اس لئے اپنی بیوی بیٹی کو کافر کے ہاتھوں ذلیل ہوتا دیکھ رہا ہے۔ یہ اس بے غیرتی کا نتیجہ ہے جو تو اس وقت کر گیا۔

یہ باتیں سمجھنے کی ہیں۔ جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا تعلق ہے، تیرے میرے اعزاز کی ان کو کوئی ضرورت نہیں۔ جس وقت قریش مکہ نے کہا کہ اس کی تو

File Adress:

کوئی اولاد ہی نہ ہوئی کوئی بیٹا ہی نہ ہوا۔نعوذ باللہ اس کے دنیا سے گزرنے کے بعد تو سب کچھ ختم ہو جائے گا، کوئی چیز باقی نہیں رہے گی کیونکہ اولاد ہی نہیں ہے۔سورۃ الکوثر نازل ہوئی اے پیغمبر! ہم نے آپ کو خیرِ کثیر سے نوازا، لہٰذا تو نماز پڑھ، قربانی کر، بے شک تیرا جو دشمن ہو گا وہ دم کٹا ہو گا۔جس کے پیچھے اس کا تذکرہ اور نام ونشان باقی نہ رہے گا۔تو ان سرداروں کا نام ونشان باقی نہ رہا۔اگر رہا بھی تو بے ادبی کے ساتھ۔ابوجہل کا نام جہالت کے باپ کے نام کے طور پر زندہ رہا، اخنس بن شریق، اسود بن عبد یغوث اور ولید بن مغیرہ جیسے بڑے بڑے سرداروں کا نام کیسے زندہ رہا۔قرآن نے کہا کہ

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ○

ترجمہ: کہ آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو، بے وقعت ہو، طعنہ دینے والا ہو، چغلیاں لگاتا پھرتا ہو، نیک کام سے روکنے والا ہو، حد سے گزرنے والا ہو، گناہوں کا کرنے والا ہو سخت مزاج ہو، اس کے علاوہ حرامزادہ ہو۔(بیان القرآن)

قرآن پاک پر کافروں کا بھی اتنا یقین تھا کہ ان میں سے ایک تلوار لے کر ماں کے سر پر کھڑا ہوا اور کہا سچ سچ بتا میں کس کا بیٹا ہوں؟ اس نے کہا: بات اس طرح ہے کہ تمہارے باپ کی اولاد نہیں ہو رہی تھی اور جائیداد مال ہمارا بہت تھا اور اس بات کا خطرہ تھا کہ تیرے چچازاد سب کچھ لے لیں گے، اس لئے تُو اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہے بلکہ تُو فلانے غلام کا بیٹا ہے۔اللہ پاک اس کو بے عزت کرنا چاہتا تھا تو یہ بات ظاہر ہوئی۔تو اس طرح کے تذکروں کے ساتھ ان کا ذکر باقی رہ گیا ہے۔

توہین رسالت: اہل مغرب کی تباہی کا پیش خیمہ

File Adress:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اہلِ مغرب کو میں بتاتا ہوں کہ تمہاری تہذیب خود اپنے ہاتھوں خودکشی کرے گی کیونکہ جو آشیانہ نازک شاخ پہ بنتا ہے تو جیسے ہوا چلتی ہے ٹوٹ جاتا ہے۔ مغرب اب اس طرف بڑھ رہا ہے۔ ہم اس بات کو دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ کی تباہی اب قریب ہے کیونکہ ظلم کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب وہ اس سے آگے بڑھ جاتا ہے پھر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ختم ہونے کا خود بندوبست کرتا ہے۔ سورۃ حجر کی آیت نمبر ۹۵ میں فرمایا گیا:

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔

اے پیغمبر جو تیرا مذاق اُڑا رہے ہیں ہم ان کے لئے کافی ہیں۔

اس کا دردناک انجام ہوگا۔ یا تو مسلمان اس کو قتل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی غیرت مند مسلمانوں کے ہاتھوں اسے انجام تک پہنچاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان قتل نہ کر سکے تو دنیا اس کے عبرتناک انجام کو دیکھتی ہے۔ اس کو دوام اور استحکام نصیب نہیں ہو سکتا، الحمدللہ جب ان کی لگام مجاہدین افغانستان میں ٹوٹے پھوٹے وسائل کے ساتھ کھینچتے ہیں تو ان کے ایوانوں میں زلزلے آ جاتے ہیں اور ان کے کروڑوں ڈالر تو حفاظتی مشوروں اور تھنک ٹینک سے ہدایات لینے میں لگ جاتے ہیں۔

کفر کی تباہی کا مؤثر ہتھیار: معاشی بائیکاٹ

ٹیلی نار والے جس کے خلاف اتنے جلوس نکالے گئے، اور ان کے بائیکاٹ کی تحریک چلائی گئی، اس کے کنکشن تیری دینی پارٹی کی بڑی بڑی گرانڈیل شخصیتوں کے پاس ہیں۔ تیرا سیاسی اتنا بودا، اتنا کمزور، اتنا بے غیرت اور اتنا کرپٹ ہے کہ کسی پارٹی پر نظر نہیں ٹھہرتی۔ تیرے دینی لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس جگہ بیٹھتے ہیں اتنے بڑی بڑی پگڑیوں کے

File Adress:

ساتھ پیپسی پی رہے ہیں۔ان بے غیرتوں کواس بات کا خیال نہیں آتا کہ مسلمان کا خون پی رہے ہیں۔اس بات پراگرآپ خفا ہوتے ہیں تو دس بار خفا ہوں اوراگراس پہ اُٹھ کر مجھ پر حملہ کریں تو میں اکیلا تمہارے لئے کافی ہوں اوراس کے نتیجے میں اگر مجھے مار دیں،تو میں اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں اور ساری عمر میں نے اپنے آپ کواس کے لیے تیار رکھا ہے۔ اے مسلمان! تو غیرت کر۔اگر تو ان بے غیرتوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے ان کی معیشت پرضرب لگائے تو پھر یہ گھٹنے ٹیک کر ہمارے سامنے آئیں گے۔صرف جلوس پر کام نہیں بنے گا۔اچھی بات ہے کہ تو نے غیرت اور ہمت کا اظہار کیا۔لیکن مسئلہ اس سے حل نہیں ہوگا۔تو وہاں غیرت کرے گا جب ان یہودیوں اورقادیانیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرے گا تو ان کی معیشت کمزور ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ! تو نے فرعون کو مال ودولت اس لئے دیا ہے کہ لوگوں کوگمراہ کرتا پھرے!اے اللہ!تو اس کی معیشت کوغارت کردے:

ربنا اطمس علی اموالهم۔(یونس:۸۸)

والی آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فرعون کی معیشت کی تباہی کی دعا کی ہے کہ معیشت تباہ ہوگی تب اس کا اقتدار ختم ہوگا۔آج ان کے اقتدار کوتُو طول دے رہا ہے،تُو چندہ دے رہا ہے یہودیوں کو جو میرے سامنے مسجد میں آکر نماز کے لئے بیٹھے ہو، پورا ہفتہ چندہ دے کرآئے ہو،ہزاروں روپے دے کرآئے ہو،جس سے اس کو معاشی ترقی ہوئی ہے اوروہ چل کر مسلمان کی گردن دبانے کوآ گیا ہے۔

جس وقت ایک کافر کا مسلمان پرحملہ ہوجائے تو اس کے ساتھ سارے مسئلے حربی کافر کے ہوجاتے ہیں۔اس کی مصنوعات ساری حربی کے حکم میں آجاتی ہیں۔اگر تو اس کی چیزیں خرید رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو جنگ کے لئے اس کو چندہ دے رہا ہے،تُو

File Adress:

مسلمان کے خاتمے کے لئے چندہ دے رہا ہے، تُو بہت ظالم ہے، تُو بہت بے غیرت اور دیوث ہے جو ان کو چندہ دے کر ان کی حکومت کے اس کشت و خون کو ترقی دے رہا ہے۔ تُو مسلمان کا خون چوس رہا ہے۔ تو دشمن کی صف میں کھڑا ان کے فوجی کی طرح اسے مدد پہنچا رہا ہے۔ آج امت میں اس شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے، افسوس ہے کہ بڑے بڑے نام نہاد دانشوروں کے ہاں یہ شعور نہیں دکھائی دے رہا۔ اگر میں اور آپ بائیکاٹ پر نہیں آئیں گے اور اس ہتھیار کو استعمال نہیں کریں گے تو ہم پوری امت کی بقا کو داؤ پر لگائیں گے۔ اس وقت ہم فقراء کے پاس یہی مؤثر ترین ہتھیار ہے اور اس میں جہاد کا اجر ہے، بائیکاٹ کی دعوت دیں، اس کے لیے ہمت اور غیرت کا مظاہرہ کریں، جب ان سرمایہ کے پجاریوں کا معاشی گھیراؤ ہوگا، تو ان کے غلبہ کی راستہ روکا جاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فہم اور سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

File Adress:

بدگمانی کا وبال اور اس کا علاج

File Adress:

بدگمانی کیا ہے؟ بدگمانی کے سماجی و معاشرتی وجوہات کیا ہیں؟ کیا بدگمانی کے طبی اسباب کا علاج ممکن ہے؟ بدگمانی کے معاشرہ اور خاندانوں پر پڑنے والے اثرات، مریدین میں بدگمانی سرایت کرنے کے روحانی نقصانات ، خوش اعتقادی کی برکات اور صحابہ کرام کی خوش اعتقادی کا تذکرہ بدگمانی کا علاان کیسے ممکن ہے؟ ان عنوانات پر جامع گفتگو

File Adress:

خطبہ ماثورۃ!

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

(الحجرات:۱۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔''

بدگمانی کا زہر اور اس کا اثر

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوسرے کے بارے میں بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی عام طور پر کسی ٹھوس دلیل کے بغیر ہوتی ہے، کسی کے بارے میں کوئی سرسری بات پہنچ گئی، یا اسے کوئی کام کرتا دیکھ لیا یا اس نے کوئی بات کہہ دی اور سننے والے نے اسے غلط مفہوم کا جامہ پہنا دیا کہ یہ میرے بارے میں کہا ہوگا اور اس کا یہ مطلب ہوگا یا اس نے جو فلاں کام کیا ہے اس سے مجھے نقصان پہنچانے یا میرے خلاف کرنے کے لیے کیا ہوگا۔ شیطان بدگمانی کا ہتھیار مختلف جگہوں پر استعمال کرتا ہے۔ ملازمت میں آپس کی بدگمانیاں، میاں بیوی میں بدگمانیاں، مُرید کو پیر سے بدگمان کرنا، کاروبار میں آپس میں بدگمانی پیدا کرنا۔ یہ شیطان کی ایسی چال ہے جس سے بعض اوقات کتابیں پڑھے علماء اور مدرسہ کے شیخ الحدیث تک محفوظ نہیں رہتے۔ میاں بیوی کی ایک دوسرے سے بدگمانی گھریلو ناچاقیوں کے ساتھ کئی قسم کی نفسیاتی بیماریوں (psychidric diseases) کا باعث بنتی ہے۔ شیطان بعض اوقات شوہر کے دل میں بیوی کے خلاف بدگمانی پیدا کرتا ہے اور شوہر

File Adress:

کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ بیوی بدکار ہے۔

بدگمانی کی بنیاد: وہم

پنڈی سے ایک صاحب میرے پاس آئے، جو اپنی بیوی سے اس قسم کی بدگمانی رکھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اُن کی اولاد ناجائز ہے اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اِرادہ بھی رکھتے تھے، تحقیقی سوالات کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں اور ان کے پاس اپنے وہم کے ٹھوس دلائل بالکل نہیں لیکن محض وساوس کے آگے ہتھیار ڈال کر اپنے گھر کو اُجاڑ رہے تھے۔

بدگمانی کی طبی اسباب

ان وساوس کی وجہ حکیموں کے نزدیک بدن میں خلطِ سودا یا صفراء کی زیادتی اور جدید ڈاکٹروں کے نزدیک ڈوپامین (Dopamine) کی کمی یا زیادتی ہوتی ہے، جس کا ماہر سے علاج کرانا ضروری ہوتا ہے۔ ایسے بہت سے رذائل کے اسباب ہیں جو طبی ہیں، ان کی طرف عام لوگوں کی توجہ نہیں جاتی، وہ وظیفوں اور دم تعویذوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالانکہ ان کا آسان طبی علاج ہوتا ہے، ہم نے کئی تجربات کر رکھے ہیں اور بندہ علاج کرتا ہے تو سارے وساوس، وہم، خیالات ختم ہو جاتے ہیں اور پر سکوں زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔ سلاسل میں مریدوں کی طبی حالت کو اصلاح کی محنت میں ملحوظ رکھنا ہوتا ہے، ہماری تھانویؒ ترتیب میں تو یہ لازمی درجہ کی چیز ہے اور الحمدللہ ہم نے ساتھیوں کو دماغی امراض کے ڈاکٹر (psychiatrists) کے پاس بھیجا ہے اور نگرانی میں علاج کروایا ہے تو یہ سارے مسائل اللہ تعالیٰ کے فضل سے حل ہوئے ہیں۔

زیارت کاکا صاحب سے کچھ ساتھیوں نے پیغام بھیجا کہ یہاں ایک وکیل صاحب

File Adress:

ہیں، پیپلز پارٹی کے اوّلین دور کے کارکنوں میں شامل رہے۔ ان کی ذہنی حالت صحیح نہیں تھی، کچھ افاقہ ہوا ہے جس سے دِین کی طرف مائل ہوئے لیکن کسی دِینی سیاسی پارٹی کے ساتھ ہو گئے جہاں ہنگامہ خیز زندگی کی وجہ سے دوبارہ بیمار ہونے کا خطرہ ہے، ساتھیوں کا یہ اِرادہ ہوا کہ بندہ وہاں جائے اور اسے ترغیب دے کر تبلیغی جماعت میں شامل کر دے تاکہ دینداری کی زندگی کے ساتھ کچھ پر سکون ماحول بھی مل سکے۔ بندہ وہاں حاضر ہوا، ہماری تشخیص تو رُوحانی ہوتی ہے، اس کے حالات سننے سے پتا چلا کہ جب یہ چھوٹا تھا اسی وقت سے ان کی والدہ اور والد صاحب کی آپس میں ناچاقی اور جدائی ہو گئی تھی۔ یہ ہمارے صوبہ سرحد کے ماحول کی بدقسمتی ہے کہ جدائی کر کے ساری عمر بیوی کو لٹکائے رکھیں گے لیکن طلاق نہیں دیں گے اور اس کو نام نہاد غیرت کے خلاف سمجھیں گے یا قتل تو کر دیں گے لیکن طلاق نہیں دیں گے۔ چنانچہ اس نوجوان کی ایسی کڑھن کی فضا میں پرورش ہوئی۔ بہر حال ہمارے سلسلہ میں علاج کا طریقہ کار، بار بار ہماری مجلس کی حاضری ہوتی ہے۔ ہم کوئی خواجہ معین الدین اجمیریؒ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تو ہیں نہیں کہ ایک نظر دیکھ کر بیماری دُور کر دیں۔ اُن حضرات کی بھی اسّی نوے سالہ زندگی میں چند ہی واقعات ایسے پیش آئے ہوں گے۔ ورنہ عمومی زندگی میں وہ بھی اسباب اختیار فرماتے تھے۔ وکیل صاحب کچھ مُدّت بعد میڈیکل کالج میں مجھ سے ملے، ملنے سے اندازہ ہوا کہ ان کی گھریلو ناچاقیوں نے انھیں ہیروئن کا عادی بنا دیا ہے۔ لٰہذا انھیں علاج کے لیے ہسپتال میں داخل کروانا پڑا۔ تو شیطان کے اس فریب میں آنے سے خاندان، صحت، زندگی سب تباہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

میں نے اپنی پچپن ساٹھ سالہ شعوری زندگی میں درجنوں گھرانے دیکھے ہیں جہاں ساس بہو کے آپس میں بدگمانیوں کی وجہ سے پورے پورے خاندان تباہ ہوئے ہیں۔ ایک بار ایک ساس صاحبہ کی بیٹی کا کوئی زیور گم ہوا اور بدگمانی میں بہو پر الزام لگا دیا، اس سے

File Adress:

جوفساد مچا۔ توبہ! بعد میں زیور اسی کے کمرے سے مل گیا، لیکن بدگمانی اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ پہلے الزام پر نادم ہونے کی بجائے کہا کہ اس نے ڈر کی وجہ سے واپس لاکر رکھا ہے۔ آج جو مختلف گھروں میں لڑائی جھگڑوں اور بدسکونی کی فضا بنی ہوئی ہے، اس کی وجہ یہی بدگمانی ہے اور عورتوں میں یہ عام بیماری ہے کہ فوراً بدگمان ہو جاتی ہیں اور تحقیق کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتیں۔

مرید پر بدگمانی کے اثرات

شیطان یہی بدظنی کا ہتھیار مُرید پر بھی آزماتا ہے، پیر کی بعض عادات اور باتوں کو خلافِ شرع بنا کر مُرید کے سامنے پیش کرتا ہے جس سے مُرید اپنے پیر سے بدظن ہو جاتا ہے۔ اس میں قصور اکثر مُرید کا ہوتا ہے کہ دِینی علم و فہم نہ ہونے اور شریعت کی باریکیوں سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے پیر کے خلاف تنقیدی جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یا تو مُرید دِینی علم و فہم والا ہو کہ دِینی مسائل کی باریکیوں کو جانتا ہو، نہیں تو اس کے لئے حکم ہے کہ جب اس نے تسلّی کر کے پیر سے بیعت کر لی ہے تو اس کی نہ سمجھ میں آنے والی باتوں کے متعلق اچھا گمان رکھے، الّا یہ کہ اس دور کے محققین مشائخ اس بات کی نشاندہی نہ کر دیں کہ اس شیخ کے اعمال اب قابل اعتبار نہیں رہے۔ اگر شیخ کے بارے میں یہ بات نہ ہو تو سمجھ لیں کہ یہ مرید پر شیطانی وار ہے، اور وہ اسے سلسلہ کے فیض سے محروم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ شیخ سے استفادہ کی بنیادی شرط ہی اعتقاد اور انقیاد ہے، اعتقاد کا مطلب یہ کہ شیخ کے بارے میں یہ گمان ہو کہ میری اصلاح بس اسی سے ہوگی اور انقیاد کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کی ہر بات بلا چوں و چرا کے تسلیم کر لے۔ اگر شیطان اس کے ذہن میں یہ بات ڈالنے میں کامیاب ہو جائے کہ شیخ تو پابند شریعت ہی نہیں تو پھر اعتقاد اور انقیاد کہاں کا رہا، اور فائدہ کیسے ہوگا۔

File Adress:

امام ابوحنیفہؒ کا فہم شریعت

فہم شریعت کی بات آئی تو اس پر ایک واقعہ سنا دوں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دینی فہم، مسائل کی باریکیوں کو سمجھنا اور ان کی تہہ تک جانا نہایت اعلیٰ تھا اور اسی بات میں وہ اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ امام اعظمؒ کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر صبح صادق تک تم نے مجھ سے کوئی بات نہ کی تو تمہیں تین طلاق، بیوی نے بھی غصّے میں کہا کہ مجھے بھی اللہ کی قسم کہ میں صبح صادق سے پہلے تم سے کوئی بات کروں۔ اب شوہر اس انتظار میں تھا کہ بیوی بات کر لے گی لیکن بیوی بھی اپنی قسم پر قائم رہی اور بات نہیں کی۔ اب صبح دونوں اپنی بات پر پشیماں ہوئے۔ پریشانی کی حالت میں وہ شخص علّامہ ابنِ سیرینؒ کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ بیان کیا۔ ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ طلاق ہو چکی ہے اور اب تیری بیوی تجھ پہ حرام ہے۔ وہ شخص امام اعظمؒ کے پاس پہنچا، امام اعظمؒ نے پورا واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ وہ آدمی پھر علامہ ابنِ سیرینؒ کے پاس گیا اور امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ سنایا۔ علامہ ابنِ سیرینؒ غصے میں بھرے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئے اور کہا کہ تو کیسے فتوے دیتا ہے۔ امام اعظم صاحبؒ نے ان سے بیان دُہروایا پھر فرمایا کہ خاوند کی طلاق کے بعد جو عورت نے قسم کھائی تو یہی تو صبح صادق سے پہلے کلام ہو گیا۔ ابنِ سیرینؒ نے فرمایا واقعی جس جگہ تمہارا ذہن پہنچتا ہے ہمارا ذہن نہیں پہنچتا۔

ایک دوسرا واقعہ ہے، ایک بار امام اعظمؒ نے اپنے شاگردوں سے مسئلہ پوچھا کہ ہنڈیا میں اگر پرندہ گر کر مر جائے تو کیا کرنا چاہیۓ؟ شاگردوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بتایا کہ شوربا پھینک دینا چاہیۓ اور گوشت کو دھو کر کھا لینا چاہیۓ۔ امام اعظمؒ نے فرمایا: اگر ہنڈیا ابل رہی ہو ہے اور پرندہ اس میں گر کر مر جائے، تب تو شوربا اور ہنڈیا کا گوشت دونوں پھینک دینے چاہئیں اور اگر ہنڈیا ٹھنڈی ہے اور پرندہ گر کر مر جائے تو

File Adress:

صرف شوربا پھینک دینا چاہئے اور گوشت کو دھو کر کھا لینا چاہئے۔ بات یہ نہیں کہ امام اعظمؒ کا تقویٰ وعلم حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تھا بلکہ ممکن ہے کہ امام اعظمؒ کے سامنے یہ دونوں صورتیں پیش آئی ہوں اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے صرف ایک صورت پیش آئی ہو۔

یہ تو امام اعظمؒ کا فہمِ دِینی تھا، جو بات کی تہہ تک جا کر مسائل حل فرماتے تھے۔تو مُرید یا تو علم والا ہو کہ شیخ کے عادات واعمال میں باریکیوں کو سمجھے، اگر ایسا نہیں تو شیخ پر اندھا اعتماد کرے۔حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مُرید میں اتنا علم ہو کہ میری ترتیب کی باریکیوں کو سمجھ سکے یا ایسا عاشق ہو کہ ہر بات پر اعتماد کرے۔

شیخ کے ساتھ خوش اعتقادی کی برکت

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے آپ بیتی میں یہ واقعہ لکھوایا ہے کہ ایک مرید شیخ کے پاس حاضر ہوا تو شیخ نے ساٹھ ہزار روپے دے کر کہا کہ چکلے (بدکاری کے اڈے) چلے جاؤ، اب اگر وہ دانشور ہوتا اور اپنی دانشوری بگھارتا، تو بدظن ہو جاتا کہ دیکھیں شیخ کہاں بھیج رہے ہیں۔ وہ خاموشی سے چلا گیا، چکلے والوں نے دیکھا کہ کوئی صوفی صاحب ہیں، سادہ لوح سے ہیں شاید پہلی بار آئے ہیں، ان کا دلال آگے بڑھا کہ صوفی جی آج تو ایسا مال آیا ہے کہ کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا بالکل نیا مال ہے اور تو نے بھی شاید آج تک کسی کو ہاتھ نہیں لگایا، اس لیے یہ مال تجھے دیتے ہیں۔اسے تو شیخ کا حکم تھا، آگے بڑھا کہ دیکھتے ہیں کیا نتیجہ نکلتا ہے، اندر جو گیا تو دیکھا کہ سامنے اپنی بیوی بیٹھی ہے، اور رو رو کر اس بے چاری کا برا حال ہوا ہے، یہ سادہ لوح شیخ کی ملاقات کے لیے گیا اور گھر کی حفاظت کا کوئی بندوبست ہی نہیں کیا، پیچھے اغوا کاروں نے اس کی بیوی کو اغوا کر کے لا کر یہاں بیچ دیا۔ چونکہ اللہ والوں میں غیرت بہت زیادہ ہوتی ہے، یہ تو غصے سے لال پیلا ہو گیا اور ان پر

File Adress:

چڑھ دوڑا کہ تم لوگوں نے میری بیوی کو اٹھایا ہے، انہوں نے کہا: صوفی صاحب! اگر آپ کی بیوی ہے تو آپ لے جائیں، بس ہم نے اسے ساٹھ ہزار روپے کا خریدا ہے، ہمیں اپنے پیسے دے دیں۔ اس نے شیخ کی دی ہوئی رقم ان کو تھمائی اور بیوی کو لے کر آ گیا، یہ اس کی خوش گمانی اور اعتقاد کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کی آبرو بھی بچا کر رکھی اور بیوی واپس بھی دلوادی۔ تو میرے بھائی! حسن ظن والا آدمی ہی اس راہ میں چل سکتا ہے۔

مرید کی خوش اعتقادی کا اثر

اچھا گمان اور خوش اعتقادی ایسی چیز ہے کہ اس کا اچھا اثر دوسرے پر بھی آتا ہے اس سلسلے میں بزرگوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ کوئی بزرگ فوت ہوئے۔ اُن کے ایک نیک مخلص مُرید نے سوچا کہ حضرت کی وفات کے بعد اب ان کے بیٹے سے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہئے۔ ادھر بزرگ کے صاحبزادہ شُکرانوں کے عادی، پلاؤ زردے پر ہاتھ صاف کرنے والے، معرفت وطریقت سے کوسوں دُور گدی نشین ہو گئے، والد محترم کی وفات کے بعد روک ٹوک والا کوئی نہیں، اب یار دوستوں کے ساتھ شراب وکباب کی محفلیں سجنے لگیں۔ یہ شخص جس وقت صاحبزادہ صاحب سے ملنے آیا تو اس وقت اس شخص کا ہم نام خادم صاحبزادہ صاحب کے لئے شراب لینے گیا تھا۔ اِس شخص نے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے صاحبزادہ صاحب یہ سمجھ کر کہ خادم شراب لے آیا ہے، اس کا نام پکارا کہ آ گئے؟ اس مُرید نے اپنا نام جب صاحبزادہ کے منہ سے سنا تو اور بھی اس کی بزرگی کا قائل ہو گیا۔ فوراً اندر جا کر اس کی منت سماجت کرنے لگا کہ میں آپ کے والد کا خادم تھا اب آپ مجھے اپنا خادم (مُرید) بنا لیجئے۔ صاحبزادہ صاحب کو اپنی اصلیّت کا تو پتا تھا ہی، اس ڈر سے کہ کہیں نوکر شراب لا کر اس کی بزرگی کا بھانڈا نہ پھوڑ دے، جان چھڑانے کی خاطر کہا: فوراً جاؤ! آج کے بعد باغ کی رکھوالی وخدمت تمہارے ذمّہ ہے۔ مُرید خوش ہوا کہ پیر صاحب نے

File Adress:

خدمت ذمّہ لگائی ہے، بیلچہ کُدال اُٹھا کرنہایت محنت و اخلاص کے ساتھ باغ کی خدمت میں لگ گیا اور عرصہ تک لگا رہا۔ اس کا اخلاص رنگ لایا، علاقے کا ابدال فوت ہو رہا تھا۔ مشورہ ہو رہا تھا کہ نیا ابدال کسے منتخب کیا جائے۔ طے پایا کہ فلاں باغ کا مالی اب اس ابدال کی جانشینی کا اہل ہے۔ جیسے ہی اسے نسبت منتقل ہوئی، معرفت اس پر کھل گئی، چودہ طبق روشن ہو گئے۔ بیلچہ کُدال پیر صاحب کے حوالہ کر کے اجازت لے کر روانہ ہو گیا۔ غرض اپنے نیک گمان اور اخلاص کی بدولت اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی کیونکہ اس نے ایک گنہگار پیر صاحب کو بھی اخلاص کی نظر سے دیکھا۔ ہمارا ایک سادہ سا دیہاتی ساتھی ہے، کسی نے اس سے کہا کہ تم ایسے ہی ڈاکٹر صاحب کے معتقد بنے ہوئے ہو یہ تو سارا دن کالج میں لڑکیوں کے درمیان بیٹھا ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کسی ضرورت کے تحت بیٹھتے ہوں گے ویسے ہی نہیں بیٹھتے۔ ایسا حسنِ ظن رکھنے والا مُرید ہونا چاہیے۔

صلح حدیبیہ اور صحابہ کرام کی خوش گمانی و اعتقاد

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور صلی اللہ وعلیہ وسلّم نے صلح نامہ پر دستخط فرما کر عمرہ کا اِرادہ اگلے سال کے لئے ملتوی فرما دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے خواب کی بنا پر یہ سمجھ رہے تھے کہ اِسی سال عمرہ ادا کریں گے، سخت ذہنی پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ صحابہ کرامؓ کے لئے بہت بڑا امتحان تھا کیونکہ بات کرنے والا کوئی عام ولی نہیں، کوئی صحابی نہیں بلکہ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے صحابی بڑی تیزی کے ساتھ اُٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: ’’ابوبکر! کیا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہیں؟‘‘ صدیق اکبرؓ نے فرمایا: ’’بیشک ہیں‘‘۔ پھر فاروقِ اعظمؓ نے کہا: کیا ہم مسلمان نہیں؟ انھوں نے کہا: بیشک ہیں۔ عمر فاروقؓ نے پوچھا: کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ صدیقِ اکبرؓ نے کہا: بیشک ہیں۔ تب حضرت عمرؓ

File Adress:

نے کہا: ''پھر آخر کس بناء پر ہم اپنے دِین کے معاملے میں یہ ذلت گوارا کریں؟' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''اے عمر! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور فیصلوں پر سر جھکاؤ۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اے شخص! وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے، تم کو لازم ہے کہ مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کرتے رہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' اسی وقت حضرت عمرؓ نے بھی کہا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

اس کے بعد حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی وہی سب باتیں کہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہہ چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب سن کر فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور وہی میرا مددگار رہے۔''

حضرت عمرؓ دیر تک اپنی بات پر جمے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان سے کہا کہ اے ابنِ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرمارہے ہیں کیا تم اس کو سن نہیں رہے ہو؟ ہم شیطان مردُود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے بھی شیطان مردُود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اس وقت جو کچھ بات چیت کی تھی وہ اگرچہ اس تمنا میں تھی کہ اس معاملہ میں خیر اور بہتری ظاہر ہو مگر اپنی اس گفتگو کے خوف سے میں اس کے بعد ہمیشہ روزے رکھتا، صدقات دیتا، نمازیں پڑھتا اور غلاموں کو آزاد کرتا تھا۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ کا جو اضطراب اور بے چینی ہے وہ نعوذ باللہ کسی گستاخی یا بدگمانی کی نیت سے نہیں بلکہ درحقیقت یہ سب کچھ ان کے عشق رسول اور اسلام اور

File Adress:

مسلمانوں کے ساتھ شدید محبت کی بنا پر تھا کیونکہ ظاہری طور پر اس معاہدے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کو بہت زیادہ مراعات دی تھیں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ آسمانی فیصلہ تھا اور اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے جو سربلندی اور انجام کار کو کامیابی پنہاں تھی اس کو دُور بین نظریں دیکھ رہی تھیں۔ دوسرے لوگوں پر حقیقتیں عیاں نہیں تھیں اس لیے حضرت عمرؓ پر ایک دم تحیر اور حیرانی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ شرائط کی ظاہری نوعیت سے جب انھوں نے یہ سمجھا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے اور مشرکوں کا پلہ بھاری نظر آتا ہے تو اس حیرانی کی کیفیت نے اضطراب اور بے چینی کی صورت اختیار کر لی یہاں تک کہ اسی عالم میں اُٹھ کر وہ صدیقِ اکبرؓ کے پاس پہنچ گئے اور پھر براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض کی جو صرف ان کے اضطراب اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظاہرہ تھا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

گفتگوئے عاشقاں درکارِ رب

جوشش عشق است نے ترک ادب

یعنی پروردگار کے کاموں میں اس کے عاشقوں کا گفتگو اور کلام کرنا ان کے بڑھے ہوئے عشق اور جوش محبت کا نتیجہ ہوتا ہے، خدانخواستہ بے ادبی یا گستاخی و جسارت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ یہ سخت امتحان کا وقت تھا۔ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات تھی جو کسی ذہنی وسوسے میں مبتلا نہیں تھے اور مکمل اطمینان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے سچے عاشق تھے، آپؓ کو نسبتِ اتحادی حاصل تھی، آپؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اعلیٰ درجہ کی معرفت حاصل تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے عاشق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اعلیٰ درجہ پر ہیں، اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ ختم ہونے والی ہے، لامحدود ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سیر فی اللہ حاصل ہے، آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت

File Adress:

میں درجۂ اعلیٰ کی طرف بڑھتے ہی جارہے ہیں۔

تو عرض کررہا تھا کہ صلح حدیبیہ میں جو ظاہری حالات تھے ان کی بنیاد پر اگر صحابہ کرام کے علاوہ کوئی ہوتا تو شاید پھسل جاتا اور بدگمان ہو جاتا لیکن صحابہ کرام باوجود طبعی پریشانی اور اضطراب کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر جمے رہے۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ انہوں نے کسی بات پر نوعمروں کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ بالفرض اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کا تصور بھی کر سکتے تو صلح حدیبیہ کے دن کر لیتے۔ کیونکہ اس وقت کے حالات ایسے تھے کہ عام آدمی ان میں استقامت نہیں دکھا سکتا تھا لیکن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر اس دن قائم رہے تو اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کا تصور کیسے کر سکتے ہیں۔ تو بات ہو رہی تھی کہ مُرید کو سچا عاشق ہونا چاہئے۔ مولانا یحییٰ صاحبؒ، حضرت شیخ مولانا زکریاؒ کے والد صاحب، بڑے عالم تھے۔ ان کے شاگرد آپؒ سے بہت محبت کرتے تھے اور وہ بھی اپنے شاگردوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے، دوپہر میں وہ کنویں کی مُنڈیر پر بیٹھ جاتے اور آپؒ کے شاگرد ڈول بھر بھر کر آپؒ کے اُوپر ڈالتے تھے۔ ایک ظاہربین عالم آپؒ کے پاس سے گزرا اور کہا مولانا صاحب یہ اسراف نہیں؟ مولانا یحییٰ صاحبؒ نے جواب دیا تمہارے لیے اسراف ہے، میرے لیے نہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ والد صاحبؒ نے غالباً اس وقت غسل کی نیّت کے علاوہ بدن کو ٹھنڈک ونشاط پہنچانے کی نیّت کی تھی تا کہ ذہن تر و تازہ ہو، طالبعلموں کو اچھے ذہن کے ساتھ پڑھا سکیں۔ تو طالب علم خوش اعتقاد تھے اس بات پر بدگمان نہیں ہوئے کہ استاد فضول میں پانی ضائع کر رہے ہیں۔

گناہ گار پیر سے تعامل کی ترتیب

اس سب کے باوجود، پیر بھی آخر ایک انسان ہے، نسیان کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

File Adress:

شریعت کے ایک آدھ احکام سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے۔تو اس سے بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن اگر پیر بار بار شرعی احکامات کوتوڑ رہا ہے اور مرید ذہنی ہم آہنگی اور دِلی سکون واطمینان نہیں پا رہاتو ماہرین سے مشورہ کر کے کسی اور جگہ بیعت کا تعلّق قائم کرلے۔لیکن پیر اوّل کی ہتک پھر بھی نہ کرے کہ اُس سے کم ازکم اللہ کا نام توسیکھا ہے۔

ثاقب صاحب نے ایک بار اپنے انجینئر نگ کے کلاس فیلو کولا کر بیعت کروایا تھا۔ وہ پہلے ایک بریلوی پیر سے بیعت تھا، وہاں سے تعلق توڑ کر یہاں آیا۔ یہاں آنے کے بعد اسے پیشاب کے قطروں کے وسوسے آنے شروع ہوئے۔حتی کہ مسجد کے صحن میں شلوار کھول کر دیکھتا تھا کہ قطرے تونہیں نکلے۔حالات سے اندازہ ہوا کہ اس سے پہلے والے پیر کی بےادبی سرزد ہوئی جو اس مصیبت میں گرفتار ہے۔

بدگمانی کا علاج

بات چل نکلی تھی بدگمانی والے مضمون سے۔بدگمانی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی ایسے خیالات کوشروع ہی میں رَد کر دے۔ان کی طرف دھیان ہی نہ دے، وسوسے اُوپر ہی اُوپر سے گزر جائیں گے اور ان کو بالکل رَد کر کے توجّہ ہی نہ دینے سے آدمی اس مرض سے محفوظ ہوجائے گا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ جسمانی اور نفسیاتی امراض سے بھی بچالے گا۔اس کے بالمقابل نیک گمان کا فائدہ آخرت کے ساتھ دُنیا میں بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثبت گمان رکھنے سے کئی قسم کے ذہنی امراض سے انسان محفوظ رہتا ہے۔تندرست ذہن، تندرست صحت والا انسان معاشرہ کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔اگرکسی بات میں ظاہری طور پر معصیّت والی صورت دیکھ کربھی ہم نے مثبت گمان اختیار کیا تو اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہوگی اور ثواب بھی ملے گا اور اگر اسی بات میں بدگمانی قائم کی تو اس کا آخرت میں جواب دینا ہوگا اور پورے ثبوت کے ساتھ ثابت کرنا پڑے گا۔

File Adress:

حب جاہ اور اس کا علاج

File Adress:

حب جاہ کی حقیقت، حب جاہ کے جسمانی و روحانی نقصانات، حب جاہ تکبر کا شاخسانہ، حب جاہ کی وجہ سے حقیقی جاہ سے محرومی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور دیگر مشائخ اہل حق کی جاہ کی قربانی، جاہ قربان کرنے والوں کے حقیقی اعزازات اور خلق خدا کے دلوں میں واقعی مقام، حب جاہ کا علاج۔ ان جیسے کئی عنوانات پر مشتمل موضوع کی آسان تفہیم۔

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

بھائیو، دوستو بزرگو! مزہ ایک نفسانی ہے اور ایک روحانی ہے۔ نفسانی مزے کون کون سے ہیں؟ نفسانی مزے کھانے پینے کے مزے ہیں، زبان کا ذائقہ، آنکھ کا ذائقہ، کان کا ذائقہ، جنسی ذائقہ۔ تو جگہ جگہ نفس کے اندر مزے ہیں۔ کوئی لوگ کان کے مزوں کے عاشق ہو جاتے ہیں اور ساری چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر دن رات ڈھول باجے والوں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ ہمارے ایک رشتہ دار تھے اُنھوں نے اپنی دوکان، کاروبار سب کچھ لُٹا کر ڈھول باجے والوں کی نذر کر دیئے تھے۔

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ کے ایک خاص مرید ہوتے تھے، اُن کا بھائی باڑہ میں ایک چرسی پیر کے ہتھے چڑھ گیا۔ اُس کو پکڑنے اور تلاش کرنے کے لیے اس کے بھائی باڑہ گئے تو وہ وہاں اُس چرسی پیر کی درگاہ میں ملا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ پیر رباب بجا رہا تھا اور اس میں ایسی کشش تھی کہ اگر سُننا حرام نہ ہوتا تو میں اُس سے کہتا کہ آپ ہمیں دوبارہ سنائیں۔ ان کے بھائی پر ایسا جادو کیا ہوا تھا کہ بس یہ گھر میں ٹِک نہیں سکتا تھا، دوڑ کر اُس کے پاس پہنچتا تھا۔ تو کوئی کان کے ذائقے میں پھنسا ہوا ہے۔ ایسے ہی آنکھ کا ذائقہ ہے، زبان کا ہے، بیاہ شادی کا ذائقہ ہے۔

حب جاہ: ایک نفسانی مزہ

ان مزوں اور ذائقوں میں ایک مزہ اور ذائقہ بڑا بننے کا ہے کہ ہم ممبر ہو جائیں، وزیر ہو جائیں، لوگ ہمارے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں، ہماری آہ و واہ ہو، ہمیں

File Adress:

اعلیٰ سے اعلیٰ پروٹوکول ملے۔ اس چیز کو پانے کے لیے اپنا سارا کمایا ہوا اُس پر خرچ کر دیتے ہیں۔ کمانے میں کتنی تکلیف اُٹھاتے ہیں اور جب مال آجاتا ہے تو مال کو بے دریغ جاہ پر خرچ کرتے ہیں، سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

ہمارے ایک حاجی صاحب تھے، خود تو سینیٹر بن گئے اور چھوٹے بھائی کو اُنھوں نے قومی اسمبلی کے الیکشن کے لیے کھڑا کیا۔ کسی نے بتایا کہ دو کروڑ روپے خرچہ ہوا ہے اور ہار گئے ہیں۔ جب وہ ہارے تو اپنے مخالف پر مقدمہ قائم کیا۔ ماشاء اللہ حاجی صاحب بڑے ہوشیار تھے اگر دو کروڑ روپے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق ملتا، مخلوق خدا کے دلوں میں ان کے لیے محبت ہوتی، لوگ خود ہی ان کے لیے مسخر ہو جاتے اور اُن کے ہاتھ اُٹھانے پر (دعا کرنے پر) لوگوں میں حکومتیں تقسیم ہوتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص قرب پانے والوں اوت تعلق مع اللہ حاصل کرنے والوں کا انعام ہوتا ہے جب وہ اس عارضی جاہ کی قربانی دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں حقیقی جاہ نصیب فرماتے ہیں، لوگ ان کے سامنے مسخر ہو جاتے ہیں اور ان کو دعا کی ایسی قوت عطا ہوتی ہے کہ سلطنتوں کے فرمانروا ان کی دعا کی برکت سے تخت پاتے اوت کھوتے ہیں۔

حضرت بوعلی قلندرؒ کا واقعہ

ایک آدمی نے حضرت بوعلی قلندرؒ کے سامنے آکر شکایت کی کہ بادشاہ کے فلاں کارندے نے مجھے یہ تکلیف پہنچائی ہے۔ تو اُنھوں نے بادشاہ کے نام خط لکھا:

بازگیر ایں عاملے بدگوہرے

ورنہ بخشم ملک تو بادیگرے

File Adress:

کہ تو اپنے اس نالائق عامل کوٹھیک کردے ورنہ تیرا ملک میں کسی دوسرے کو دے دوں گا۔تو ایسے اللہ تعالیٰ کے تعلق والے بندے ہوتے ہیں۔

مولانا رومؒ کے والد کا واقعہ

خوارزم شاہ پر جب تاتاریوں کا حملہ آرہا تھا اُس زمانے میں حضرت مولانا رومؒ کے والد صاحب اس کے شہر میں رہتے تھے۔اُن کی اتنی شہرت تھی کہ بادشاہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں یہ میرا اقتدار نہ لے لیں۔تو اُس نے اپنے وزیر کو خزانے کی چابیاں دیکر اُن کے پاس بھیجا اور کہا کہ یہ اُن کے حوالے کردو۔وزیر آیا اور اُس نے کہا کہ بادشاہ نے کہا ہے کہ یہ خزانے کی چابیاں ہیں آپ لے لیں۔آپ سمجھ گئے کہ بادشاہ نے شریفانہ طریقے سے اس بات کی دھمکی بھیجی ہے کہ مجھے تجھ سے خطرہ ہو گیا ہے کہ تو میری حکومت کو لینے والا ہے اور اس لئے میں تمہارے ساتھ ہر کچھ کرسکتا ہوں۔تو انھوں نے چابیاں واپس کرتے ہوئے پیغام بھیجا کہ آپ اُن کو کہیں کہ میں جمعہ کی نماز پڑھوا کر اور اپنے مریدوں سے مل کر اس علاقے کو چھوڑ کر چلا جاؤ نگا۔ بادشاہ نے کہا کہ چلو اچھا ہوا آدمی سمجھدار تھا ہماری بات کو سمجھ گیا۔پھر اُس کے وزیروں کا مشورہ ہوا کہ اگر یہ بزرگ جمعہ کی نماز کو ٹھہرے اور نماز کے بعد مریدوں سے کہا کہ میں اس وجہ سے اس علاقے سے باہر جا رہا ہوں تو حکومت کے خلاف بڑی فضا خراب ہو جائیگی۔اس لیے آپ ان سے کہیں کہ جمعے کی نماز سے پہلے ہی یہاں سے چلے جائیں۔تو اُنھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور جمعے کی نماز سے پہلے ہی چلے گئے۔اس علاقے کے جو ابدال تھے وہ اس انتظار میں تھے کہ تاتاریوں کو خوارزم شاہ پر چڑھانا تھا اور علاقے کی کُترا کُتری ہونے تھی اور جب تک یہ بزرگ وہاں پر تھے ان کی موجودگی میں اور اُن کے ہوتے ہوئے ان کی برکت کی وجہ سے یہ ہو نہیں سکتا تھا۔تو ان کو صحیح سالم بیچ میں سے نکالا گیا اور جونہی یہ اس علاقے کو چھوڑ کر گئے اور دوسرے علاقے میں جا کر منتقل ہوئے

File Adress:

پیچھے سے حملہ آیا اور اتنا کُشت وخون ہوا کہ خوارزم شاہ کو علاقہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

تو ایسے اللہ تعالیٰ کے تعلق والے بندے بھی ہوتے ہیں۔جس طرح ہم نے اپنا سب کچھ اپنی دنیا کے لیے قربان کیا ہوا ہوتا ہے مال، جان،عزت، آبرو، جان کو خطرات میں ڈالے ہوئے ،سب کچھ کئے ہوئے ہوتے ہیں ایسے ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے لیے سب کچھ قربان کیا ہوتا ہے۔

حب جاہ کی حقیقت اور اس کے مظاہر

انسان کو اپنے بشری تقاضوں مال واسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔مال اور اسباب حاصل کرنے کے لئے دوسرے انسانوں سے مقابلہ آرائی پیش آتی ہے۔اس سلسلے میں جلبِ منفعت (فائدہ حاصل کرنا) اور دفعِ مضرت (نقصان سے بچنا) اس کا اہم مسئلہ ہوجاتا ہے۔ان فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے دوسرے انسانوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہوتا کہ وہ اس کے آگے دَبیں، جھکیں، اس سے ڈریں، اس کے مفادات کے سلسلے میں اس کے لئے رکاوٹ نہ بنیں اور اس کو ان سے مضرت نہ پہنچے۔اس کے لئے انسان کو جاہ یعنی بڑائی اور فوقیت کی ضرورت ہوتی ہے۔چنانچہ یہ جذبہ انسان پر طاری ہوتا ہے اور اس پر حاوی ہوجاتا ہے۔اس جذبے کے لئے کام کرنے والی قوت قوتِ غضبیہ ہے جو باقاعدہ انسان پر طاری ہوکر اس کے غدود (Glands) سے عروق (Hormones) نکالتی ہے۔یہ عروق Adrenaline، Noradrenaline اور Cortisone، غدود سے نکل کر خون میں شامل ہوجاتے ہیں۔یہ جذبہ بھی کچھ دیر کے لیے عقل پر غالب آ کر اس کو ماؤف کردیتا ہے اور انسان کے فیصلے بجائے اپنے اور بنی نوع انسان کے جائز فائدوں کے ناجائز فائدوں کی طرف مڑ جاتے ہیں اور انسان حرص کا شکار ہوکر بے سوچے سمجھے اپنی قوت اور طاقت کو استعمال کرتے ہوئے سب وسائل پر قابض ہوجانا چاہتا ہے۔اب اس کو اپنی کم

File Adress:

فہمی سے یہ بات سمجھ آنے لگتی ہے کہ جاہ ہی وہ چیز ہے جس سے میرے مفادات کا زیادہ تحفظ ہے اور اس کے ذریعے ان وسائل کو زیادہ حاصل کر سکتا ہوں لہٰذا اس کا سارا زور حصولِ جاہ کے لیے لگنا شروع ہوجاتا ہے اور انتہائی تکلیف سے کمایا ہوا مال خرچ کر کے اور استعمال کر کے جاہ کے حصول میں لگ جاتا ہے۔ دن رات اس کی فکر اس کے دل ودماغ پر قبضہ جما لیتی ہے۔ اس کے لئے مال خرچ کر کے حکام کے دروازوں تک پہنچنا، ان سے دوستی کا استوار کرنا، ان کی سرکاری اور ذاتی تقریبات میں پہنچنے کی تگ ودو کرنا، ان کو اپنی تقریبات میں لانے کی کوشش کرنا، ان کے شایانِ شان انتہائی فضول خرچی کر کے اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں بیاہ شادی اور مختلف تقریبات کو رچانا۔ منصبِ جاہ، صوبائی، قومی اسمبلی کی ممبری حاصل کرنے کے لئے اور ضلعی وصوبائی وقومی حکومتوں میں شمولیت کے لیے جھک مارنا اور ہاتھ پیر مارنا۔ غرض اپنے لیے تفکرات اور پریشانیوں کا ایک دروازہ کھول لینا ہے۔ ووٹروں کی خوشامد کرنا، خدمتِ خلق کے کام کرنا تاکہ ووٹر خوش ہوں اور ووٹروں کی تعداد زیادہ ہوجائے۔ اگر مسجدوں میں جانے سے ووٹ بینک بڑھتا ہے تو وہاں جانا اور اگر ناچ گانے کی مجالس سے یہ چیز حاصل ہوتی ہو تو وہاں پہنچنے سے دریغ نہ کرنا۔ اگر نام کے ساتھ حاجی لگانے سے سیاسی قدرومنزلت بڑھتی ہے تو حج وعمرہ پر چلا جائے گا۔ انتخابات کے پوسٹر پر حاجی لکھنے سے وزن بڑھتا ہے تو حج کے حصول کے پیچھے لگے گا۔ اگر مدِمقابل کے نام کے ساتھ حاجی لکھا ہے تو یہ الحاج کی چھاج اور دم اپنے نام کے ساتھ لگانے کی فکر میں ہوتا ہے۔ غرض دین ودنیا کا کوئی ذریعہ اور سبب اس کے حاصل ہونے میں کام کر رہا ہو تو اس کو ضرور حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ صدقات، خیرات اور زکوٰۃ کے اعلانات کر کے نام ونمود کی کوشش کرے گا۔

یہ لوگ ایسے پھنستے ہیں کہ کھانا پینا بے وقت، آرام وراحت کا فقدان، لوگ آگے

File Adress:

پیچھے لگے ہوئے، ٹیلی فون پر ٹیلی فون آرہے ہیں، کبھی تو کرسئ اقتدار اور کبھی جیل خانہ جات، کبھی سر دار اور کبھی سرِ دار (پھانسی)، غرض پریشانیوں کا ایک پورا دفتر کھل جاتا ہے اور اس مقابلہ آرائی میں حرص، کبر، حسد، لالچ، ریاکاری اور کینہ پروری کے جذبات کوٹ کوٹ کر باطن میں بھر جانا شروع ہو جاتے ہیں۔ظاہر میں انسان اقتدار کی ان فضولیات میں استعمال ہو رہا ہوتا ہے اور باطن میں رذائلِ نفسانیہ کا اندھیرا چھا رہا ہوتا ہے۔تھوڑا عرصہ ہی اس میدان میں استعمال ہونے کے بعد آدمی کی شخصیت ایک اچھے خاصے تخریب کار اور غنڈے میں بدل جاتی ہے۔

حب جاہ کی اصلاح کا طریق

جاہ کے بارے میں قرآن وحدیث نے بہت بحث کی ہے اور صوفیاء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں انسانی زندگی کے اس خطرناک شعبہ کے بارے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں اور اس زہرِ قاتل کے مردم کش اثرات سے بچنے کی ترتیب بتائی ہے۔حصولِ جاہ کی نیت سے کوئی دینی یا دنیاوی کام کرنا ریاکاری اور گناہِ کبیرہ کے زمرے میں ڈالا گیا۔صوفیاء کسمپرسی اور گمنامی میں رہے نیز لباس اور رہائش اور سواری وغیرہ میں ایسی ترتیبیں اختیار کیں جن سے وہ عام آدمی نظر آئیں تا کہ جاہ کا جذبہ ٹوٹے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لباس، خوراک اور رہائش کے معاملے میں ساری عمر کوئی اہتمام نہیں فرمایا، اپنے لئے کوئی امتیازی لباس مختص نہیں فرمایا، جو میسر ہوا اس کو استعمال کیا۔ اٹھنے بیٹھنے اور مجلس ملاقات کے لیے کوئی خاص جگہ، خاص مسند مقرر نہیں فرمائی، رہائش ساری عمر جھونپڑے میں رکھی۔اسی طریقہ کو خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار کیا اور برتا۔علمائے ربّانی اور اولیائے کرام نے اسی ترتیب کو اپنایا اور اپنے آپ کو جان بوجھ کر جذبۂ جاہ سے دور رکھا۔دنیوی اور اخروی سارے اعمال کو فقط

File Adress:

رضائے الٰہی کے لیے مخصوص کیا۔ اس بات کو دل کے قریب بھی آنے نہیں دیا کہ ان اعمال کے ذریعے کوئی دنیا کا مفاد بصورتِ مال یا جاہ حاصل ہو جائے۔ اپنے آپ کو حکام اور فرمانرواؤں کے دروازوں سے دور رکھا۔ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ (ابن ماجہ) (ترجمہ: برا ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازے پر ہو) اس حدیث پر پورا عمل کر کے دکھایا۔ چنانچہ بادشاہتوں کو چھوڑ کر فقراء کے زمرے میں شامل ہونے کے تو بہت سے واقعات ہیں لیکن فقر کو چھوڑ کر بادشاہت کی طرف جانے کی مثالیں ناپید ہیں۔ ان حضرات کی دانشوری اور فہم و فراست قابلِ رشک ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس عذاب اور بلا سے محفوظ رکھا جس کے ذریعے دنیا دار فکر و غم کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

دنیاوی جاہ ترک کرنے پر حقیقی جاہ کا انعام

جو آدمی ان فانی چیزوں پر لات مار کے فقط رضائے الٰہی کے لئے اعمال میں لگتا ہے تو اس کے بارے میں حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ بندہ اپنے اعمال کے ذریعے خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ فرشتے زمین پر اسی طرح کا اعلان کرتے ہیں جس کے نتیجے میں زمین کی ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، حشرات الارض، نباتات، جمادات سب اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

یہ ایک خاص وجاہت اور جاہ اور اعزاز ہے جو اہلُ اللہ کو من جانبِ اللہ بغیر مانگے اور چاہے بلکہ نہ چاہتے ہوئے بھی ملتا ہے، جس کی وجہ سے ساری مخلوق دل سے ان کو چاہتی ہے اور ان کی قدر کرتی ہے۔ چنانچہ پتھروں کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنا، درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر زمین چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آجانا، کھجور کے ستون، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی

File Adress:

اور فراق میں رونا، یہ جمادات و نباتات کی محبت کے واقعات ہیں۔ ایک سانپ کا آپ ﷺ کی ملاقات کے لئے غارِ ثور میں سالہا سال انتظار میں بیٹھنا حشرات الارض کی محبت کا واقعہ ہے، حیوانات میں اونٹ، ہرنی، بھیڑئے وغیرہ جانوروں کا آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا، حجۃ الوداع میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ قربان کرر ہے تھے اُن اونٹوں کا آگے بڑھ کر اپنی گردن خود ذبح کے لیے پیش کرنا حیوانات کی محبت کو بتا رہا ہے اور انسانوں میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ کے محبت کے واقعات تو ان گنت اور بے مثال اور لازوال ہیں۔

یہ عام دستور ہے کہ کوئی قوم جب کسی علاقہ کو فتح کر کے قبضہ کرے تو وہاں کی رعایا اور عوام کے دلوں میں ان سے محبت پیدا نہیں ہوتی اور عداوت و منافرت سالہا سال جاری رہتی ہے۔ موقع ملنے پر وہاں کے عوام جذبۂ انتقام کے تحت کھڑے ہو جاتے ہیں اور باہر سے آنے والوں کو نکال کر چھوڑتے ہیں کیونکہ یہ غلبہ ظاہری، عسکری اور عارضی ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے ملک تو فتح کئے ہوتے ہیں لیکن دل فتح نہیں کئے ہوتے۔ اس کے بالمقابل صحابہ کرام جن علاقوں میں داخل ہوئے اور انہیں فتح کیا تو وہاں کے عوام کا مذہب، زبان، تہذیب اور ثقافت تک بدل گئی اور جب سے وہ علاقے اسلام میں داخل ہوئے آج تک مسلم ہیں۔ یہ اسی وجہ سے ہوا کہ اہلُ اللہ علاقوں کو فتح نہیں کرتے بلکہ دلوں کو فتح کرتے ہیں اور دلوں کی فتح فاتح کے اعمال اور جن قوموں کو فتح کیا ہے ان کے ساتھ سلوک اور اخلاص والے رویہ سے حاصل ہوتی ہے۔ روحانی لحاظ سے مضبوط شخصیت ہی دوسری شخصیت کو اپنے اندر جذب کر سکتی ہے۔ یہ لازوال جاہ اور وجاہت تو اللہ والوں ہی کا انعام ہے۔

دنیا داروں کے حصول جاہ کی ترتیب اور جاہ کی وقعت

اس کے مقابلے میں دنیا داروں کو اسلحہ، الیکشن کے جوڑ توڑ، دھوکہ فریب اور ریا کے

File Adress:

طور پر مال خرچ کرنے سے جو جاہ اور وجاہت حاصل ہوتی ہے وہ عارضی، وقتی اور فقط ظاہری ہوتی ہے اور وہ ان ظاہری چیزوں اسلحہ، اقتدار اور مفادات وغیرہ کے خوف اور شوق کی وجہ سے ہوتی ہے، جوں یہ چیزیں صاحب جاہ کے ہاتھ سے نکلیں لوگوں نے منہ موڑ لیا اور کوئی پوچھنے والا بھی نہ رہا۔ دنیا داروں کا جاہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے سانپ، بچھو یا پاگل کتے کا جاہ ہے۔ لوگ ان کے آگے کھڑے ہوتے ہیں، ان کے راستے سے ہٹتے ہیں، ان سے ڈرتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ ان کی محبت ان کے دل میں ہے بلکہ ان کے خوف سے ان کے ساتھ یہ رویہ اختیار کئے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جب اپنے عارضی اقتدار اور منصب کو کھو بیٹھتے ہیں یا مال و دولت کے نقصانات سے ان کی مالی حیثیت ختم ہو جاتی ہے تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، اور یہ چیز ان کے لیے سخت کوفت کا ذریعہ بنتی ہے اور اس کے نتیجے میں سخت اضطراب (tension) و اضمحلال (depression) میں مبتلا ہوتے ہیں بلکہ جن دنوں انتخابات کے بعد ایک پارٹی کے ہٹ جانے سے دوسری پارٹی کی حکومت آجاتی ہے تو پہلی پارٹی والوں کو علاوہ اضطراب و اضمحلال کے جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتے دیکھا گیا جن کے علاج کے لئے ان کو بھٹکنا پڑتا ہے، ڈاکٹروں اور دواؤں کا سہارا لیتے ہیں لیکن فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ ان کی بیماری جسمانی نہیں ہوتی بلکہ روحانی ہوتی ہے اور وہ بیماری حبِ جاہ یعنی بڑا بننے کا جذبہ اور اس کی محبت ہے۔

اب اس بیماری کا یا تو یہ علاج ہے کہ ان کو اپنے محبوب جذبے کے مطابق مطلوبہ اقتدار اور منصب ملے کہ وہ ٹھیک ہوں اور یا پھر اس جذبہ کو دل سے خارج کر کے علاج کیا جائے تا کہ اس سے جان چھوٹے۔ ظاہر ہے کہ دنیا عارضی ہے، وسائل کم ہیں، ہر ایک کو سب چیزیں نہیں مل سکتیں، اگر مل جائیں تو باقی نہیں رہتیں لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ اس کا علاج مطلوبہ چیزوں کے حصول سے زیادہ اس جذبے کے ترک اور خاتمے میں ہے۔

File Adress:

بندہ کا مشاہدہ کیا ہوا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد کی ایک حکومت توڑ دی گئی۔ وزراء میں سے ایک وزیر کی بیوی اپنے خاندانی معالج (Family Doctor) کے پاس آئی اور تذکرہ کیا کہ وزارت ختم ہونے کی وجہ سے اس کے خاوند کو رات بھر نیند نہیں آتی اور برآمدے میں ٹہل ٹہل کر رات کاٹنا پڑتی ہے۔ بیوی نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر اس کا علاج نہ کیا گیا تو پاگل ہو جائے گا۔ ماہر ڈاکٹر نے صرف نیند کی دواؤں کا سہارا لینے کا مشورہ نہیں دیا بلکہ کہا کہ اگر اسے چالیس دن کے لئے حضرت مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تبلیغی جماعت کے ساتھ بھیج دیا جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر اور بیوی نے کوشش کر کے اسے بھیج دیا۔ اس اضطراب اور پریشانی والے ماحول سے نکل کر نیک ماحول میں پہنچنے سے وزیر صاحب کا حال بدل گیا، مکمل سکون اور اطمینان نصیب ہوا اور زندگی بدل گئی، حبِ جاہ کا مرض جو روح کو کھرچ رہا تھا ٹھیک ہوا۔

ایک موقع پر بندہ اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے ایک دوست تشریف لے آئے۔ ان سے آمد کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا کہ الیکشن میں ہار گیا ہوں اور اپنے مخالف جیتنے والے آدمی پر ہائی کورٹ میں رٹ کرنے آیا ہوں۔ یہ بات کہہ کر خان صاحب نے فوراً اپنی پگڑی اتار دی۔ بندہ نے پوچھا کہ پگڑی اتارنے کا سبب کیا ہے تو ساتھیوں نے بتایا کہ چونکہ ان کا مغز کھول رہا ہے اس لئے پگڑی اتارنے سے گرمی کم ہوتی ہے اور کچھ سکون ملتا ہے۔ بندہ نے سوچا کہ دوسرا آدمی تو رٹ کے بعد پریشان ہو گا لیکن خان صاحب تو ابھی سے اتنے پریشان ہیں کہ جاہ و حسد کے مرض کے ہاتھوں مغز کھول رہا ہے۔

مروجہ سیاسی ترتیب: حب جاہ کا مظہر

یہ سیاسی لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر تو نے آج فلاں جگہ پر جلسہ کیا تو مخالفین کہتے ہیں

File Adress:

کہ تم سب کے وہاں سے جنازے اُٹھیں گیں۔ تو یہ کہتے ہیں کہ مرنا تو آخر ایک دن ہے ہی اور آج کا جلسہ اگر ہم وہاں نہ کریں تو ہمارا سارا سیاسی کیریئر ختم ہوجائے گا۔ لہذا آج ہم مر جائیں گے یا پھر جلسے کو کامیاب کر کے نکلیں گے۔ تو جان کو خطرے میں ڈال کر کام کرتے ہیں، اقتدار کی خاطر جان کی قربانی کی نیت کرتے ہیں، کہ جان اگر لگتی ہے تو لگ جائے ورنہ ہمارا کوئی سیاسی مستقبل نہیں ہے۔

ایک دفعہ یہاں ایک وزیر تھے اُن کو ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب نے چلہ کے لیے تیار کیا تو وہ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ میں اُن کو لینے کے لیے گیا کہ تبلیغ والوں کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ میں اُن کو وصول کرنے کے لیے گیا تو اُن کے والد صاحب مل گئے، اُنھوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کہ ان کو کدھر لے جارہے ہو؟ میں نے کہا کہ ان کو چالیس دن کے لیے تبلیغ میں لے جارہے ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ اوہو! آپ تو اس کو ختم کرنے لے جارہے ہیں کہ جب یہ تبلیغ میں چالیس دن گزارے گا تو اپنے سیاسی میدان میں نہیں ہوگا اور لوگوں کے کام نہیں کریگا تو اس کا تو سیاسی کیریئر ختم ہوجائے گا۔ ماشاءاللہ اس کے والد صاحب تو بہت ہوشیار تھے کہ لوگوں کے کام سیاسی کیریئر بنانے کی نیت سے کررہے ہیں، جیسے کوئی آدمی کسی جمعدار سے کہے کہ تم میری دس جریب زمیں لے لو اور اپنا ٹین جس میں تم ٹٹی صاف کر کے رکھا کرتے ہو اور جھاڑو اور ساری چیزیں میرے حوالے کردو۔ تو خدمتِ خلق کا عمل اپنے سیاسی کیریئر کے لیے ہو رہا ہے، سبحان اللہ جی کہ یہ کتنا ناقص فہم ہے کہ سیاسی کیریئر بنے اور پھر اس پر ووٹ ملے۔

میں ایک جگہ گیا تو اتفاقاً کچھ سیاسی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ اُنھوں نے ہمارا مذاق وغیرہ اُڑایا، اُنھوں نے کہا کہ آپ لوگوں نے جہاد میں کیا کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ جہاد میں ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ کوئی اشتہار کی چیز تو نہ تھی کہ ہم اُس کا اشتہار نکالتے اور

File Adress:

تصاویر اُتر واتے اور اخباروں میں آتا کہ فلاں چندہ دے رہا ہے اور فلاں کپڑا دے رہا ہے، فلاں اسلحہ دے رہا ہے اور نہ ہی آپ کو بتانے کی ضرورت تھی۔ فرض کریں ہم نے کچھ نہیں کیا تو ہمارا تو کوئی دعویٰ بھی نہیں۔

ایک دفعہ ایک ڈاکٹر صاحب نے تین دن دیئے تو اُن کو وصول کرنے کے لیے میں گیا تو وہاں ایک سیاسی پارٹی کے آدمی بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے کہا کہ آپ لوگ جہاد نہیں کرتے، بُرائی کو دیکھ کر ہاتھ سے روکنا چاہیے اور نہیں تو آدمی زبان سے روکے، نہیں تو آدمی دل سے روکے اور دل سے روکنا تو سب سے ضیعف ایمان ہے۔ یعنی کہ تم ضیعف ایمان پر ہو اور ہم تم سے قوی ایمان پر ہیں۔ بندہ نے جواب دیا کہ ہمیں تو اس بات کا دعویٰ ہی نہیں کہ ہم تم سے قوی ایمان پر ہیں، ہمیں اپنی کمزوریوں اور کمیّوں کا احساس ہے اپنے ضُعف کا احساس ہے کہ ہمارے اندر ساری کمّیاں ہیں۔ میں اُن سے بحث میں نہیں اُلجھا، تو اُنھوں نے دوسرا راؤنڈ لیا، جیسے باکسنگ میں ایک راؤنڈ ہو کر پھر دوسرا راونڈ ہوتا ہے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟ کچھ نہیں کرتے ہیں کہ آپ لوگ کمزور ایمان والے ہیں تو میں نے کہا کہ ہم نے تو کبھی دعویٰ ہی نہیں کیا قوی ایمان کا۔ ہمارا ایمان کمزور ہے ہم اُس کو درست کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، آپ ہمارے لیے دعا کیا کریں۔ اُس نے تیسرا راونڈ لیا تو پھر اُس کو اندازہ ہوا کہ یہ آدمی بالکل بحث میں اُلجھ نہیں رہا۔ اتنے میں ڈاکٹر صاحب نے بستر ہ تیار کر لیا۔ میں نے کہا کہ آؤ ڈاکٹر صاحب کہ جائیں اور اُس سیاسی شخص سے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا کیا کریں تو ہمارا دعویٰ ہی نہیں ہے کمال کا۔

دینی شہرت: ایک آزمائش

تو بڑا بننے کا ایک جذبہ ہے اور ساری عمر کی کمائی آدمی لُٹا تا ہے تا کہ بڑا بنے کہ جب تو دین کا کام کریگا تو اُس سے لوگوں میں مقبولیت ہوگی، وہ تیری ساری چیزوں کو پیسے

File Adress:

سے خریدنے کی کوشش کریں گے، تجھے شکرانے پیش کر کے، پیسے دیکر، اپنے کاموں کے لیے تیری وجاہت کو، حیثیت کو استعمال کرنے کی کوشش کرینگے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوگا کہ اگر اس جگہ پھنس گیا تو بس پیسہ ہو جائیگا لیکن تعلق مع اللہ نہیں رہے گا۔ تو پھر جب آدمی اس جگہ سے پار ہوتا ہے تو لوگ اس کی حیثیت اپنی سیاسیات کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم آپ کو ٹکٹ دے رہے ہیں، ہم آپ کو الیکشن میں کھڑا کر رہے ہیں تاکہ اس کی حیثیت کو استعمال کریں اور اگر یہاں استعمال ہو گیا تو دنیا ہو گئی اور تعلق مع اللہ نہ رہا۔ تو اس ٹیسٹ کو آدمی جب پاس کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ دین کا کام لیتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی قربانی

حضرت مولانا زکریاؒ نے اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے کہ سہارنپور مدرسے میں مجھے اُستاد بنادیا گیا۔ میں وہاں پر تھا کہ حیدرآباد دکن سے مجھے خط آیا کہ اگر آپ ہمارے پاس آجائیں تو ہم آپ کو کوئی ساڑھے پانچ سو تک تنخواہ دیں گے جبکہ یہاں بیس روپے تنخواہ تھی۔ تو میں نے لکھا کہ میں نہیں آسکتا۔ پھر اُنھوں نے لکھا کہ ہم آپ کو تنخواہ کے ساتھ موٹر اور ڈرائیور بھی دینگے۔ پھر کہا کہ موٹر، ڈرائیور اور ساتھ پٹرول بھی دیا کرینگے۔ میں نے کہا کہ نہیں آسکتا۔ لیکن وہ قیمت بڑھاتے گئے یہاں تک کہ میں نے جواب میں ایک شعر اُن کو لکھا اور کوئی سرنامہ وغیرہ کچھ بھی نہ لکھا اور صرف یہ لکھا کہ ع

مجھ کو جینا ہی نہیں بندۂ احسان ہو کر

پھر اس کے بعد اُنھوں نے میرا پیچھا چھوڑا۔ تو تب کہیں جاکر قطب الاقطاب بنے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بین الاقوامی اور عالمی شہرت سے نوازا ہے۔

File Adress:

حضرت تھانویؒ کا استغناء وتوکل

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کی اتنی زمین تھی کہ سات گاؤں کے مالک تھے اور والد صاحب نے شوقیہ مجھے دینی علم پڑھایا تھا اور فارغ ہونے کے بعد مجھے یہ کہا تھا کہ سرائے کھیڑا ایک گاؤں ہے اس کی آمدنی تو لیا کر اور مدرسے میں پڑھاتا رہ تاکہ تنخواہ کی محتاجی نہ ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ کانپور میں تقریباً پندرہ سال تدریس کی۔ اُس کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ جس وقت تیرا دل مدرسے کی تعلیم و تعلّم سے فارغ ہوجائے تو پھر توکلاً علیٰ اللہ ہماری خانقاہ تھانہ بھون میں آکر بیٹھ جانا۔آپ نے والد صاحب کی میراث کا جو حصہ تھا وہ سب اپنے بھائیوں کو دے دیا اور سب چیزوں سے فارغ ہوکر بس خود اہلیہ مبارکہ کو لیکر آگئے اور تھانہ بھون میں بیٹھ گئے۔ دن رات ذکر و فکر، عبادت، تصنیف و تالیف، وعظ و تقریر کا کام کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا پالا اور ایسا رکھا ہے کہ بادشاہوں سے بڑھ کر رکھا ہے۔ یہ ہمارے سلسلے پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلے والوں پر تنگدستی اور پریشانیاں نہیں آتیں۔ جان کی حفاظت کا غم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ بہت آسودہ اور عافیت سے رکھتا ہے۔

ایک دفعہ ہم راولپنڈی گئے، میرا خیال ہے کہ کوئی بھی ساتھی ساتھ نہیں تھا۔ وہاں جو حضرات تھے وہ بڑا زوردار دین کا کام کررہے تھے اور دونوں پستول لٹکائے ہوئے پھر رہے تھے۔ ہم تھوڑی دیر وہاں بیٹھے تو اُن دونوں نے پستول اُتارے اور ایک جگہ پر لٹکا دیئے۔ میں نے دل میں کہا کہ وہ جو ہمارے سلسلے کے ساتھ ”**وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ**“ (اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا) والا معاملہ ہے کہ اللہ ہی حفاظت کرنے والا ہے اُس کا ان پر بھی غلبہ ہوا اور اُنھوں نے اسلحہ اُتار کر رکھ دیا۔ سبحان اللہ

کہتے ہیں کہ وفات تک حضرت تھانویؒ کو کسی بھی قسم کی کمائی کرنے کی ضرورت

File Adress:

نہیں پیش آئی حالانکہ وہ اپنی صرف ایک کتاب کو خود چھپاتے اور خود بیچتے مثلاً تفسیر بیان القرآن کو یا بہشتی زیور کو تو مال و دولت کے انبار لگ جاتے (اس تفسیر پر اور اسی بہشتی زیور پر کتب فروشوں نے خزانے بنائے ہیں) یہ جو آپ کی ایک ہزار تصانیف ہیں وہ اتنی بِکّی ہیں کہ ان پر لوگوں نے دولتوں کے انبار جمع کئے ہیں۔ لیکن اُنھوں نے اتنا تک بھی نہ کیا کہ رجسٹریشن کر کے حق محفوظ کیا جائے کہ میری اولاد کو، میرے مدرسے یا میرے خاندان کو ملے بلکہ جو چھاپتا ہے اور جہاں سے چھاپتا ہے بالکل کھلی اجازت ہے، صرف یہ ہے کہ اس میں مضمون کی تبدیلی نہ کرے اور غلطیاں نہ کرے۔

تو سچ بات ہے کہ اہلِ دنیا بہت بیوقوف ہوتے ہیں، فائدے نقصان کو نہیں سمجھ رہے ہوتے۔ کہ میرا فائدہ کس میں ہے؟ اپنی حقیقت اور حیثیت بھول جاتے ہیں، پہلے جان کھپا کر مال کماتے ہیں اور پھر اپنی مصنوعی حیثیت بنانے کے لیے لٹاتے ہیں، ظاہر ہے کہ جب سیاسی حیثیت مل جائے تو جتنا لگایا ہوتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ بناتے ہیں اور مال خدمت کر کے تو بن نہیں سکتا اس لیے لوٹ کھسوٹ اور قومی خزانے پر ہاتھ صاف کر کے ہی بٹورتے ہیں۔ حب جاہ کے چکر میں یہ بھی یاد نہیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؟ نہ عاقبت کی فکر نہ آخرت کی بلکہ اپنی صحت اور آرام تک بھی اللہ تعالیٰ ان سے چھین لیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ ط أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی، سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا بنا ڈالا ۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔

File Adress:

جذبہ جاہ کے طبی نقصانات اور ان کا علاج

میں سوات میں گیا تو اُنھوں نے کہا کہ ایک مریض کو آپ سے ملوائیں گے کہ اس پر غور کریں اور اس کے علاج کی کچھ فکر کریں۔ اُنھوں نے جب ملایا تو میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ میں ایک سائیکاٹرک (نفسیاتی دماغی) مریض ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کرتے کیا ہیں؟ اُنھوں نے بتایا کہ اس طرح کا کاروبار ہے، ناظم ہے اور اس طرح یہ فیصلے کرتا ہے، جرگے کرتا ہے، پولیس والوں کو اس کے پاس آنا پڑتا ہے، کبھی دھمکی اور گالی گلوچ بھی کر لیتا ہے، اُن کی بے عزتی بھی کر لیتا ہے، اس کا پورا اقتدار ہے اور ڈی سی پر بھی اُس کا رُعب ہے۔

تو میں نے اُس سے کہا کہ تجھے کسی ڈاکٹر نے نہیں بتایا کہ تو نے اپنے آپ کو اتنی مصیبت میں ڈالا ہوا ہے اور تیری بیماری یہ کام ہیں۔ جس کو تو گولیوں سے ٹھیک کرنا چاہتا ہے تو اُس نے کہا کہ نہیں جی۔ میں نے کہا کہ تیری بیماری کی ہسٹری کسی نے نہیں لی اور ہسٹری لے کر تشخیص کرنا اور پھر پرابلم کا روٹ کا زیعنی اُس کی جڑ بنیاد معلوم کرنا اُسکی تہہ تک پہنچنا اور دوائی کا عارضی سہارا دیکر اُس جڑ و بنیاد کو نکالنا وغیرہ ہوتا ہے۔

میں نے کہا کہ معاف کریں آپ کی بیماری کی یہ تشخیص ہے کہ یہ تیرا بنایا ہوا اقتدار اور جاہ و منصب تیری بیماری کے اسباب ہیں اور علاج آپ کا یہ ہے کہ جب حکومت نے مقدموں کے لیے ایک محکمہ بنایا ہے تو اُن کو اپنا کام کرنے دو۔ جب حکومت نے پولیس کا محکمہ بنایا ہے ڈی سی وغیرہ اور عدالتیں بنائی ہیں تو آپ لوگوں سے کہیں کہ آپ وہاں پر جائیں میرے سر میں کیا درد ہے کہ میں لوگوں کے مسئلے حل کرنے کے لیے بیٹھوں کہ میں بڑا چوہدری ہوں اپنی چوہدراہٹ قائم کرنے کے لیے اور جذبہ جاہ کو مطمئن کرنے کے لیے، بڑا بننے کے لیے اتنے مسائل اپنے سر لوں۔ لوگوں کا تو مقدمہ فیصلہ ہوا، اُن کو سُکھ آسودگی ملی

اور اُس کے نتیجے میں جذبہ جاہ میں اور کبر میں میں مبتلا ہوا اور حالت وصحت میری بگڑی تو اُس سے میں نے کیا فائدہ کمایا؟ مفت کا عذاب اپنے لیے لیا۔

جاہ کی طلب: روحانی مزوں سے محرومی کا سبب

لیکن انسان بے وقوف جذبہ جاہ کے پیچھے پڑتا ہے، جذبہ مال کے پیچھے پڑتا ہے، جبکہ نفس کے یہ مزے، عارضی اور فانی ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ذکر وعبادت میں، اپنے تعلق میں، خدمتِ خلق میں، نیکی میں اس سے کہیں زیادہ مٹھاس اور حلاوت و مزے رکھے ہیں اور یہ دولتیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تعلق والے بندوں کو دیتے ہیں۔ جاہ کے پیچھے پڑنے والے دنیا دار عالم کی سب سے پہلی سزا یہ ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کو مناجات کی حلاوت سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ کے حضور ذکر کرنا، فکر کرنا، دعا ومناجات میں لگنا، عبادت میں لگنا اُس میں جو حلاوت اور جو مزہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اُس سے لے لیتا ہے اور اُس کا اتنا لطف ہے کہ جان چلی جائے تو بھی آدمی کو پروا نہیں ہوتی، اتنا لطف ہے اُس کا۔ یہ روحانی مزے ہیں۔ گناہ سے بچنے میں مجاہدات وکوششوں کے بعد جب آدمی نیکی کی کوشش کرتا ہے، اعمال کے لیے کوشش کرتا ہے، اعمال کو اپنی عادت بناتا ہے، بار بار کرتا ہے اور تکلیف اُٹھا کر اعمال کرتا ہے، نفس کو اُس کے کرنے پر بار بار مجبور کرتا ہے یہاں تک کہ نفس عادی ہو جاتا ہے تو عادی ہونے کے بعد اُس کا مزہ اور حلاوت اُس پر کھلتے ہیں۔

روحانی مزہ مجاہدہ پر موقوف ہے

جب پہلی مرتبہ آدمی نسوار کی چٹکی ڈالتا ہے تو کس قدر سر چکراتا ہے، اُلٹی آتی ہے، مزہ نہیں آتا لیکن عادی ہو جانے کے بعد اب اگر نسوار نہ ملے تو آدمی کام نہیں کر سکتا۔ بہت دفعہ آپ کو شیعہ ذاکر کا لطیفہ سنایا ہے کہ پٹھانوں کے علاقے میں کچھ لوگ شیعہ ہونے کو ہوئے تو

File Adress:

ذاکر نے بڑی دردناک تقریر کی لیکن کوئی نہیں رُویا، تو اُس کو بڑا افسوس ہوااور اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اتنے نازک حالات کیسے بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس بات کو بہت محسوس کریں اور رُوئیں، تو جواب ملا کہ جب آپ کہیں گے کہ لوگوں کو چائے اور نسوار تک نہیں مل رہی تھی تو پھر لوگوں کو پتہ چلے گا کہ حالات بہت نازک تھے۔ تو اُس ذاکر نے اپنے اوپر حال طاری کیا اور رُویا دھویا اور پھر انتہائی غمگین شکل بنا کر کہا کہ "کوئی ایسے ویسے مظالم تو نہیں ہوئے تھے بلکہ اس قدر ظلم ہوا کہ چائے اور نسوار تک ملنا مشکل ہوگئی تھی۔" بس پھر تمام پٹھان اس بات پر روئے اور کہنے لگے: اچھا! اس قدر نازک اور گھمبیر حالات تھے کہ چائے اور نسوار بھی نہ ملتی تھی۔ تو نسوار میں مزہ آنے لگتا ہے، جب اس نے بار بار کیا اور اپنے نفس پر جبر کیا تو اب اس کا نفس اس کا عادی ہوگیا۔ تو قبیح چیز میں بھی آدمی کو لطف آنے لگتا ہے اور بدمزہ چیز میں مزہ آرہا ہے۔ تو حقیقی رُوحانی چیز جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فی الحقیقت مزہ رکھا ہے اُس کو آدمی کرلے تو اس کے بعد اُس کا مزہ کھلتا ہے۔ نفس کو بار بار کرا کے اور اُس پر بوجھ ڈال کے اور اُس عمل کو بار بار کروائیں یہاں تک کہ نفس اس کا عادی ہوجائے۔

تعلق مع اللہ کسبی نہیں وہبی ہے

تصوف کا ایک حصہ فن ہے کہ نفس کو عادی بنانا اور اللہ تعالیٰ کا دھیان طاری ہوجانا اور باطن میں ذکر کا جاری وساری ہوجانا تو یہ سب تو ہم مشق سے کروا لیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا تعلق، وہ فن نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماتا ہے تو آدمی کو اپنا تعلق نصیب فرما دیتا ہے۔ آدمی کے دل میں ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے غیر کا خیال نہ آئے یہ مشق سے ہوجاتا ہے اور یہ فن ہے۔ کہ دل مکمل خالی ہوگیا اب اللہ تعالیٰ کے دھیان کے علاوہ کوئی دھیان نہیں آرہا لیکن یہ معرفت اور تعلق مع اللہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک

File Adress:

مشق ہے۔ تعلق مع اللہ تو جس دن سے آدمی قبول ہوتا ہے اُس دن سے شروع ہوتا ہے اور یہ مشق ہے کہ باطن میں وسوسہ نہ آئے اور گناہ کا خیال نہ آئے، اللہ تعالیٰ کے دھیان کے علاوہ دھیان نہ آئے، صحیح دھیان طاری ہو۔ پھر اس کے بعد جب آدمی اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہوتا ہے اُس دن سے ولایت کا دروازہ یعنی اللہ تعالیٰ کے تعلق کا دروازہ کھلتا ہے۔

نیت میں فرق آنے سے ان ساری فنی باتوں میں کمال حاصل ہونے کے باوجود انسان مردُود بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ سارا کچھ اور کمالات کے بڑے بڑے درجے حاصل کئے ہوئے مردُود ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مقاماتِ تصوف کو آدمی طے کر رہا ہوتا ہے، اُس کو یہ چیزیں حاصل ہو چکی ہوتی ہیں لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے یہ ہوتا مردُود ہے، قبول نہیں ہوتا۔ سارے کمالات اُس کو حاصل ہوتے ہیں محسوس ہوتے ہیں، دیکھتا ہے، اُن سے گزر رہا ہوتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتا۔ ابلیس کے کتنے بڑے درجے تھے، سدِرۃُ المنتہیٰ تک پرواز، ساری کائنات کا کشف، کائنات کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک قدم میں پہنچنا اور اُس کے باطنی نظام کا دیکھنا، یہ ساری باتیں فن کے لحاظ سے اُس کو حاصل تھیں۔ لیکن فضلِ الٰہی شاملِ حال نہیں ہوا تھا یعنی قبول نہیں ہوا تھا۔ تو کتنی بلندی تک جانے کے بعد گر گیا۔ بلعم بعورا تمام باطنی مقامات طے کیے ہوئے تھا اور اس کا وصول الی اللہ ہو چکا تھا اور سلوک طے ہو چکا تھا، لیکن اس کے باوجود اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو ااور اللہ تعالیٰ کے دربار سے مردود ہوا تو وصول الی اللہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی قبول ملتا ہے اگر وصول الی اللہ تو ہوا لیکن قبول نہیں ہوا تو مقصد حاصل نہیں ہوا۔

اس لیے یہ جو اہلِ سلوک ہوتے ہیں انھیں ان باتوں کو محسوس کرنے کے بعد بھی باطن میں کبر اور شیخی نہیں لانا چاہیے۔ یہ کوئی گارنٹی نہیں ہے، کوئی یقین دھانی نہیں ہے کہ یہ چیزیں حاصل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول بھی ہوں۔

File Adress:

سلوک و اخلاص کے متعلق ایک سوال کا جواب

(اس جگہ ایک آدمی نے سوال کیا) اخلاص اور سلوک میں کیا فرق ہے؟

جواب: سلوک تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا تعلق پیدا کرنے والے طریقے پر چلنا۔ سالک چلنے والا ہے اور سلوک چلنے کی ترتیب ہے۔ جو آدمی بیعت ہوا اور جس آدمی نے اعمال شروع کیے اور اپنی اصلاح کے کام پر لگ گیا یہ سالک ہے اور جو بزرگوں نے طریقے مُدّوِن کیے ہوئے ہیں اور لکھے ہوئے ہیں یہ سلوک ہے اور اخلاص جو ہے وہ ان ساری چیزوں کا رضائے الٰہی کے لیے کرنا، کسی اور جذبے کے تحت نہ کرنا۔ اب ہندو جوگی بڑے بڑے مجاہدے کرتے ہیں، نفس کو مار دیتے ہیں، خواہشاتِ نفسانیہ کو کچل دیتے ہیں لیکن اُن کا جذبہ جوگی بننے کا ہوتا ہے جو کہ مافوق الفطرت سی شخصیت ہوتی ہے۔ جیسے کہ اولیاء اللہ کی کرامتیں ہوتی ہیں اس طرح کی چیزیں ظاہر ہونے کے حالات بنتے ہیں کہ ہَوا میں اُڑتے ہیں، پانی پر چلتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ اُنھوں نے رضائے الٰہی کے لیے نہیں کیا ہوا ہوتا بلکہ بھگت اور بڑا جوگی بننے کے لیے کیا ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول نہیں ہوتے۔ پہنچے ہوئے ضرور ہوتے ہیں لیکن ایسے ہی جیسے بادشاہ کے محل میں ایک تو وزیر پہنچا، ایک مہمان پہنچا اور ایک ڈاکو پہنچا۔ مہمان کے لیے تو بادشاہ نے کھانے کا بندوبست کرنا ہوگا، وزیر کی ضروری باتوں کو سننا ہے اور ڈاکو پر اپنے چوکیدار کو جلدی سے فائر کرنے کا حکم دینا ہے۔ تو یہ جو اہلِ باطل ہوتے ہیں بڑے بڑے کارنامے آپ کو کر کے دکھا دیں گے۔ یہ پہنچے ہوئے ہیں ضرور لیکن جہنم تک۔ اور پہنچے ہوئے ہوتے ہیں دربارِ الٰہیہ میں لیکن ڈاکو بن کر، ان کے لیے فوراً قتل اور گرفتاری کا حکم ہونا ہوتا ہے۔ تو اس لیے ان سے ایک ذرہ بھی متاثر نہ ہوا کریں۔

آج کل ارشد صاحب شادی کی فکر میں ہیں، اُس کی خالہ نے کہا ہے کہ ہمارے

File Adress:

ایک پیر صاحب ہیں آپ اُنکے پاس چلے جائیں وہ پیر صاحب کہتے ہیں کہ اس کی تقدیر بند ہے اور کسی نے اس کو بند کیا ہوا ہے، یہ چینی اور پانی لیکر آئے ہم اس کو دم کریں گے پھر اس کو کھولیں گے۔تو کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: پیر صاحب کیسے ہیں؟ اُنھوں نے بتایا کہ نماز وغیرہ نہیں پڑھتے ہیں، داڑھی منڈوائی ہوئی ہے لیکن بہرحال وہ پہنچ گئے ہیں، اب ان کو اس چیز کی ضرورت ہی نہیں رہی ہے اور نماز خانہ کعبہ میں پڑھتے ہیں۔ اُس کا جانے کا جذبہ ہو گیا تھا کہ چلو ٹھیک ہے کہ اگر بیوی یہاں سے ملتی ہے۔ مجھ سے پوچھنے آیا، تو میں نے جواب دیا کہ یہ تو زندیق ہے۔تو اس کو بڑی حیرت ہوئی کہ زندیق تو میں نے بھی کہہ دیا تھا لیکن میں اندر سے بڑا ڈر رہا تھا کہ مجھے کچھ ہو نہ جائے کہ خالہ کہہ رہی تھی کہ آپ کو کچھ ہو جائیگا۔تو میں نے کہا کہ برخودار جو شخص معصیت اور گناہ میں مبتلا ہو اور اُس کے درست ہونے کے شریعت و قرآن سے دلائل دے رہا ہو اور اُس پر قائم ہو تو زندیق اسی کو کہتے ہیں کہ جو حقائق کو بدل کر اُن کی تشریح اپنے نفس کے مطابق کر رہا ہو۔

ایک ساتھی کی وفاقی محتسب کی فائل گئی ہوئی تھی۔تو اُن کو کسی نے کہا کہ آپ بری امام پر چلے جائیں کہ وہاں فلاں آدمی بیٹھا ہے وہ پاکستان کا بڑا ولی ہے اُس سے وزارتیں اور حکومتیں تقسیم ہوتی ہیں آپ کا کام بھی ہو جائے گا۔تو وہ سادہ آدمی وہاں پر چلے گئے جب وہاں گئے تو اُس شخص نے کہا کہ آپ کو تھوڑی دیر بعد بتائیں گے۔تو وہ پیر صاحب دوسرے کمرے میں مراقبہ کرنے کے لیے گئے۔اب مراقبے کا ایک ڈبہ ہے جس کے پیچھے تار لگی ہوئی ہے اُس کو کہتے ہیں ٹیلی فون۔تو اُس نے ڈپٹی سیکرٹری اسٹیبلیشمنٹ ڈویزن کو ٹیلی فون ملایا اور اُسے کہا کہ فلانے کی فائل کا کیا ہوا۔ اُس نے جواب دیا کہ سر! ابھی میرے سامنے پڑی ہوئی ہے اور وزیرِ اعظم سے دستخط ہو کر آ گئی ہے۔بس وہ پیر صاحب یہ مراقبہ کر کے آ گئے اور کہا کہ شاہ صاحب کام ہو گیا ہے۔ ڈپٹی سیکرٹری صاحب نے ایم اے انگلش

File Adress:

پشاور یونیورسٹی سے کی ہوئی تھی، اُس نے بتایا کہ فلاں آدمی نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے اس طرح سے بتایا تھا۔ساتھی کو بتایا کہ اس طرح واقعہ ہوا تھا مگر وہ نہ مانے بلکہ کہا کہ تم وہابی قسم کے لوگ ہو اور تم لوگ تو بزرگوں کو نہیں مانتے ہو اور تمھیں اس بات کا نہیں پتہ ہے۔کیا ہوا جو اُن کی شرعی صورت نہیں ہے، وہ تو قلندر ہیں، سب کچھ ختم ہو گیا ہے اور اب وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے ہیں۔ میں نے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ''نفس ساڑنا'' ہزارے کی تصوف کی اصطلاح ہے کہ کھانا پینا چھوڑ کر وہ ایسے ہو جاتے تھے کہ جسم پر ہڈی چمڑہ رہ کر اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھتے تھے۔اُن کو کشف ہونے لگتا ہے کہ آدمی آیا اُس کا کشف ہو رہا ہے، تو لوگ سمجھتے تھے کہ یہ پہنچے ہوئے بزرگ ہیں حالانکہ پہنچے ہوئے نہیں ہوتے۔ پہنچے ہوئے بزرگ تو صاحبِ شریعت ہوتے ہیں جن کے ہوش و حواس قائم ہوتے ہیں اور کبھی کوئی دعویٰ کی بات کرینگے ہی نہیں۔ اگر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ زندہ ہو جائیں اور آپ اُن کے پاس جائیں کہ یہ میرا فلاں کام ہے تو وہ کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ ہم نے کر دیا، یا کروا دیا، یا ہو گیا۔بلکہ یوں فرمائیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں اور یہ جنھوں نے دس سال تک استنجا نہیں کیا ہوا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کر دیا ہے، یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا وہ اپنے لیے جہنم کے اونچے درجے تیار کر رہے ہوتے ہیں اور سادہ لوح لوگ بیچارے تو ایسے ہی اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے جاتے ہیں اور اعتقاد کی وجہ سے کام اُن کے بنتے رہتے ہیں۔ ورنہ حقیقت ان کے پاس قطعاً نہیں ہوتی۔ ہمیشہ توبہ کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب کو حاصل کرنا، اور دعا کے ذریعے اپنے مسائل کو حل کرانا یہ آسان اور صحیح نسخہ ہے۔

File Adress:

دین و دنیا کی دوئی کا نظریہ اور اس کی حقیقت

File Adress:

آج کل یہ مغالطہ عام ہے کہ دین و دنیا کے فرق میں کسب معاش کی کوششوں کو خالص دنیوی کام سمجھا جاتا ہے اور جہاں انسان کی معاشی ضرورت وابستہ ہو وہاں عبادت کا تصور تو کجا، دیانت وامانت کا بھی فقدان ہے اور دنیوی کام سمجھے جانے کی وجہ سے اس کی انجام دہی میں کاہلی اور بے دلی کا مظاہرہ عام ہے۔ اس وعظ میں دین و دنیا کی دوئی کی حقیقت آشکارا کی گئی ہے، اور معاشی سرگرمی کے عبادت ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

File Adress:

خطبۂ ماثورہ!

اللہ تعالیٰ سے تعلق کے الوان

اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مختلف شیون (شان کی جمع: رنگ) ہوتی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے مختلف راستے ہیں، اس لیے اولیاء اللہ کے بھی مختلف رنگ ہوتے ہیں، کسی پر کوئی رنگ غالب ہوتا ہے اور کسی پہ کوئی رنگ۔ جیسے مختلف پھولوں کا ایک گلدستہ ہو، اب ہر پھول گلدستے کا حصہ ہے اور اس کی خوبصورتی کو بڑھا رہا ہے لیکن رنگ ہر ایک کا جدا ہے ،خوشبو ہر ایک کی علیحدہ ہے۔ اسی طرح ذکر وفکر میں مجاہدہ کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ کا تعلق پاتے ہیں، اور اخلاص کے ساتھ علم کی محنت میں لگنے والے بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں، کوئی خدمت خلق سے اس راہ کو طے کرتا ہے تو کوئی راہ جہاد میں سر کی قربانی پیش کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے:طرق الوصول الی اللہ تعالیٰ بعدد انفاس الخلائق۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے بندوں کے سانسوں کے بقدر ہیں۔ یعنی اتنے زیادہ ہیں۔

حضرت جنیدؒ بغدادی کی مجلس میں لوگ آتے تھے تو اُن کو فیض ہوتا تھا لیکن دھاڑیں مار مار کر روتے تھے کیونکہ اُن پر گریہ اور سوز وگداز یعنی رونے دھونے کا رنگ غالب تھا جب کہ ابن سیرینؒ لطائف وظرائف بیان کر کے لوگوں کو ہنساتے تھے، کیونکہ ان پر لطافت وشفقت کا رنگ غالب تھا اور اللہ تعالیٰ کی شان کہ اُن کی باتوں سے لوگ معرفت کے اعلیٰ

File Adress:

مضامین اور حقائق لے کر فیض یاب ہوتے تھے۔

بعض بزرگ گوشہ نشین ہوتے ہیں ان کی گوشہ نشینی سے امت کو فیض ہوتا ہے اور بعض اللہ والے لوگوں کو دین کی طرف دعوت دے کر بلاتے ہیں اور معاشرے میں دین کی خدمت کرتے ہیں، خدمت خلق کرتے ہیں، تصنیف و تالیف اور بیعت و تلقین کے شعبے چلاتے ہیں اور اسی سے ان کا فیض پھیلتا ہے۔

شیون جمع ہے شان کی۔ جس کو آپ لوگ کہتے ہیں: پیٹرن (Pattrens) کہ Pattern of relations with Allah کہیں تو آپ سب سمجھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر شیون اور شان کہیں تو کہتے ہیں کہ پتہ نہیں اس کا کیا معنیٰ ہوتا ہوگا۔

فرضِ منصبی کی بجا آوری عبادت ہے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ خدمت خلق کی نیت سے سرکاری کام میں جہاں معیشت کے لیے کوشش کا اجر ہے وہاں دیانت و امانت سے اس کی بجا آوری روحانی کمال اور ترقی کا باعث ہے اور ایسے شخص سے اپنے محکمے میں حق و صداقت اور دیانت و امانت کا فیض پھیلتا ہے۔ ہمارے ایک ساتھی ہیں، اس نے ٹیلی فون کیا کہ FCPS-II کا امتحان قریب آ گیا ہے اس کے لیے دعا کریں تاکہ میں پاس ہو جاؤں۔ محکمہ والوں نے بڑا پریشان کیا ہوا ہے، بڑی کھپ ڈالی ہوئی ہے سر! ڈیوٹی پر آگے بھیجا ہوا ہے۔ سارا دن وہاں جھک مارنا پڑتی ہے۔ یہ کرنا پڑتا ہے، وہ کرنا پڑتا ہے۔ جب اُنھوں نے یہ باتیں کیں تو مجھے دل میں خطرہ ہوا کہ یہ آدمی پاس نہیں ہوگا کیونکہ فریضۂ منصبی جس کے لیے اس کو تنخواہ دی جا رہی ہے اس کو کھپ (مصیبت) کہہ رہا ہے اور جھک مارنا کہہ رہا ہے۔ پشتو میں جس کو کہتے ہیں: ”خوارے دَل“ یعنی جھک مارنا اور کھپ لگائی ہوئی ہے کہہ رہا ہے۔ میرے بھائی اس کی تو آپ نے تنخواہ لی ہوئی ہے اور جب آپ نے فرائض و واجبات و سنتِ مؤکدہ پورے

File Adress:

کر لیے تو اُس کے بعد یہ آپ کی عبادت ہے۔

آج ایک ساتھی ملنے کیلئے آئے تو اُنھوں نے کہا کہ جب تبلیغی جماعت میں چلا جاؤں تو تہجد کے لیے بھی اُٹھتا ہوں، باقی نمازوں کی بھی باقاعدگی اور پابندی ہو جاتی ہے، ذکر کی بھی توفیق مل جاتی ہے اور پابندی ہو جاتی ہے لیکن جب میں گھر واپس آجاتا ہوں تو پھر اُٹھ نہیں سکتا ہوں، ذکر بھی نہیں ہوتا اور ذکر میں دل بھی نہیں لگتا۔تو اب روحانی بیماری کی تشخیص کرنی ہوتی ہے، اُس کی وجوہات ہوتی ہیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ آپ کو تو تبلیغی جماعت میں آرام کا کافی وقت ملتا ہے صبح ناشتے کے بعد سونا، دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد سونا اور رات کو سونا کہ فارغ ہو کر آدمی جونہی لیٹتا ہے آدمی کو نیند آجاتی ہے تو آدمی کو بڑا آرام ملتا ہے، گھر پر وہ آرام نہیں ملتا ہوگا، اسلئے آپ اُٹھ نہیں سکتے اور آپ کو تھکاوٹ ہوتی ہے۔تو اُس شخص نے جواب دیا کہ نہیں جی تبلیغی جماعت میں تو میں دن کو نہیں سوتا ہوں بس صرف رات ہی کو سوتا ہوں۔ میں نے کہا: اچھا۔ پھر دوسری بات پوچھی کہ آپ ٹیلی وژن دیکھتے ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ نہیں دیکھتا ہوں۔ عام طور پر لوگ خبریں سننے کو ٹیلی وژن دیکھنا نہیں کہا کرتے ،تو اس لیے اُس کو علیحدہ پوچھا کہ خبریں سُنا کرتے ہو؟ کہا کہ نہیں جی خبریں بھی نہیں سُنتا ہوں تو دوسرے سوال کا بھی جواب ہوگیا۔ تیسرا یہ کہ آپ کس کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے ہیں، آپ کا زیادہ وقت کہاں لگتا ہے اور آپ کا بیٹھنا اُٹھنا کن کے پاس ہوتا ہے؟ کہ اگر آدمی غافل لوگوں کے پاس بیٹھتا ہے اور غفلت کی باتیں کرتا ہے، اُن کو سُنتا ہے اور فضول اور لایعنی بولتا رہتا ہے تو اُس سے باطن میں غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ میں بیٹھتا اُٹھتا بھی کسی کے پاس نہیں ہوں اور گھر پر ہی ہوتا ہوں اپنے بال بچوں، بہن بھائیوں کے ساتھ۔

ایسے اپنی ایک مثال یاد آئی اس کو بیان کرتا چلوں کہ ہمارے ایک قریبی اور اچھے

File Adress:

دوست تھے، ہسپتال میں ڈاکٹر تھے اور چار ماہ بھی لگے ہوئے تھے لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ جب بھی اُن کے پاس گیا تو وہ مریضوں کو دیکھ رہے ہوں تو ظہر کی نماز کی تکبیر اُولیٰ ضائع ہوجاتی ہے۔ تو اُس کے ساتھ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اُس کے پاس جاتے ہی اور بیٹھنے کے ساتھ ہی اُس کو میں تکبیر اُولیٰ کے فضائل والی حدیث سُنا دیتا تھا۔ تو اُس دن اُس کو بھی توفیق ہوجاتی تھی اور مجھے بھی ہوجاتی تھی کہ بیٹھتے ہی میں کہتا کہ دیکھو یار وہ تکبیر اُولیٰ رہ جاتی ہے ہم سے اور تکبیر اُولیٰ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ التکبیرۃ الاولیٰ خیرٌ من الدنیا و ما فیہا " کہ تکبیر اُولیٰ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔" تو جس دن میں اُس سے ملتا تھا اور میرا خیال نہیں ہوتا تھا اور اُس کو یہ فضلیت نہیں سناتا تھا اُس دن تکبیرِ اولیٰ رہ جاتی تھی۔

ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب ہوتے تھے۔ وہ تارکُ الصلوٰۃ تھے۔ نماز کے مکمل تارک کہ جمعہ بھی نہ پڑھنا، عید بھی نہ پڑھنا، ہماری ڈیڑھ بجے نماز ہوتی ہے تو اگر اُن کے پاس میرا بارہ بجے یا ساڑھے بارہ بجے جانا ہوجاتا تھا تو یا جماعت ضائع ہوجاتی تھی یا تکبیر اُولیٰ رہ جاتی تھی۔ یہ مجلس کی تاثیر ہوتی ہے۔

تو ظاہراً اس شخص کے بارے میں ہماری جو تشخیص تھی، اُس میں کوئی سبب معلوم نہ ہوا۔ اُس کے بعد اُنھوں نے کہا کہ دراصل دفتر میں بڑی ٹینشن (یعنی ذہنی و اعصابی تناؤ) رہتی ہے۔ تو میں نے پوچھا کہ دفتر میں ٹینشن کیوں رہتی ہے؟ وہاں پر آپ کو تکلیف و اضطراب کا حال کیوں رہتا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ اصل میں میں کامرہ میں ہوں اور وہاں جو چیزیں فیکٹری تیار کررہی ہے اُس کو ISO9001 کے معیار پر تیار کرنا ہوتا ہے۔ آج کل کے لوگوں کی عادت یہ ہے کہ ہمارے ڈاکٹروں کی بھی کہ یہ مخفف الفاظ بول کر بات کرتے ہیں۔ یعنی Abbreviation میں بات کرتے ہیں اور ہمارے زمانے میں مخفف الفاظ کا استعمال بہت ہی کم تھا۔ اسلئے میں بورڈ پر بھی اگر لفظ لکھتا ہوں تو پورا لکھتا ہوں۔

File Adress:

میں نے کہا کہ اچھا پہلے تو یہ ISO 9001 کیا چیز ہے؟ مجھے آپ یہ سمجھائیں۔ اُس نے کہا کہ یہودیوں نے ایک بات کی ہوئی ہے کہ جو چیز جہاں بھی پیدا ہوتی ہو۔ اُس کو عالمی ادارہ برائے معیار''International Standard Organization پر پیش کیا جائیگا اگر اُس پر پورا اُترے گا تو تب اُس کی Export یعنی برآمد کی اجازت دی جائیگی۔

عالمی طاقتوں کی معاشی منصوبہ بندی کا ایک مظہر

ہماری معلومات میں نئی بات آئی کہ ہم جو چیز بنائیں جب تک مغربی طاقتیں اُس کو پاس نہیں کریں گی ہم نہیں بیچ سکتے۔ آپ کا کتنا آلو اُگا، کتنی گندم اُگی اس سب کا ڈیٹا (Data) ان کے پاس جاتا ہے۔ ہمارا Statisical Bureaue زراعت کا شعبہ ہے۔ اعدادو شمار والا محکمہ شعبہ زراعت۔ تو وہ دیکھتا ہے کہ کتنا آلو پیدا ہوا ہے اور کتنا ہم نے بیچنا تھا۔ مغربی طاقتیں ہمارے بارے میں کہتی ہیں کہ ان کو کس نے کہا کہ آلو کاشت کریں یہ تو ہماری مارکیٹ تھی۔

ایک دفعہ اس طرح ہوا ہے کہ فصل کے موقع پر پاکستان میں آلو اِتنا سستا تھا کہ ہمارے علاقے کے زمینداروں اور کسانوں نے حساب کیا تو اُس کو کھود کر زمین سے نکالنے کا اِتنا خرچہ تھا کہ اِتنی آلو کی قیمت نہیں تھی۔ تو علاقے میں اُنھوں نے اعلان کیا کہ جس آدمی کو ضرورت ہے تو اُس کو کھود کر نکال لے تاکہ جلدی سے ہمارا کھیت اگلی فصل کے لیے فارغ ہو۔ کیا کرتے کہ دو روپے کلو ہو گیا تھا۔ جب تین مہینے گزرے تو جس غریب مزدور بیچارے نے کاشت کیا تھا اُن کے کھیتوں سے نکل گیا تو دس روپے فی کلو ہو گیا۔ یعنی سٹے باز اور سٹاک ایکسچینج والے اوران کے عالمی ادارے اس طرح کا طریقۂ کار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سیار صاحب سے میں نے کہا کہ اللہ کے بندے اپنی گندم، اپنا آلو، اپنی سبزی، اپنا تیل اور ساری اپنی ضرورت کی چیزیں اپنے کھیت سے اُگانے کا طریقۂ کار شروع کرو جو پرانے

File Adress:

زمانے میں تھا اور اپنے مویشی رکھ کر اپنا دودھ کا بندوبست شروع کرو۔ کیونکہ سیالکوٹ وغیرہ کی زمینیں دے دی گئی ہیں ان اداروں کو، یہ تو بالکل جان نکال کر رکھ دیں گے آپ کی۔

خیر یہ تو اُن کے اُس ISO پر بات آ گئی۔

فرض منصبی کو عبادت نہ سمجھنے کے المیہ کا اثر

اصلی بات جو ہم نے کہنی تھی اپنے کام کی کہ جب اُس شخص نے یہ بات کہی کہ ٹینشن زیادہ رہتا ہے تو اُس کی تشخیص قلب پر وارد ہوگئی اور میں نے اُس سے کہا کہ جس وقت آپ لوگ تبلیغی جماعت میں آتے جاتے ہیں تو تقریر کرنا، تشکیل کرنا اس کو عموماً آپ مقصد سمجھتے ہیں اور آپ میں سے جو لوگ زیادہ آگے بڑھے ہوتے ہیں وہ نوافل اور ذکر اذکار کو بھی مقصد نہیں سمجھتے اُن کے کرنے میں بھی ذرا بوجھ محسوس ہوتا ہے کہ اصل کام نہیں کر رہے ہیں اور دنیا کے کاموں کو تو بالکل لایعنی سمجھتے ہیں بلکہ یہ بھی احساس نہیں ہوتا کہ میں نے اس کام کے بدلے میں پیسے لیے ہوئے ہیں اور اس کام میں نے دیانتداری کے ساتھ اگر کوئی مالک ہے، حکومت ہے یا ادارہ ہے خواہ کوئی بھی ہے کہ جس نے مجھے پیسہ دیا ہے اُس کے مطابق میں نے اُس کو بدلہ دینا ہے اور یہ میری ضروری عبادات میں سے عبادت ہے، اس میں کمی آئی تو ایسے ہی کمی آئی جیسے کہ نماز میں کمی آئی۔ تو یہ بھی ایک وجہ ہوا کرتی ہے کہ وہ چیز جس کو آدمی مقصد نہ سمجھ رہا ہو اور اسے اپنے لیے ضروری نہ سمجھ رہا ہو، عبادت نہ سمجھ رہا ہو اُس کو کرنے میں آدمی کو ٹینشن ہوتی ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کے معمولات متاثر ہونے لگتے ہیں، لہٰذا آپ کے معمولات متاثر ہونے کی یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔

مقصد کی راہ میں جدوجہد سے بوجھ نہیں ہوتا

انسان جس چیز کو اپنا مقصد سمجھتا ہے، اس کے لیے جتنا بھی مجاہدہ اور کوشش کرے

File Adress:

اسے وہ بوجھ نہیں سمجھتا، نہ اس سے کوئی ذہنی کوفت اور ٹینشن ہوتی ہے، بلکہ اسے مقصد کے حصول کی ایسی خوشی ہوتی ہے کہ مشقت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا الیاسؒ کا واقعہ ہے کہ اُن کو کسی کام کے لیے کوئی آدمی لے گیا تو مولانا الیاسؒ نے کہا کہ بڑی گرمی ہے بڑی گرمی ہے ہماری تو شامت ہوگئی تو وہ آدمی جو کہ کوئی قریبی رشتہ دار تھا اس نے کہا کہ تبلیغ میں پھرتے رہتے ہو اور وہاں کوئی گرمی نہیں لگتی لیکن آج گرمی لگ رہی ہے۔ تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ اُس وقت تو احساس ہی نہیں ہوتا ہے کہ گرمی ہے۔ مطلب یہ کہ مقصد والی بات میں آدمی چل رہا ہو تو آدمی کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ کسی آدمی کو آپ جون جولائی کے مہینے میں دس سے چار بجے تک دھوپ میں کھڑا کر دیں تو دو تین گھنٹے کے بعد اُس کا کیا حال ہوگا۔ سن اِسٹروک ہو کر گر جائے گا۔ لیکن اگر اسی آدمی کے سر پر آپ بیس کلو وزن بھی ڈال دیں اور اس کو اُوپر چڑھنے اُترنے کا بھی کہہ دیں کہ آپ آج کے دن تیس بار چڑھیں گے اُتریں گے اور سر پر بیس کلو بوجھ بھی ہوگا۔ لیکن آپ کو شام کو سو روپے دیہاڑی دی جائیگی (اس وقت دیہاڑی سو روپے ہوا کرتی تھی)۔ تو پھر اُس کو سَن اِسٹروک بالکل نہیں ہوگا کیونکہ اب مقصد و معاوضہ ساتھ شامل ہوگیا ہے لہذا اعصاب تناؤ اور ٹینشن محسوس نہیں کر رہے۔

ایک ڈاکٹر صاحب باہر ملک سے آئے تھے اُنھوں نے ایک لیکچر دیا جس کا موضوع تھا ''ہمالیہ کے دہانے تک پہنچنا''۔ کشمیر میں کوئی ''جھیل مانسرور'' ہے جہاں سے دریائے سندھ نکلتا ہے تو وہ بڑی اُونچی جگہ تھی تقریباً سات یا آٹھ ہزار فٹ بلندی پر۔ وہاں پر آدمی کے اعصاب کام کرنا چھوڑتے ہیں۔ پھر اُس نے دو باتیں کہیں کہ ایک تو اُس جگہ پر آدمی کو کشف ہونے لگتا ہے اور دوسرے آدمی کے پھیپھڑے پھول جاتے ہیں اور سانس پر اثر پڑتا ہے، دماغ پر اور نظر پر اثر پڑتا ہے۔ یعنی انسان کے پورے افعالِ بدنی (نارمل

File Adress:

فزیالوجی) بدل جاتی ہے۔تو پروفیسر صاحب نے کہا کہ ”Strange enough our driver was feeling no complications حیرت کی بات ہے کہ جوآدمی گاڑی چلا رہا تھا وہ کوئی تکلیف محسوس نہیں کر رہا تھا۔ باقی ہم سب کوئی نہ کوئی مثلاً سانس کی، کوئی دل کی تکالیف محسوس کر رہا تھا۔تو ڈرائیور کے ساتھ عزم، ارادہ اور ذمہ داری کام کر رہی تھی اس لیے اُس کے اعصاب متاثر نہیں ہو رہے تھے۔قوتِ متخیّلہ انسان کے اندر بہت بڑی قوت ہے۔ تخیّل کی قوت اگر صحیح طور پر کسی کے قابو میں آجائے تو کینسر تک کا علاج ممکن ہے۔بعض آدمی ایسا اعتقاد والا آتا ہے کہ اُس کو ہم بات کہیں بس اُس کے دل میں ”آمَنّا وَ صَدَّقْنا“ ہے اور کبھی کبھی آزمائش کے لیے میں آدمی کی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں اور کبھی آدمی کو برا بھلا کہتا ہوں، تلخ وترش الفاظ کہتا ہوں، تو یہ آدمی کے اخلاص کو جانچنا ہوتا ہے، ساتھ ساتھ اُس کے چہرے کو ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ اس کا کیا تاثر ہو رہا ہے اور اگر یہ تاثر ہو رہا ہے کہ ”تہ کم یود خان بچئی راغلئی یے چہ ما باندے غصے کوے“ (تم کون سے خان کے بیٹے ہو جو مجھ پر غصہ کرتے ہو۔) ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی اعتقاد لے کر نہیں آیا ہوا۔

دین و دنیا کی دوئی کا نظریہ اور اس کی حقیقت

تو دین و دنیا کا تعلق ایسا ہے کہ آخرت کی نیت سے دنیا دین بن جاتی ہے اور اگر نیت میں اخلاص نہ ہو تو دینی کام بھی بعض اوقات دنیاداری کے لیے ہو رہے ہوتے ہیں۔ عام طور پر ہم کہتے ہیں: دنیا فانی ہے، بے مقصد اور عارضی اور فضول ہے۔ اویس قرنیؒ نے ساری عمر ایک چرواہے کی زندگی گزاری اور ابراہیمؒ ابن ادھم نے بلخ کی بادشاہت کو چھوڑا۔ تو یہ کچھ چیزوں کو اپنے آخری معیار تک لے جانی والی شخصیات ہوتی ہیں۔جس طرح مغربی ممالک میں ہے کہ داہنی آنکھ کا ایک سرجن ہوتا ہے اور باہنی آنکھ کا دوسرا سرجن ہوتا ہے

File Adress:

Specialist of right eye کہ داہنی آنکھ کا ماہر کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میری ساری توجہ داہنی آنکھ کی طرف ہوتی ہے اور میرے ہاتھوں کی مہارت بھی اسی طرف ہے۔تو اگر میں داہنی آنکھ کے کیس کرتا ہوں تو دس روزانہ کر سکتا ہوں اور اگر بائیں آنکھ کا کرتا ہوں تو کارکردگی کم ہوجاتی ہے اور پھر چھ کر سکتا ہوں۔تو اسی طرح بعض لوگ ترکِ دنیا کے امام ہوتے ہیں، محبتِ الٰہی کے امام ہوتے ہیں اور علم کے لیے جان پر کھیل کر مجاہدات کرنا اس کے امام ہوتے ہیں تو یہ خاص لوگ ہوتے ہیں ورنہ عمومی طرز جو ہے وہ زندگی کے سارے کاموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسائل کی روشنی میں کرنا ہی دین ہے۔کاروبار ملازمت بھی ہے، روزی کمانا بھی ہے، بیاہ شادی بھی ہے، بال بچوں سے پیار و محبت بھی ہے، پڑوسی اور ارد گرد والوں کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنا ہے۔یہ سب شریعت کی روشنی میں اخلاص نیت سے ہو رہا ہو تو عین دین ہے۔

مولانا یوسف بنوریؒ بیمار ہوئے اور دل کا دورہ پڑا۔ہسپتال میں داخل تھے تو اُن کی خدمت جو ڈاکٹر صاحبان کر رہے تھے وہ دیندار ڈاکٹر تھے اور بڑے ذوق وشوق سے خدمت کر رہے تھے۔رات کے بارہ بجے یا دو بجے تکلیف ہو جاتی اور ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی تو ڈیوٹی پر آجاتے تھے۔جب وہ صحت یاب ہوکر جا رہے تھے تو اُنھوں نے ڈاکٹر صاحبان سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں اہلِ علم نہ ہوتا تو ڈاکٹری سیکھتا۔کہ جس طرح تم لوگوں نے میری خدمت کی ہے میں بھی ایسی خدمت کرتا۔تو اللہ والے آخرت کے لحاظ سے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں کسی چیز کو سیکھنا اور حاصل کرنا تو نہیں ہوا مگر اُس کی نیت کر کے اُس کی حسرت دل میں لاکر اُس کا ثواب مفت میں لے لیا اور ایسے ہی جو یہ آیت آئی ہے کہ ’’وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِي الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ‘‘ کہ اللہ نے ہمیں دین اسلئے نہیں دیا ہے کہ ہمیں تکلیف میں ڈال دے۔‘‘ تو دین اور دینی زندگی کے اسلامی دنیا اور اسلامی معاشرہ پر

File Adress:

عمومی اثرات، روزی کی فراخی، آسودگی، صحت اور خوشگوار حالات ہیں۔ مجاہدات وتکالیف بھی اللہ والوں پر آتی ہیں لیکن عمومی طور پر دین کے یہ اثرات ہونے چاہئیں۔ اگر مسلمان آسودہ نہیں ہے، امن وامان میں نہیں ہے، روزی کی فراخی نہیں ہے صحت نہیں ہے تو اُس کے دین میں کہیں فرق ہوتا ہے۔

اسی پر عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق کی شانیں ہیں کہ بعض آدمیوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ کمائے اور لوگوں پر خرچ کرے اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچائے۔ پشاور کے سیٹھی کریم بخش جو گزرے ہیں جنہوں نے اسلامیہ کالج کی مسجد اکیلے بنائی ہے، ان کا واقعہ آپ کو پہلے بھی سنایا ہے کہ جب انگریز اسلامیہ کالج بنا رہے تھے تو یہ ظالم خود تو اپنے پیسے سے نہیں بناتے تھے اسی ملک کا پیسہ ہوتا تھا اور عموماً چندہ کرتے تھے کہ اس مقصد کے لیے چندہ (Donation) دو۔ تو اُنھوں نے اسلامیہ کالج کے لیے پشاور شہر کے تاجروں اور زمینداروں کو کہا کہ اس کے لیے چندہ دو اور سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان کے ذریعے سے چندہ کی اپیل کروائی۔ سیٹھی کریم بخش بھی تاجر تھے اور اُن کو کہا کہ کالج کیلئے چندہ دو۔ تو اُنھوں نے سوچا کہ یا اللہ! انگریزوں کے کالج کے لیے چندہ کیسے دوں اور نہ دوں تو پشاور میں کیسے رہوں۔

یہ پیر مہر علی شاہؒ صاحب سے بیعت تھے، خط کے ذریعے ان کو بتایا کہ میں اس مسئلے میں پھنس گیا ہوں کوئی مشورہ دیں کہ کیا کروں۔ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کیلئے دعا کرتے ہیں اور آپ غور وفکر کرتے رہیں کوئی بہتر صورت سامنے آجائے گی۔ خیر کچھ دنوں کے بعد اُن کے دل میں خیال آیا کہ میں ان سے کہتا ہوں کہ کالج تم بنا دو اس میں مسجد میں تعمیر کروا دیتا ہوں۔ اس طرح یہ مسجد بنوا دی۔ یہ پشاور کے بہت مخیر شخصیت ہو گزرے ہے مختلف اداروں میں، دینی کاموں میں، محتاجوں کی، مساکین اور بیماروں کی

File Adress:

امداد وغیرہ اکثر کرتے تھے۔

مولانا بجلی گھر صاحب کی روایت ہے اُنھوں نے خود مجھ سے یہ بات کہی کہ کسی وجہ سے وفات سے اٹھارہ سال بعد سیٹھی کریم بخش کی قبر کھودنی پڑی تھی بالکل تر وتازہ بدن تھا اور اُن کے بدن پر غسل کے پانی کے قطرے بھی تھے۔

بعض آدمیوں نے محض مال سے ولایت خریدی ہوتی ہے اور بعض ہماری طرح لوگوں نے دین کو بیچا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ بچائے ہم اہلِ علم نے اور دین والے لوگوں نے دین کو بیچا ہوا ہوتا ہے اور اُس سے دنیا کمائی ہوئی ہوتی ہے۔ جبکہ بعض سمجھدار مالداروں نے اپنا مال خرچ کر کے ولایت، اللہ تعالیٰ کا تعلق اور آخرت خریدی ہوئی ہوتی ہے اور جنت خریدی ہوئی ہوتی ہے۔

مزدور اور کام کرنے والے کے بارے میں فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اوسط کارکردگی کے ساتھ کام کرے کہ نہ تو اتنا شدت کے ساتھ کرے کہ اُس میں صحت متاثر ہونے کا خدشہ ہو اور نہ اتنا سستی کے ساتھ کرے کہ مالک کا سارا حق ہی ضائع ہو جائے یا اُس میں کمی آ جائے۔ اوسط کوشش اوسط محنت کے ساتھ ضرور کرے۔ اوسط سے زیادہ کر رہا ہے تو مزید اجر و ثواب ہے اور اگر اوسط سے کم کر رہا ہے تو سستی کا گنہگار ہو رہا ہے۔

چلیں یہ بات ایک اعتراضی آ گئی مگر آپ کو سنا دوں کہ مثال سے آدمی مسئلے کو سمجھتا ہے خورشید صاحب خفا ہوگا کہ ہمارے ہی پیچھے پڑے رہتے ہو۔ مثال ہے ہمارے گاؤں کے ایک ماسٹر صاحب کی کہ چار مہینے لگا کر آئے تو ساتھیوں نے شکایتیں شروع کیں کہ سکول میں کام نہیں کرتا۔ میرا دوست ہے مجھ سے کہنے لگا کہ ہم یہ کیا باطل نظام پڑھا رہے ہیں، میں نے کہا: ماشاء اللہ! اب حساب سکھانا، اُردو سکھانا، لکھنا سکھانا اور پڑھنا سکھانا کہ کل ان چیزوں کو ضروریاتِ زندگی میں استعمال کرے گا، اُس کو آپ باطل نظام کہہ رہے

File Adress:

ہیں کہ یہ غیر ضروری باتیں ہیں اور مفتی بھی آپ خود ہی بن گئے۔ کسی مفتی سے مسئلہ تو پوچھ لیتے۔ اس افراط و تفریط سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

حضرت مولانا عمر پالن پوریؒ صاحب نے سالانہ تبلیغی اجتماع کے بیان میں اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ساتھی مختلف جگہوں پر اپنے فرائض منصبی میں سستی کرتے ہیں یہ وہ اپنی مرضی سے کررہے ہیں ہم اس بات کو نہیں چاہتے اور یہ ہماری مرضی سے نہیں کررہے ہیں بلکہ اپنی مرضی سے کررہے ہیں۔ تو یہ دین اور دنیا کی تفریق کا ایسا نظریہ کہ انسان اپنے فرض منصبی کو دنیا سمجھ رہا ہو اور اس وجہ سے اس میں کوتاہی کررہا ہو، خیانت کے زمرے میں آتا ہے اور سخت گناہ ہے۔ اگر انسان یہ سارے کام اپنے معاشی بندوبست ، بال بچوں اور والدین کی کفالت، ناداروں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری، مساجد اور مدارس کی تعمیر اور دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر تعاون کی نیت سے کررہا ہو تو یہ عین دین ہے اور آخرت کا عظیم اجر ہے، اگر اس کی تنخواہ لے رہا ہے تو اسکے لیے اس میں کوتاہی اور سستی جائز ہی نہیں، اگر ایسا کرے گا تو حرام خوری کرے گا۔ اگر شریعت کے سارے مسائل اس کام کے متعلق معلوم کرکے اس کی روشنی میں اور اضافی کوئی نیت نہ ہو تب بھی بالواسطہ عبادت ہے اور شریعت پر عمل کا اجر اسے مل رہا ہے۔ یہ دین کا بنیادی فہم ہے، جسے حاصل کرنا سلسلہ کے ہر مرید کے ذمے لازمی ہے، اسے ذہن میں رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین

File Adress:

لطافتِ تقویٰ

File Adress:

رحمت کے حالات، باطنی سکون کے حالات، برکت کے حالات اور شرحِ صدر کے حالات، نورِ بصیرت اور باطنی بصیرت کے حالات، یہ تقویٰ کے لطیف ثمرات ہیں، بعض اوقات اسباب راحت ہوتے ہیں لیکن راحت نہیں ہوتی، تقویٰ کے نتیجے میں راحت ملتی ہے بلا سے اگرچہ اسباب راحت میسر نہ ہوں۔ اس لطیف مضمون کو آسان پیرائے میں اس وعظ کے اندر جامعیت کے ساتھ کھولا گیا ہے۔

File Adress:

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

ثمراتِ تقویٰ

تقویٰ اعمالِ صالحہ، ذکر اور دل کا بیدار وروشن ہونا ہے، اس پر جو آخرت کے انعامات ملتے ہیں وہ تو ہیں ہی مگر دنیا میں جو انعامات ملتے ہیں اُن میں روحانی انعامات میں سے ایک ہے مؤمن کی بصیرت، کہ اُس کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا اور وہ دھوکہ میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی ایسی رہنمائی کر دیتا ہے اور ایسی آگاہی کر دیتا ہے کہ وہ دھوکے میں نہیں آتا۔ اور شرحِ صدر کی نعمت کہ کس وقت کیا کام کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ اس پر کھول دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل۔ ۹۷)

ترجمہ: جو شخص کوئی نیک کام کریگا خواہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے۔

تو پاکیزہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی یہ ساری رحمتیں اور نعمتیں ہوتی ہیں۔ رحمت کے حالات، باطنی سکون کے حالات، برکت کے حالات اور شرحِ صدر کے حالات، نورِ بصیرت اور باطنی بصیرت کے حالات اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ تو یہ مؤمن کے لیے نقد انعامات ہوتے ہیں اور وہ ان سے لطف اُٹھا رہا ہوتا ہے اور فوائد حاصل کر رہا ہوتا ہے جبکہ دنیا والوں کو اس کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ دنیا والے تو ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی پریشان وخوار

File Adress:

پھر رہے ہوتے ہیں۔

راحت مادی وسائل پر موقوف نہیں

ہماری ایک میڈیکل کالج کی طالبہ تھی۔ اُس کا باپ بھی سپیشلسٹ ڈاکٹر تھا اور ماں بھی سپیشلسٹ ڈاکٹر تھی اور بہت کمائی والے ڈاکٹر تھے۔ ایک دن وہ اپنی دوسری سہیلی کو کہہ رہی تھی کہ تم سوچتی ہوگی کہ ہم لوگ بڑے مزے میں ہیں۔ تو میں تمھیں بتاؤں کہ ہمارے گھر کا کیا حال ہے۔ صبح جب ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھتے ہیں تو امی ابو کا ایسا جھگڑا ہوتا ہے کہ ناشتے کی پلیٹیں اُٹھا کر دیواروں پر مارتے ہیں اور بغیر ناشتہ کیے ہوئے اُٹھ کر چلے جاتے ہیں اور وہ جو اعلیٰ درجے کا اتنے ذوق وشوق سے ناشتہ تیار ہوا تھا اسے تو کھا یا کتے بلیوں نے اور یہ دونوں آ کر اپنے دفتر میں سر کو پکڑے ہوئے خوار چائے کی پیالی کینٹین سے منگوا رہے ہوتے ہیں۔

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا (طٰهٰ۔۱۲۴)

ترجمہ: اور جو شخص میری نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہو گا۔

سب چیزوں کے ہوتے ہوئے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ کفار کے بارے میں کہا کہ ان کو ہم مال اور اولاد دیں گے۔

{لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا}

ترجمہ: تاکہ اُن کے ذریعے سے ان کو ہم دنیا کی زندگی میں عذاب دیں گے۔

مال واولاد مل رہے ہیں لیکن راحت کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے عذاب کے لیے۔

صبح ہم گلستانِ سعدی پڑھ رہے تھے۔ شیخ سعدیؒ نے بھی عجیب وغریب باتیں لکھی ہیں۔ اُس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ایک درویش کی گھر والی کو حمل تھا۔ اُس نے دعا مانگی کہ

File Adress:

یا اللہ تعالیٰ تو اگر مجھے بیٹا عطا کرے تو اپنے کپڑوں کے علاوہ ساری چیزیں خیرات کروں گی

جب بیٹا پیدا ہوا تو واقعی اُس نے بڑا دستر خوان بچھایا اور فقرا کو کھلایا، پلایا اور خیرات کی۔ کچھ عرصہ بعد خدا کی شان کہ میں ملکِ شام کے سفر پر تھا، واپس آیا تو میں نے اس درویش کا پوچھا کہ کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جیل میں ہے۔تو میں نے کہا کہ جیل میں کیا کر رہا ہے۔تو اُس عورت نے کہا کہ ہمارا بیٹا شراب پیئے ہوئے تھا اور اُس نے کسی آدمی کو مار دیا اور مفرور ہو گیا اور اُس بیٹے کی سزا اور پاداش میں حکومت نے باپ کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا ہے۔تو میں نے کہا کہ تو نے یہی چیز اور یہی نمونہ دعاؤں سے مانگا تھا کہ اس کے یہ فوائد تمھیں دنیا میں ہو رہے ہیں۔تو پھر وہ کہانی لکھنے کے بعد شعر لکھتے ہیں کہ جن جن عورتوں کے حمل ہیں اگر وہ سانپ جَن لیں تو زیادہ اچھا ہو بجائے اسکے کہ وہ ایسی اولاد جنیں۔

سبحان اللہ! تو یہ چیزیں عذاب بن رہی ہیں۔اشیاء مل رہی ہیں مگر اُن کے اثرات نہیں مل رہے کہ مال سے راحت وخوشی حاصل ہو، وہ نہیں ہو رہا، سامانِ راحت ہے راحت نہیں ہے۔

اسباب راحت: ایک بادشاہ کا واقعہ

ایک بادشاہ سفر کر رہا تھا، اُس نے ایک کسان کو دیکھا جو کھیتوں میں ہل چلا کر درختوں کے سائے میں زمین پر لیٹا ہے اور خوب خراٹے بھر رہا ہے۔تو بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ اگر ایسی نیند مجھے نہ آئی تو تیرا سر قلم کر دوں گا۔ پرانے زمانے کے جو وزیر تھے وہ ہوشیار ہوتے تھے۔ وہ مہلت لے لیتے تو بس مسئلہ حل۔اُس وزیر نے بھی مسئلہ حل کرنے کے لیے ایک مہینہ کی مہلت لی۔بادشاہ نے کہا کہ مہلت ہے۔

وزیر اُس کسان کو اُٹھا کر شاہی دربار میں لے آیا۔ پہلے تو کچھ اُس نے کھایا پیا، پھر بھی لمبی تان کر سوتا رہا۔خوب مزے کئے اور خوب پَل کر پھول گیا۔ پھر آہستہ آہستہ

File Adress:

دربار کی باتیں سننے لگا تو اُس کو پتہ چلا کہ یہ مسئلہ ہے، وہ مصیبت ہے، وہاں کے جھگڑے، چپقلشیں، پھر ساتھ والا ملک جو ہے وہ مخالف ہے حملہ کردے گا۔ اِدھر سے فوج آئے گی۔ تو جو مہینہ ختم ہونے کے قریب ہونے لگا۔ تو وہ دربار کی ساری باتوں، مسائل اور پریشانیوں کو جو سمجھا تو بس اُس کی نیند بھی اُڑ گئی۔ جیسے بادشاہ بیدار تھا ویسے ہی وہ کسان بھی بیدار تھا۔ وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت کسان کی نیند ہمارے دربار کے سارے مزوں کے باوجود کہاں گئی؟ نیند کی نعمت تو اس زندگی کے بدلے میں ہے جو وہاں کھیت میں ہے۔ یہاں تو نیند و آرام ساری چیزیں ہی ختم ہوگئیں، اگر آپ کو کسان جیسا آرام اور نیند چاہیے تو اس سارے جھنجھٹ سے سبکدوش ہونا پڑے گا۔ اب بادشاہت ہے آرام کا سامان، راحت و عیش کا سامان سب پاس ہے لیکن آرام و راحت نہیں ہے، یہ جتنے امراء، وزراء ہیں انہیں نیند کی گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔

کراچی میں سمندر کے کنارے کلفٹن کے پوش علاقے میں خوبصورت بنگلہ ہے، کمرے اس کے مزین ہیں، نرم گدے بچھے ہوئے ہیں، (A.C) اے سی لگے ہوئے ہیں، فوارے پھوٹ رہے ہیں، گھر میں باغ اور طرح طرح کے پھول لگے ہوئے ہیں، زندگی کی آسائش اور آرائش کا سارا سامان میسر ہے، لیکن رات کے دو بجے کا وقت ہے اور بنگلے کا مالک سیٹھ بے چینی میں گھوم رہا ہے، اسے نیند نہیں آرہی، وہ اٹھتا ہے، فون ملاتا ہے، دوست سے بات کرتا ہے، کہ مجھے تو نیند نہیں آرہی، وہ پوچھتا ہے کہ فلاں گولی کھائی ہے، یہ کہتا ہے کہ ہاں کھائی ہے، وہ پوچھتا ہے کہ فلاں گولی لے لی ہے؟ یہ کہتا ہے کہ ہاں وہ بھی لے لی ہے۔ وہ سامنے سے کہتا ہے کہ یہ ساری میں بھی کھا چکا ہوں لیکن نیند مجھے بھی نہیں آرہی، چلو گاڑی نکالو اور فلاں کلب میں آؤ تا کہ انجوائمنٹ کر کے بوجھ ہلکا کریں، اب نیند اور راحت کا سارا سامان ان سیٹھوں کے پاس ہے لیکن نیند نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک

File Adress:

مزدور ہے، سارا دن تپتی دھوپ میں سڑک کے کنارے پتھر کوٹ رہا ہے، پسینہ پسینہ ہے، جوڑ دکھ رہے ہیں۔ دوپہر کو ستانے کا وقفہ ملا اور سوکھی روٹی کھا کر نماز پڑھ کر اسی سڑک کے کنارے صرف ایک کپڑا باندھ کر سایہ کر کے سو گیا، نہ بستر ہے، نہ تکیہ ہے، نہ اے، سی اور پنکھا ہے، لیکن خرخر کر کے خراٹے مار کر گہری نیند سو رہا ہے، اب اس کے پاس اسباب راحت کچھ نہیں، لیکن راحت ہے، جب یہ تھکا ہارا رات کو گھر پہنچتا ہے اور عشاء کے بعد بستر پر گرتا ہے تو فجر کی نماز کے لیے جا کر اٹھتا ہے۔

سبحان اللہ! تو اس لیے مؤمن جو دنیا کی چیزوں کو کرتا ہے وہ اس لیے نہیں ہے کہ اُس سے مادی وسائل حاصل کرے، کھائے اور مزے کرے۔ زبان کے چسکے اور گوشت کے دوسرے لوتھڑے کے چسکے میں لگ جائے۔ آنکھ ہے اُس کا ایک چسکا ہے، کان ہے تو اس کا ایک چسکا ہے۔ ان چار چسکوں کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ وہ دنیا کا کام خواہ کتنی ہی تندہی سے کرتا ہو اُتنا ہی اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔

بخل اور احتیاط میں حدِ فاصل

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا، کوئی مقروض تھا۔ تو اُس نے سوچا کہ نیک اور غنی آدمی ہیں صدقہ و خیرات کرنے والے، تو وہ آیا اور اُن کا مہمان ہو گیا۔ مسجد سے جب گھر آئے اور داخل ہوئے تو دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نوکر کو بُلایا اور کہا کہ تو نے چراغ میں موٹی بتی ڈالی ہے اور جب موٹی بتی ہوتی ہے تو تیل زیادہ لگتا ہے اور اس سے اسراف ہوتا ہے۔ کیونکہ ضرورت کو دستیاب وسائل میں اس طرح پورا کرنا ہوتا ہے کہ اسراف نہ ہو، تو اُس آدمی نے کہا کہ اُوہو! کسی نے اس غلط جگہ بھیج دیا ہے کہ جو آدمی چراغ کی بتی پر اتنا جھگڑا کر رہا ہے وہ مجھے کیا دے گا۔ تو وہ اس کو بخل

File Adress:

اور کنجوسی سمجھ رہا تھا۔ صبح یہ آدمی ایسے ہی جانے لگا تو حضرت عثمانؓ نے اس سے پوچھا کہ کس لیے آئے تھے؟ اس نے بتانا مناسب نہ سمجھا۔ بڑی تحقیق کی تو اُس آدمی نے بتایا کہ اس طرح میں کچھ مقروض تھا اور مدینے آیا تھا کہ میری ادائیگی کی کوئی صورت ہو۔ جتنا قرض اُس نے بتایا آپؓ نے اتنے پیسے لاکر دے دیئے کہ لیں اور اپنی ضرورت پوری کریں۔ وہ جو آپؓ چراغ کی بتی پر ناراض ہو رہے تھے تو وہ اس لیے تھا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہے، اُس کے کمانے میں جیسے اُصول ہیں ایسے ہی اُس کے خرچ کرنے میں احکامات ہیں اور یہ مال تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

ہماری یونیورسٹی کا بہت پانی ہے۔ نلکے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور دن رات چلتے رہتے ہیں۔ تو ہماری گائے کو کسی نے پانی پلایا اور آدھی بالٹی بچ گئی۔ تو عماد صاحب کو میں نے کہا کہ بقیہ پانی کو کھیت میں پانی دینے کی نیت کر کے وہاں ڈال دو کہ آدھی بالٹی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور بغیر نیت کے پھینکنا تو اسراف ہوا بلکہ اسراف سے بڑھ کر تبذیر ہوا۔ اسراف کہتے ہیں ضرورت کے کاموں پر ضرورت سے زیادہ خرچہ کرنا۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (اعراف۔۳۱)

کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

اور تبذیر کہتے ہیں: بلاضرورت یا گناہ کے کاموں پر خرچہ کرنا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط (بنی اسرائیل۔۲۷)

بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں۔

تبذیر تو خرچے کا ایک فضول محل ہے۔ مثلاً آدمی نوافل پڑھ رہا ہے اور اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کو جو آیا اور کمرے کی بجلی کو بلاضرورت جلتے ہوئے چھوڑ دیا تو ان نوافل والے صاحب کو اس کا بھی احساس ہونا چاہیئے کہ اسراف وتبذیر نہ ہو کہ وہ

File Adress:

تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اُس پر حساب دینا ہوگا۔تقویٰ و پرہیزگاری صرف کثرتِ ذکر اور کثرتِ نوافل نہیں ہے بلکہ ساری باتوں کا لحاظ کرنا ہوتا ہے۔سب باتوں کا جب آدمی لحاظ کرتا ہے اور ہر جگہ پر اپنے آپ کو اُصولوں کے مطابق چلاتا ہے تو تقویٰ تب حاصل ہوتا ہے۔صرف کثرتِ ذکر پر تقویٰ نہیں ہوتا۔

عاجزی ایک امتیازی وصف

میں ہائیکورٹ میں جایا کرتا تھا، وہاں کام ہوتا تھا۔وہاں برآمدے میں ایک بڑی جگہ تھی جہاں ہم نماز پڑھتے تھے، تکلیف ہوتی تھی۔ کچھ دنوں کے لیے کوئی چیف جسٹس آ گیا جو کہ کسی غلط فرقے والا تھا اور اُس کے پیچھے لوگ بڑی باتیں کرتے رہتے تھے۔اللہ کی شان کہ جب وہ ریٹائر ہونے لگا تو مسجد کی زمین اُس نے دی۔ زمین وہاں پر تھی، کئی چیف جسٹس جو متقی اور پرہیزگار تھے کسی نے مسجد کو زمین نہیں دی۔تو میں نے سوچا کہ اُس نے کہا ہوگا کہ باقی تو سارا اعمال نامہ سیاہ ہے، شاید یہ نیکی کام آ جائے۔ایک تو اُس کے پاس عاجزی و تواضع تھی کہ ہمارا اعمال نامہ سیاہ ہے انتہائی گرے پڑے ہیں، چلیں مسجد کے لیے زمین دے دیں شاید اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیں۔ یہ جو معصیت میں بھرا ہوا آدمی ہوتا ہے یہ اس بات پر جیت جاتا ہے، اور ہم جو تقویٰ پرہیزگاری کرنے والے، اپنے آپ کو اچھا، بہتر اور معیاری سمجھتے ہیں، ہار جاتے ہیں۔

ہمارے محلے والے گشت کے لیے جاتے ہیں تو کبھی مجھ سے کہتے ہیں کہ گشت کے اُصول بیان کرو تو میں ایک بات اُن سے کہا کرتا ہوں کہ ہم جب نکلتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ کتنے اچھے لوگ ہیں کہ دین کی بات کہنے کے لیے آ رہے ہیں، انھوں نے نماز پڑھی ہے، پرہیزگاری کرنے والے ہیں، ہمیں دیکھ دیکھ خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔اس سے ہر لمحہ ان کا درجہ بلند ہو رہا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب ان کو حاصل ہو رہا ہوتا ہے اور ہم باہر نکلیں

File Adress:

اوران کو دیکھ کر سوچیں کہ ان کی شکل کو دیکھو یہ بے نمازی ہیں، یہ کیا کررہے ہیں، یہ کیا بے وقوف ہیں وغیرہ، تو ہم ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے دور ہورہے ہوتے ہیں۔ دین کا کام کر کے ہمارے اندر عجب آرہا ہے تعلّی یعنی اپنی بڑائی اندر آرہی ہے کہ ہم بڑا کام کررہے ہیں ہم بڑے درجے والے ہیں اور یہ نعوذ باللہ بے وقوف ہیں، بڑے ناسمجھ ہیں، تو ہم تو ہر گھڑی اللہ سے دور ہورہے ہوتے ہیں اور یہ ہر گھڑی قریب ہورہے ہوتے ہیں۔

فاسق وفاجر آدمی کو نفس کی ذلت اور تواضع حاصل ہوا کرتی ہے۔ میں ایک دفعہ ایک کام کیلئے سیکریٹریٹ گیا، وہاں ایک سیکشن آفیسر ہمارے دوست ہیں۔ میں اُن سے ملا کہ فلاں سیکرٹری کے ساتھ کام ہے تو اُس نے کہا کہ اُس کے پاس نہ جانا، شرابی آدمی ہے، جونہی کسی مولوی آدمی یا داڑھی والے کو دیکھتا ہے تو اُس کو بڑی نفرت ہوتی ہے۔ آپ کا کام مشکل ہے کہ وہ کرے۔ میں نے کہا کہ اس کے پاس میں ضرور جاؤں گا ان شاءَ اللہ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ شیر تو ہے نہیں کہ مجھے کھالے گا۔ میں اُس کے پاس اپنے کام کو دلائل کے ساتھ پیش کروں گا اگر اُس نے مان لیا تو اچھی بات اور اگر نہ مانا تو، السلام علیکم، واپس آجائیں گے۔ اب جب میرے پاس اُس سے ملنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے تو خود ہی ملوں گا اور ایک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ایسے آدمی جو ہوتے ہیں ان کو ایک قسم کی ندامت حاصل ہوتی ہے کہ یا اللہ تعالیٰ ہم تو بڑے خوار ہیں اور یہ اچھے لوگ ہیں۔ تو اُس کے پاس میں گیا، خلافِ توقع وہ بڑے اچھے طریقے سے ملا اور پوچھا کہ آپ کیسے آئے۔ میں نے کہا کہ جی یہ میرا کام ہے اور یہ اُصولوں اور قانون کے تحت درست ہے اس کو ہونا چاہیے بس یہ عرض کرنے آیا تھا۔ اُس نے کہا کہ فکر نہ کریں میں کوشش کروں گا۔ میں نے کہا کہ کہ ٹھیک ہے اور چلا آیا۔

دوسری بار جاتے ہوئے پھر اتفاقاً مجھے ایک آدمی مل گیا تو اُس سے میں نے کہا کہ

File Adress:

اُس شخص کو کہہ دینا کہ میں اُس سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں تو اُس آدمی نے بھی اُس کو کہہ دیا تھا، یہ کوئی اُس کے لیول کا افسر تھا۔ پھر میں ملنے گیا تو کہنے لگا آپ تقویٰ کریں کام ہو جائے گا۔ اس کو اتنی بھی دینی معلومات نہیں تھیں کہ توکل کو تقویٰ کہہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ جب اُس نے کام کر دیا تو سارے حیران تھے کہ یہ کیسے ہو گیا۔ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کو پتہ نہیں ہے ان لوگوں کے بارے میں ان کے باطن میں ندامت ہوتی ہے۔ اپنے گناہوں اور معصیت کی وجہ سے ان کو شرمندگی ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی دولت ہے جو ان کے پاس ہے۔ سارے اعمال کرنے کے بعد اور تقویٰ کے اُونچے مقامات کے باوجود جب تک احساسِ ندامت آدمی کے پاس نہ ہو تو اُس کا کام نہیں بنتا۔ کام والا آدمی تب ہوتا ہے جب سارے کمالات کے ساتھ احساسِ ندامت اور باطن میں احساسِ ذلت اُس کے ساتھ ملے۔ ورنہ تو انسان اسی زعم میں رہتا ہے کہ ہم یہ کر رہے ہیں وہ کر رہے ہیں وغیرہ۔ کرنے کی کیا قیمت ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حضور تو قبولیت کی قیمت ہے۔ قبولیت ہے بھی کہ نہیں کس کو معلوم ہے؟ اصلاحِ نفس کتابچے میں بھی لکھا تھا کہ اس حال میں تو ہر وقت آدمی لرزاں و ترساں رہتا ہے اور اپنا آپ ٹوٹا پھوٹا نظر آتا ہے اور یہ بات آخر تک ہونی چاہیے اور کاملین کو حاصل ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ کسی کے بارے میں ذہن اور دل میں ایک خاص بات جما لیتے ہیں کہ یہ تو بدکار اور گناہ گار ہے تو آپ کے خیالات کا عکس اور اثر اس پر پڑتا ہے اور وہ بھی آپ کے بارے میں منفی سوچنے لگ جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ساری کوتاہی سامنے والے کی ہے، حالانکہ ہمارے باطنی حالات کا اس میں پورا حصہ ہوتا ہے۔

فضائل ورذائل جانچ پر ظاہر ہوتے ہیں

ایک حال پر کوئی بھی مسلسل چوبیس گھنٹے نہیں رہ سکتا، باطن کی سوچ وفکر کے یہ اُتار

File Adress:

چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔تھوڑی دیر کی سوچ وفکر بھی باقی پورے اوقات کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔اس لیے تصوف میں مراقبے کراتے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک سوچ کو لے کر آدمی دس منٹ یا پندرہ منٹ یا آدھ گھنٹہ اُس پر دھیان جما کر بیٹھے، پھر آدمی پر یہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔تو اپنی اپنی استعداد ہے کہ چوبیس گھنٹے طاری رہنا اور بعض کو کچھ دیر طاری رہنا اور ایک بار جب یہ پکی ہوجاتی ہے تو آدمی ساری چیزوں میں لگا ہوا ہے اور کام کرتا رہتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ چیز اُس کے پاس اب نہیں ہے لیکن جونہی ضرورت کا وقت آئے اور اُس کی طرف دھیان کرے تو باطن میں موجود ہوتی ہے۔ وہ کیفیت باطن میں ہوتی ہے اور بظاہر آدمی کو خود بھی پتہ نہیں چل رہا ہوتا اور دوسروں کو بھی پتہ نہیں چل رہا ہوتا لیکن اُس چیز کے ٹیسٹ اور امتحان کے موقع پر وہ سامنے آجاتی ہے۔ ایسے ہی باطن کا کِبر اور خباثت کے متعلق بھی آدمی سمجھتا ہے کہ میں درست ہوگیا ہوں لیکن ٹیسٹ کے وقت یہ سامنے آجاتی ہے۔

ایک دفعہ مجھے گھر والوں نے کہا کہ تندور سے روٹی لے کر آؤ۔ ہمارے تندور والے تو ہمیں جانتے ہیں، جب جاؤ ایک طرف کو کھڑا کر کے کہتے ہیں کہ پہلے ڈاکٹر صاحب کو دو پھر کسی اور کو دو۔تو خیر جب اُس دن میں گیا تو تندور والے نے آدمی بدلا ہوا تھا اور اُس شخص کی داڑھی مجھ سے زیادہ سفید تھی ،اُس نے مجھے سب بچوں کے آخر میں قطار میں کھڑا کیا، اب ایک ایک بچہ روٹی لیکر جا رہا ہے اور ایک ایک قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔تو اب جب ایک دو تین چار قدم آگے ہوئے تو پتہ چلا کہ تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تیرے باطن میں کِبر نہ ہوتا تو تجھے اب محسوس نہ ہوتا۔ تجھے اس بات کا احساس ہوتا کہ سب سے آخر میں ہوں اور اپنے وقت پر جب باری آئے گی تو کام ہوگا کیونکہ میرا حق ہی یہ بنتا ہے اور یہ جو کوفت محسوس ہو رہی ہے تو اس وجہ سے کہ اس آدمی نے اہمیت نہیں

File Adress:

دی ہے۔

ہمارے ایک پرانے پرنسپل ہوتے تھے۔ بڑے قابل آدمی تھے، کالجیٹ سکول سے وابستہ رہے تھے۔اُنھوں نے کورس کی کتابیں بھی لکھی ہوئی تھیں۔ایک دفعہ Eye Department کا ایک میڈیکل آفیسر سنا رہا تھا کہ میں نے اوپی ڈی کے باہر جھانکا تو دیکھا کہ پرنسپل صاحب باہر مریضوں کی قطار میں ہیں۔میں نے کہا کہ سر! آپ وہاں پر کیوں کھڑے ہیں آپ آتے ہی اطلاع کر دیتے تو ہم آپ کا معائنہ کرتے اور آپ کو فارغ کر دیتے۔تو اُس نے کہا کہ بیٹا! میں اپنی باری پر آرام کے ساتھ بیٹھا ہوں، جاؤ تم کچھ فکر نہ کرو بلکہ اپنا کام کرو، جب میری باری آئے گی تو میں آجاؤنگا۔

ایک دفعہ میں ہسپتال گیا، ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کام تھا، اُس نے مجھے فوراً بلالیا اور بٹھادیا، جب سارے مریضوں کو اُس نے ختم کیا تو اس کے بعد اُس نے مجھے دیکھا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ آپ ٹھہریں اور آج کھانا ہمارے ساتھ کھائیں پھر ہم آپ کو پہنچادیں گے۔تو میں نے کہا کہ آپ نے مجھے اتنی دیر بٹھائے رکھا تو اس بٹھائے رکھنے پر دل خوش ہوا کہ الحمدللہ آپ خدمت خلق کا کام کر رہے ہیں۔تو اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں اسپیشلسٹ ہوں اور جتنے مریض آئے ہوتے ہیں ان سارے مریضوں کو ایک یا ڈیڑھ یا دو بجے ختم کر کے پھر فارغ ہوتا ہوں اور پھر میں اُٹھتا ہوں۔اس طرح نہیں ہوتا کہ ان کو میں چھوڑ کر اُٹھ جاؤں۔ میں نے اسی لیے آپ کو بٹھایا ہوا تھا کہ آپ بھی اس منظر کو دیکھیں۔تو میں نے کہا کہ اچھی بات ہے دل خوش ہوا اس بٹھانے پر دل خفا نہیں ہوا۔

ایک پروفیسر صاحب سے میں ملنے کے لیے گیا۔ ہمارے میڈیکل کالج کا اصلی قانون جو ہے اس میں پورا دن اسٹڈی ہے۔ ہمارے وقت میں کلاسیں تین بجے تک تھیں۔ صبح ۸ تا ۳ بجے تک اور پھر ۳ بجے تا مغرب وارڈ پریکٹس ہوتی تھی۔تو صبح کے گئے ہوئے

File Adress:

مغرب کی نماز تک واپسی ہوتی تھی۔ آج کل تو ۱۲ بجے لوگ فارغ ہو جاتے ہیں۔ تو میں ایک پروفیسر صاحب سے ملنے گیا تو اُس نے ایک بجے کے بعد کلاس چھوڑی اور باہر نکل کر آیا اور کہنے لگا کہ حاجی صاحب آپ خفا ہوں گے مگر میں کلاس لے رہا تھا۔ تو میرا دل بڑا خوش ہوا کہ شکر ہے ایک شخص تو ایسا ہے جو ایک بجے تک پڑھا رہا ہے، باقی تو بے غم ہیں۔

تو یہ ساری باتیں دین ہیں۔ صرف نماز روزہ ہی دین نہیں بلکہ دین تو ساری زندگی ہے اور ہر ہر جگہ اپنے آپ کو معیار کے مطابق استعمال کریں تب جا کر آخرت ملتی ہے۔

مغرب میں ظاہری خوش اخلاقی قانونی جبر کا نتیجہ ہے

لوگ ظاہری اخلاق کو تقویٰ سمجھتے ہیں، ہمارے ایک چیف انجنیئر صاحب کہہ رہے تھے کہ چھوڑو ڈاکٹر صاحب یہاں پر کیا اسلام ہے اسلام تو برطانیہ اور امریکہ میں ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو اُنھوں نے بتایا کہ وہاں پر ایک آدمی اپنی دیوار میں میخ ٹھونکنا چاہتا تھا، بڑے دنوں تک وہ اپنے پڑوسی کے پاس جاتا رہا کہ اس سے اجازت لے لے لیکن وہ اُس کو نہ ملا آخر اُس نے وہاں خط لکھ کر چھوڑا کہ میں اپنی دیوار میں کوئی چیز لٹکانے کے لیے میخ ٹھونکنا چاہتا ہوں اُس کے لئے آپ اجازت دے دیں، اُس نے جب اجازت دی تو تب اُس نے میخ ٹھونکی۔ تو میں نے کہا کہ اخلاقیات و شرافت یہ نہیں ہے کیونکہ اگر اُس نے بغیر اجازت یہ کیا ہوتا تو اُس کو جیل میں ڈال دیا جاتا کہ اُس نے پڑوسی کے سکون کو برباد کیا ہے اور اس کے حق کو ضائع کیا ہے۔

کنیڈا میں بنگلہ دیش کا ایک آدمی تھا، اُس کا بیٹا ڈاکٹر ہو گیا ایک دفعہ باپ کو رات کو تکلیف ہوئی اور وہ اپنے بیٹے کے فلیٹ میں گیا اور گھنٹی بجائی۔ بیٹے نے باہر نکل کر کہا کہ کیا بات ہے؟ تو اُس نے کہا کہ مں تیرا باپ ہوں اور تکلیف میں ہوں اس لیے آیا ہوں۔ تو بیٹے نے جواب دیا کہ آپ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ یہ میرے آرام کا وقت ہے۔ تو اُس

File Adress:

نے پھر کہا کہ فلانے میں تیرا باپ ہوں، تو بیٹے نے جواب دیا کہ آپ میرے باپ ہوں گے مگر ایک تو یہ میرے آرام کا وقت ہے اور دوسرا اس کام کے لیے کیژولٹی میں ڈاکٹر بٹھایا ہوا ہے۔ سادہ لوح باپ نے پھر اصرار کیا تو بیٹے نے کہا کہ اگر نہیں جاتے تو میں ٹیلی فون کر کے پولیس کو بلواتا ہوں اور اُسنے فون کر کے پولیس والے کو بلوایا اور اُس کو پکڑ وادیا۔ جب گرفتار کر کے پوچھ گچھ کی گئی تو اُس نے کہا کہ میں بنگلہ دیش کا باشندہ ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے تو وہ پولیس والا بڑی عمر کا آدمی تھا، کہنے لگا کہ مجھے آپ کے رسم ورواج کا پتہ ہے، اس لیے میں کچھ نہیں کہتا اور آپ کو چھوڑ دیتا ہوں، ورنہ اصلی قانون یہ ہے کہ آپ کو گرفتار کیا جائے تو دیکھ لیجئے باپ بیٹے کے ہاتھوں گرفتار ہو رہا تھا۔

آدمی کی استعدادیں ہم دیکھتے ہیں اور ملکات دیکھتے ہیں ان میں ہم آدمی کے فہم اور معاشرت کو بہت دیکھتے ہیں کہ اُس کا اُٹھنا بیٹھنا، ملنا ملانا، دوسروں کا لحاظ اور خیال کرنا، نیز آداب واطوار کیسے ہیں۔ اگر اس میں وہ آدمی کمزور ہو تو اس کے ذکر وفکر اور رونے دھونے پر ہم دھیان نہیں کرتے کہ رو رہا ہے، نہیں رو رہا ہے، چیخ رہا ہے، نہیں چیخ رہا ہے وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ یہ واقعہ میں نے آپ کو کئی بار سنایا ہے کہ ایک آدمی کو حضرت مولاناؒ کے پاس لے آئے۔ آدمی بڑا ذاکر شاغل اور کشف وانوارات کے ادراک والا تھا۔ لیکن مجلس میں آیا اُس نے ایک آدمی کی بات کاٹی اور اپنی بات کرنا شروع کر دی۔ تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کامل نہیں ہے، ذاکر شاغل اور کشف والا ہے مگر کامل نہیں ہے، کیونکہ اس کو مجلس میں بات کرنے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔

کمال صرف کثرتِ ذکر کا نام نہیں ہے، کمال تو شخصیت کی تربیت کا نام ہے کہ تربیت ہوئی ہے کہ نہیں ہوئی کثرتِ ذکر کا بھی ثواب ضرور ہوتا ہے۔ یہ تربیت یافتہ آدمی جب کارخانوں میں ملازمتوں میں اور مختلف کاموں میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے سارے

File Adress:

اعمال کی اٹھان اور بنیاد رضائے الٰہی پر ہوتی ہے، مادی وسائل کے حصول کے لیے نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس محنت کے نتیجے میں ان کو صرف مال اور مادی وسائل نہیں حاصل ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ اطمینان راحت، سکون اور برکت بھی نصیب فرماتا ہے، یعنی اسبابِ راحت ہوں گے اور راحت بھی ہوگی، اسباب عزت ہوں گے اور عزت بھی ہوگی۔ ورنہ اسبابِ راحت ہوں گے، اسبابِ عزت ہوں گے لیکن نہ راحت ہوگی نہ عزت ہوگی، نہ اطمینان ہوگا نہ سکون ہوگا، تو فائدہ ہی کیا ہوا۔

File Adress:

اعتقاد و محبت اور کیفیت احسان

File Adress:

صدق ویقین کا بحران عہد حاضر کا سب سے بڑا المیہ، اعتقاد وانقیاد کی برکات، اعتقاد کے اہل کفر کو ملنے والے مادی فوائد، ایمان واسلام میں فرق، تارک صلاۃ پر کفر کی نحوست، کفریہ حالات کے مادی و روحانی نتائج، صدق ویقین کی برکات، توریہ کی اجازت کب؟ کیفیت احسان کیا ہے؟ ان جیسے مہم عنوانات پر مختصر لیکن کافی ووافی گفتگو

File Adress:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

اعتقاد کی برکت

کسی چیز سے تعلق ایک تو معلومات کی شکل میں ہوتا ہے اور ایک اعتماد، اعتقاد اور انقیاد کی شکل میں ہوتا ہے جبکہ ایک تعلق محبت کی شکل میں ہوتا ہے۔ ہمارے اناٹومی ڈیپارٹمنٹ میں ایک ہندو لیڈی ڈاکٹر ہوا کرتی تھی۔ اس نے ایف۔سی۔پی۔ایس کا امتحان بار بار دیا لیکن فیل ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ کے قرآن پاک میں بڑے بڑے وظائف ہیں ان سے آپ لوگ بڑے بڑے کام نکالتے ہیں، کوئی وظیفہ مجھے بھی بتا دیں۔ دنیا کا کام نکالنے کے لیے کافر کے لیے بھی وظیفہ مؤثر ہو جاتا ہے۔ اس کو ایک آیت بتا دی، اس نے پڑھنا شروع کر دی، پھر دوبارہ آئی اور کہنے لگی کہ مسلمانوں کے پاس بڑے بڑے تعویذ بھی ہوتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ ہمارا کیا ہاتھ دُکھتا ہے، اسی آیت کو کاغذ پر لکھ کر دے دیا۔ اس نے امتحان دیا اور پاس ہوگئی۔ پانچویں یا چھٹی کوشش میں پاس ہوئی تھیں۔ ہدیے اور شکریے میں اس نے قرآن پاک کا ایک غلاف اور سو روپے بھیجے۔ میرا خیال ہے اس وقت سو روپے میں کوئی چار مرغیاں آتی ہوں گی، اب تو شاید چار سو میں آتی ہوں۔ تو میں اس سے کہا کہ میں کوئی پیشہ ور دم گر نہیں ہوں کہ شکرانے جمع کروں، آپ کا غلاف لے لیتے ہیں، اس نے کہا کہ آپ ضرور لیں گے میں نے کہا چلو اس مسئلہ کو دیکھتے ہیں۔ فتاویٰ دیوبند میں دیکھا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ مسجد کے لیے کسی ایسے کافر کا چندہ قبول کیا جا سکتا ہے کہ کل مندر کے لیے چندہ

File Adress:

مانگنے نہ آئے اور دوسری بات یہ کہ اس کے انتظامی امور میں مداخلت نہ کرے، لہٰذا مدینہ مسجد کے لیے سو روپے لے لیے اور غلاف گھر میں رکھ لیا۔ خیر اس کے ان دنوں کے حالات دیکھ کر میں سوچتا تھا کہ یہ تو قرآن پاک کے اتنے قریب ہوگئی ہے کہ اس کی بھی مغفرت ہونی چاہیے۔ اس کو اتنا اعتقاد حاصل تھا۔ ایسے یہ مسئلہ سامنے آیا تو میرے ذہن آیا کہ اس پر تحقیق کی جائے کہ ایسے لوگوں کا خاتمہ کیسے ہوتا ہے کہ ایسی وابستگی قرآن پاک کے ساتھ رکھتے ہوں کہ کام بننے کا اعتقاد رکھ کر وظیفہ پڑھتے ہوں اور محبت بھی رکھتے ہوں۔ اس پر معارف القرآن کو پڑھتے پڑھتے اس میں ایک عجیب بات سامنے آئی، وہ یہ کہ:

ایمان اور اسلام میں فرق

ایمان اور اسلام ایک تفصیلی بحث ہے۔ ایمان دل کے عقیدے کو کہتے ہیں اور اسکی آخری حد عمل پر ہے، دل سے شروع ہو کر عمل پر آ کر ختم ہوتا ہے۔ تو اعمال کو کاٹتے کاٹتے یہاں تک کہ ارکان کو بھی کاٹ لیں، جیسے کسی آدمی کے ہاتھ کاٹ دیں دونوں پیر کاٹ دیں، دونوں کان کاٹ دیں، تب بھی لوگ کہیں گے کہ آدمی ہے تو ایسے ہی سارے اعمال کے ترک کے بعد بھی ایمان باقی رہتا ہے۔ اسلام اعمال کو کہتے ہیں اور اعمال سے شروع ہو کر دل پر ختم ہوتا ہے، اس کی آخری حد دل کا ایمان ہے لیکن ایمان کی قبولیت کے لیے کم از کم جو اسلام شرط ہے وہ زبان سے اس بات کا اقرار کرنا کہ میں مسلمان ہوں، زبان سے اتنا عمل ضروری ہے جس سے اس کو مسلمانوں کی فہرست میں شامل کر کے اس کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات ہوں گے، اس کا موت کے بعد جنازہ ساری چیزیں مسلمانوں جیسی ہوں، اس کے لیے اتنا عمل ضروری ہے کہ اس نے زبان ہلا کر یہ کہا ہو کہ میں مسلمان ہوں، اگر اتنا بھی نہیں ہے تو اس کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات نہ ہوں گے۔

اس سے یہ اندازہ ہوا کہ ان لوگوں کا اسلام کے ساتھ تعلق فقط معلوماتی ہے، اب

File Adress:

صرف پسندیدگی سے آگے بڑھ کر کر آدمی کو اعتبار آجائے کہ واقعی اس میں نجات ہے، واقعی آخرت میں جنت، دوزخ کا معاملہ آنے والا ہے اور ذات ذوالجلال کا وجود اور پیغمبروں کا برحق ہونا، کتابوں کا برحق ہونا، فرشتوں کا برحق ہونا قیامت کا برحق ہونا، اس پر اعتماد ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو ماننے کے نتیجے میں یہ بات حاصل ہوجائے۔ کتنا گرا پڑا، گیا گزرا مسلمان کیوں نہ ہو کم از کم ثواب کی نیت سے راستے کے پتھر، کانٹا ہٹانا اس کو بھی نصیب ہوتا ہے، بے نماز ہوگا، شرابی کبابی، چرسی بھنگی ہوگا لیکن اتنا اس کو اسلامی مزاج نصیب ہوتا ہے کہ راستے سے پتھر ہٹا دیتا ہے، کانٹا ہٹا دیتا ہے اس لیے کہ اس پر ثواب ملتا ہے۔

کفریہ حالات اور ان کے اثرات

جب ایک مسلمان بھی سارے ایمانی اعمال چھوڑ دے تو اس پر کفر کے اثرات آنا شروع جاتے ہیں۔ ایک واقعہ آپ کو سناؤں، بڑا عجیب قصہ ہے، ایک آدمی جادو سیکھ رہا تھا تو اس کے استاد نے کہا کہ جادو تب کامیاب ہوتا ہے کہ جب آپ چالیس دن تک کوئی نیکی نہیں کریں گے۔ اس نے چالیس دن جادو کے عمل کو پکایا اور پکانے کے بعد جب اس کو کیا تو کامیاب نہیں ہوا، استاد کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے تو عمل کیا لیکن کامیاب نہیں ہوا، تو استاد نے کہا کہ آپ نے چالیس دن میں کوئی نیکی ضرور کی ہے۔ اس نے کہا: میں نے کوئی نیکی نہیں کی، نہ نماز پڑھی ہے، نہ تلاوت کی ہے، نہ ذکر کیا ہے، کچھ بھی نہیں کیا ہے، اس نے کہا: غور کرو، اس سے غور کرواتا رہا، اس نے کہا: ایک بات مجھ سے ہوئی تھی کہ میں راستے سے گزر رہا تھا اور میں نے کچھ کانٹے وانٹے، پتھر وغیرہ راستے سے ہٹا کر راستہ صاف کیا تھا، اس نے کہا کہ اسی سے جادو کے عمل کا بیڑا غرق ہوا ہے، اسی وجہ سے تو کامیاب نہیں ہوا ہے، چالیس دن بغیر نیک عمل رہنا ہوتا ہے۔

File Adress:

تارکِ نماز کے حالات عملاً کفر کے ہوتے ہیں

یہ لوگ جو سودی قرضہ لیتے ہیں، اگر نمازی ہوں تو ان پر بہت خراب حالات آتے ہیں بہت پریشان ہوتے ہیں۔ اس دن ہمارا ایک چپڑاسی آیا کہ درخواست لکھی ہوئی ہے کہ دس مہینوں کی تنخواہ کے برابر بینک قرضہ دے رہا ہے۔ اُس کی پوری داڑھی، نمازی آدمی ہے، تو میں نے کہا: معاف کرو، بجائے اس کے قصہ خوانی بازار یا چوک یادگار میں کھڑے ہو کر بھیک مانگ لو یہ سودی قرضہ لینے سے بہتر ہے۔ یہ باقاعدہ فقہی مسئلہ ہے کہ جس آدمی پر اتنی تنگدستی آ گئی کہ اس کے بچے بے عزت ہو رہے ہیں، فاقے سے ہیں اور اس کے موت کے حالات آ رہے ہیں تو اب یہ گندگی کے ڈھیر سے مری ہوئی مرغی، خنزیر یا گدھے کا گوشت اٹھا کر کھائے یا بھیک مانگے؟ اس کے لیے بھیک مانگنا جائز اور ضروری ہے۔

یہ اخباروں میں آتا ہے کہ تنگدستی کے ہاتھوں اپنے آپ کو جلا دیا اور بال بچوں کو قتل کر دیا، تو ان نتھو خیروں کا کسی کے ساتھ دینی رابطہ ہی نہیں ہوتا۔ اس آدمی کے لیے بھیک مانگنا جائز ہے اور اس سے اسے دو باتیں حاصل ہوں گی، ایک اس کو جائز طریقے سے روزی حاصل کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے بال بچوں کی ضرورت پوری ہوگی اور دوسرے یہ کہ اس کو فنائے نفس حاصل ہوگا، نفس ذلیل ہوگا۔ پہلے زمانے میں اصلاح کے لیے ایک طریقہ بھیک منگوانے کا تھا۔ مکتوباتِ صدی میں لکھا ہے کہ ایک شیخ نے مرید کو بھیجا کہ بھیک مانگو، وہ بھیک مانگتا رہا، لوگ اس کو کہتے ہٹا کٹا، مشٹنڈا، الو کا پٹھا بھیک مانگ رہا ہے۔ ہر جگہ اس کی بے عزتی ہوتی، ایک دن آیا اور کہنے لگا کہ حضرت صاحب! اب تو کوئی بھیک بھی نہیں دیتا ہے اور اتنی بے عزتی کرتے ہیں کہ کیا کہیں، اب میں کیا کروں، تو انھوں نے کہا کہ اب اپنی حیثیت کا پتہ چلا، اب کشکول اتار کر آؤ تو اگلی بات سکھائیں گے، نفس کی بڑائی ٹوٹ گئی، اب اللہ اللہ کرنا سکھائیں گے۔ آپ ڈریں نہیں ہم ایسے نہیں کراتے، یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم تو

File Adress:

ڈاکٹر بنیں گے، بڑی حیثیت اور ادھر یہ کہتا ہے کہ بھیک مانگنے کے لیے چلو۔ میں نے اپنے چپڑاسی سے کہا کہ بھیک مانگو یا دوسرا طریقہ بتاتا ہوں وہ کرو، تو پھر سودی قرضہ لے کر کامیاب ہوجاؤ گے وہ یہ کہ سودی قرضہ لے کر نماز پڑھنا چھوڑ دو اور تارک الصلوۃ ہوجاؤ تو پھر تم پر سودی قرضہ راس آجائے گا کیونکہ یہ میرا تجربہ ہے کہ تارک الصلوۃ کے عملی حالات کفار جیسے ہوتے ہیں۔ یہ مجھے دیکھ رہا ہے، اسے میں نے کہا صحیح سلامت صحت مند آدمی ہو، گاؤں میں تین چار جریب زمین اجارہ پر لے کر کاشت کرو۔ اس نے کہا کہ وہ تو جا کر میں لے لوں گا لیکن کاشت کے لیے اخراجات نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ اخراجات کے لیے میرے پاس پیر کے دن آنا۔ پیر گزر گیا لیکن نہیں آیا کیونکہ محنت نہیں کرنا چاہتے۔

اعتقاد اور یقین کا بحران

تو دوسرا درجہ اعتقاد، اعتماد اور انقیاد کا ہوتا ہے۔ جب آدمی اس بات کو سمجھنے لگتا ہے کہ اس میں فائدہ ہے اس میں میری زندگی بنے گی اس میں میں کامیاب ہوں گا تو اب اس عمل کو اختیار کر کے آگے بڑھتا ہے۔ عام طور پر پورے اعتماد، اعتقاد اور انقیاد کا درجہ مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اور مجھے اور آپ کو بھی حاصل نہیں ہے کہ جب فائدہ کسی عمل کو چھوڑنے میں ہو رہا ہو تو ہم چھوڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں، جب جھوٹ بولنے میں فائدہ نظر آرہا ہو تو اپنے دل کی طرف دیکھیں کہ آیا اس وقت ہم جھوٹ بولتے ہیں یا جھوٹ سے پرہیز کرتے ہیں، آدمی نمازی ہوگا، حاجی ہوگا، ذکر کرے گا، ختم کرے گا، تلاوت کرے گا لیکن دکان پر بیٹھے گا تو کہے گا کہ اس گاڑی کی پچاس ہزار پر بات ہوئی تھی میں نے نہیں دی، تین لاکھ پر بات ہوئی تھی میں نے نہیں دی، حالانکہ وہ پچاس ہزار روپے اور تین لاکھ روپے گاہک نے نہیں کہے ہوں گے۔

اس دن میں نے اپنے مالی سے کہا کہ گائے کے لیے شفتل خریدو، وہ گیا اور ایک جگہ

File Adress:

دیکھ کر آیا اور اس آدمی سے کہا کہ یہ سو روپے کی ہے۔ اس نے کہا: نہیں میں نہیں دیتا ہوں۔ مالی نے پورا اندازہ لگایا، مجھے بھی لے گیا، میں نے کہا: دو سو روپے کی ہے، تو فصل کے مالک نے کہا: میں نے تو چار سو روپے میں جو فلانے پر بیچ دی ہے ہم نے کہا: اچھی بات ہے اگر بیچ دی ہے تو اچھا ہوا، تمہارا زیادہ فائدہ ہو گیا۔ مالی میرا بڑا ہوشیار تھا، اس نے جا کر پوچھا تو اس آدمی نے کہا کہ جھوٹ بول رہا ہے، میں نے نہیں خریدی، سو روپے سے زیادہ نہ دینا۔ تو مالی نے کہا: دیکھو! اس نے یہ بات کہی ہے۔ اس پر بڑا اعتماد تھا کہ اچھا آدمی ہے، تو میں نے کہا کہ کاروبار میں لوگ ایسے ہی کرتے ہیں، یہ حج بھی کرتے ہیں اور ساتھ خرید وفروخت میں یہ کچھ بھی کرتے ہیں، تو اس عمل کرنے والے کو صدق یقین نہیں حاصل ہے لہٰذا اس کے اعمال کے انبار اور پہاڑ، صدق یقین والے کے مقابلے میں ریت کا تودہ ہیں۔

صدق ویقین کی برکت

ہمارے مولانا احمد جان صاحب کے داماد نے ہمیں ایک واقعہ سنایا کہ مولانا صاحب ابھی نوعمر تھے، اس زمانے میں انگریزوں کا یہ آرڈر آیا کہ گندم ساری کھلم کھلا لاؤ گے، اس کو حکومت خرید رہی تھی یا کوئی بات ہو رہی تھی۔ اب زمیندار بے چارے کیا کریں، حکومت تنگ کر رہی ہے، سستا خرید رہی ہے، انھوں نے اپنی گندم کو چھپا لیا، کہتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب نے نیچے گندم کی بوریاں رکھیں اور اوپر بھوسہ ڈال دیا۔ ہمارے مروت اور خٹک علاقے کی فصل ہی گندم ہوتی ہے، وہ بھی زمیندار کے ہاتھوں سے چلی جائے تو کیا کرے گا، تو کہتے ہیں کہ پولیس والے آئے اور کہا کہ تمہاری گندم کہاں ہے؟ میں نے دل میں کہا: اب ہماری گندم لے جائیں گے ہم کیا کریں گے اور والد صاحب نے چھپائی ہوئی ہے تو کہتے ہیں کہ میری تربیت اور طبیعت ایسی تھی کہ جھوٹ نہ بول سکا۔ میں نے کہا کہ اس بھوسہ کے نیچے پڑی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پر پولیس والوں کا دل نرم ہو گیا، انہوں نے ایک دوسرے کو

File Adress:

دیکھا اور کہا کہ چھوڑ دو، اور چلے گئے، سچ بولنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری حفاظت بھی کی اور ہمارا کام بھی بنا دیا حالانکہ جان لیوا حالات آجائیں تو آپ اس میں توریہ بھی کرسکتے ہیں۔

توریہ کی اجازت کی صورت

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب گرفتاری کا حکم ہوا تو حاجی صاحبؒ تو ہجرت کرکے مکہ مکرمہ چلے گئے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ گنگوہ آتے ہی گرفتار ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ میری گرفتاری کے لیے جب آدمی آئے تو انھوں نے مجھے بھی پکڑ لیا، کپڑوں اور ڈیل ڈول سے یہ ایسے نظر نہیں آتے تھے کہ یہ وہ آدمی ہیں جو ساری انقلابی تحریک کے امام ہیں۔ اتنے بڑے عالم لیکن سادہ لباس میں ہوتے تھے کہ پولیس والوں کو اندازہ نہ ہوا، تو انھوں نے کہا کہ مولانا قاسم نانوتویؒ کہاں پر ہیں؟ کہتے ہیں کہ جس جگہ کھڑا تھا اس جگہ سے کچھ قدم آگے آکر میں نے کہا، ابھی تو یہاں پر تھے، وہ میری بات کو سمجھ نہ سکے اور چلے گئے۔ میں تین دن کے لیے روپوش ہوگیا تین دن جب مکمل ہوگئے پھر واپس آگیا، تو لوگوں نے کہا کہ آپ کہاں گئے ہوئے تھے؟ میں نے کہا کہ میں گرفتاری سے بچنے کے لیے نہیں گیا ہوا تھا، بلکہ غار ثور کی تین دن کی چھپنے کی سنت پر عمل کرنے کے لیے گیا ہوا تھا، تین دن ہوگئے اس لیے آگیا ہوں۔ انگریزوں کا مشورہ ہوا کہ ان کو پکڑا جائے اور ان کو پھانسی دے دی جائے پھر ان کی ساری رپوٹیں مکمل ہوئیں کہ تحریک کچل دی گئی ہے، اب اگر ان کو پکڑتے ہو اور پھانسی کرتے ہو تو ان کی تحریک میں دوبارہ جان آجائے گی، تو انہوں نے کہا کہ کیا کریں؟ اس پر انگریز نے عام معافی کا اعلان کیا، پھر اسی میں گنگوہی صاحبؒ کو بھی چھوڑ دیا اور قاسم نانوتویؒ کے بھی وارنٹ گرفتاری واپس کردیئے گئے۔ تو ایسے وقت اپنے آپ کو بچانے کے لیے یا مقصد حاصل کرنے کے لیے توریہ کا مسئلہ ہے کہ آپ ایسی بات کہیں جو جھوٹ نہ ہو لیکن آپ کی جان بچ جائے۔ یا

File Adress:

مقصد حاصل ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ہجرت جو شروع ہوا تو ایک جگہ مخالفین کو اندازہ ہو گیا کہ یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ابو بکر صدیق ؓ کی شہرت زیادہ تھی ان کو پہچانتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت نہیں تھی اور ان کو پہچانتے نہیں تھے تو انھوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ میرے ساتھ آدمی ہے جو مجھے راستہ بتا تا ہے، حضرت ابو بکرؓ نے نیت کی کہ مجھے ہدایت کا راستہ بتا تا ہے جبکہ مخالفین سمجھے کہ سفر کرنے کے لیے انھوں نے اپنے ساتھ کوئی راستے کا واقف لیا ہوا ہے، اور ان کو اندازہ نہیں ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اتنی معیاری شخصیت کے طور پر مشہور تھے کہ ان کو اندازہ تھا کہ یہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ پر میں نے توریہ کیا ہے اور جھوٹ نہیں بولا ہے۔

کیفیت احسان کیا ہے؟

خیر وہ ہماری بات چل رہی تھی اعتماد، اعتقاد اور انقیاد والی، تو سچ بات ہے مسلمان ہم ہیں لیکن ہمیں یہ بات حاصل نہیں ہے کیونکہ مفاد کی جگہ پر حکم ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ تیسری بات یہ کہی تھی کہ کسی کے ساتھ واسطہ ہونا محبت کا، ہمارے جو سلاسل ہیں ان کا موضوع قلوب میں محبت پیدا کرنا ہے اور اس کے بعد کیفیت احسان پیدا کرنا ہے۔ کیفیت احسان کسے کہتے ہیں؟ ہم پر اللہ نے احسان بھی کئے ہیں تو ہم بھی احسان کریں۔ احسان کے کتنے معنی لکھے ہوئے ہیں مفتی شفیع صاحبؒ نے؟ احسان کے دو معنی لکھے ہیں، حق سے زیادہ کسی کو دینا یہ ایک معنی ہیں یہ احسان عمل کا احسان ہے اور ایک کیفیتِ احسان ہے کیفیت احسان کے بارے میں حدیث جبرائیل ہے کہ جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ

File Adress:

تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہو تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے،

حضرت مولانا صاحبؒ اشعار پڑھا کرتے تھے تو ان میں ایک یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

آتے ہیں خیالوں میں، نگاہوں میں، دلوں میں
پھر ہم سے یوں کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشیں ہیں

اور اس پر ایسا نعرہ مارتے تھے کہ گویا چھت اڑ جائے گی، اور ہمارا کیا حال ہوا ہے کہ گوں کی بوری (عورت) نے بدحال کیا ہوا ہے، آگے پیچھے چاروں طرف وہی نظر آتی ہے۔ حضرتؒ مجنون کے حالات سناتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ اس پر ایک درجہ لیلی کی محبت میں ایسا آیا کہ اس نے اشعار میں کہا ہے: **تمثلی لیلیٰ بکل سبیل** (ملتی ہے لیلی مجھ سے ہر راستہ پر)، اللہ تعالیٰ کی ذات ذوالجلال کے ساتھ تعلق کا ایسا حال ہوتا ہے، گویا وہ نظر آتے ہیں اگرچہ یہ نظر آنا مجسم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے جیسے نقشبندی حضرات کہتے ہیں کہ یہ نظر آنا بے چون وبچگون ہے۔ ایک یاد اور وابستگی دل میں جمتی ہے اور بدن میں بجلی کی لہروں کی طرح محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح کی کیفیات ذکر میں محسوس ہوتی ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی مجلس میں ایک آدمی نے پڑھا:

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ترجمہ: جان سپردگی کے خنجر سے قتل شدہ لوگوں کے لیے ہر لمحے میں غیب سے نئی سے نئی زندگی ہے۔

جب انھوں نے یہ پڑھا، کشتگان خنجر تسلم را، تو ان پر موت طاری ہوگئی، جب پڑھنے والے نے کہا: ہر زماں از غیب جانے دیگر است تو آپ زندہ ہو گئے۔ سماع کا اصول ہوتا ہے جس شعر پر حال طاری ہوتا ہے اس کو بار بار پڑھنا ہوتا ہے۔ جب انھوں نے اس کو بار بار پڑھا تو حضرت بختیار کاکیؒ پر یہ کیفیت بار بار ہونے لگی۔ آخر پڑھنے والے سے کہا گیا

File Adress:

کہ کشتگان خنجر تسلیم پر تان توڑ دو، اسی پر ان کی روح، روح آفرین کے سپرد ہوگئی۔

مجازی محبت کا اثر

ہماری یونیورسٹی کے مخلوط تعلیم کے ماحول میں مجازی محبتوں کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔سب جگہوں پر پھر پھرا کر آخر میرے پاس بھی آتے ہیں کہ شاید مسئلہ یہاں سے حل ہوجائے۔ٹیسٹ کے طور پر میں کہا کرتا ہوں کہ کوئی شعر سناؤ، اس کے شعر سنانے کے دوران اس کے قلب سے قلب ملائیں تو اگر اس پر واقعی محبت کا اثر ہو تو اس کے شعر پڑھنے کے دوران آدمی کا قلب باقاعدہ تپش اور حرارت محسوس کرتا ہے۔اس طرح کے حضرات جب مجلس میں آتے جاتے رہیں تو کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ فضل فرماتا ہے اور قلب غیر اللہ کی فانی محبت سے فارغ ہوجاتا ہے۔

چنانچہ ایک انجنیئر نگ کے طالبعلم کچھ عرصہ مجلس میں شامل رہے، ایک دن بندہ کو محسوس ہوا کہ اس کا قلب خالی ہوگیا ہے۔بندہ نے شعر سنانے کو کہا، اب کے جب اس نے شعر پڑھا تو کوئی تپش اور حرارت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔بندہ نے اسے کہا کہ جاؤ! اب خالی ہو گئے ہو، اس پر وہ بھی ہنسا کیونکہ اس کو بھی اندازہ تھا کہ مصیبت اور بلا سے جان چھوٹ گئی۔

واقعی جب کسی کے ساتھ تعلق اور محبت ہوجائے تو ہر وقت اس کی معیت اور ساتھ ساتھ ہونا محسوس ہوتا ہے: ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

آتے ہیں خیالوں میں، نگاہوں میں، دلوں میں
پھر ہم سے یوں کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشیں ہیں

جب اس طرح کی معیت اور دھیان نصیب ہوجاتا ہے تو یہ کیفیتِ احسان ہے۔

اختیارِ اسباب اور توکل کی حقیقت

File Adress:

فلسفہ وحدۃ الوجود، عمل امر الٰہی کے رہین منت ہے، اسباب کی حقیقت، توکل کی حقیقت اور توکل کی مشکل قسم، اسباب اختیار کرنا عجز و انکساری کا اظہار ہے، تصرف، کرامت اور معجزہ میں فرق، تصرف کی حقیقت، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک معجزہ اور اکابر صوفیاء کی بعض کرامات کا تذکرہ، غیر اللہ کا تاثر ختم ہونے کا مقام، توحید تحصیلی کی چار محنتیں، ان سمیت کئی عنوانات پر تفصیلی وعظ

File Adress:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

فلسفۂ وحدۃ الوجود

فلسفہ والوں کی یہ بحث ہے کہ واجب الوجود فقط ذاتِ باری تعالیٰ ہے جو خود بخود قائم ہے، باقی ساری چیزیں ظلی ہیں اور ان کا وجود حقیقی نہیں ہے، بلکہ امرِ الٰہی سے قائم ہیں۔ صوفیا جو نفی اثبات کا ذکر کرتے ہیں لا الہ الا اللہ اس میں دھیان کرنا ہوتا ہے کہ نہیں معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے، نہیں مقصود سوائے اللہ کے، پھر اس میں ایک درجہ ہے کہ نہیں موجود سوائے اللہ کے، کوئی نہیں موجود سوائے اللہ کے یہاں تک کہ اپنی ذات نہیں موجود سوائے اللہ کے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ کچھ فقرا کی جماعت ذکر کر رہی تھی۔ جب کہتے لا الہ تو سب چیزیں غائب ہو جاتیں یہاں تک کہ وہ ذکر کرنے والے بھی غائب ہو جاتے اور جب الا اللہ کہتے تو ساری چیزیں نظر آنے لگتیں اور وہ بھی نظر آنے لگتے۔ تو دوسرے فقیر نے کہا کہ وہ اُس درجے کی نفی پر ذکر کر رہے تھے کہ جس میں سب چیزوں کے وجود کی نفی اور اپنی ذات کی بھی نفی اور فقط واجب الوجود اللہ تعالیٰ کی موجودگی، وجود اور قائم ہونا باقی رہ گیا تھا لہٰذا اس کے اثرات بھی ظاہر ہو رہے تھے، جو آپ کو بھی نظر آ گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے امرِ کُن کو ساری کائنات میں بکھیرا ہے اور اس سے چیزیں وجود میں آئی ہیں۔ خلق اور امر یعنی تخلیق اور امر یعنی جو چیز پیدا ہوئی ہے اور جو کچھ وہ کر رہی ہے اور جو ہو رہا ہے۔ خلق بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے وجود میں آیا اور امر بھی اللہ

File Adress:

تعالیٰ کے ارادہ سے وجود میں آیا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، آگ جلتی رہی اور سوائے ابراھیم علیہ السلام کے باقی چیزوں کے لیے اس کی جلانے کی تاثیر بھی باقی رہی اور فقط حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لیے نہیں رہی کیونکہ ابراھیم علیہ السلام کے لیے آگ کو حکم ہو گیا کہ:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ۝ (الانبیاء:۶۹)

ترجمہ: ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ! تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراھیم کے حق میں۔

برد کا حکم ہوتے ہی آگ کی گرمی ختم اور اس میں ٹھنڈ پیدا ہو گئی۔ اگر ٹھنڈ زیادہ ہو جائے تو وہ بھی آدمی کے وجود کے لیے خطرہ ہے اس لیے سلاماً بھی فرمایا کہ اتنی ٹھنڈی نہ ہو کہ ان کو تکلیف دے بلکہ ان کے لیے راحت کا سامان ہو جا۔ جن رسیوں سے باندھ کر آگ میں گرایا گیا وہ رسیاں تو اس آگ سے جلیں لیکن حضرت ابراھیم علیہ السلام نہیں جلے۔ اس منظر کو نمرود بادشاہ کی بیٹی نے دیکھا تو اس نے ابراھیم علیہ السلام سے سوال کیا کہ اگر میں بھی اس ایمان اور کلمے کے ساتھ آگ میں آؤں تو مجھے بھی کچھ نہیں کہے گی، ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا: تجھے بھی کچھ نہیں کہے گی، کلمہ پڑھ کے وہ بھی آگ میں آئی اور محفوظ رہی۔

قصص الانبیاء پر دو مستند کتب

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصّوں پر جو سب سے اعلیٰ کتاب ہے وہ علامہ ابن کثیرؒ کی قصص الانبیاء ہے۔ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی صاحب کی جو قصص القرآن ہے اس میں زیادہ تر قرآن پر ہی بنیاد رکھی ہے اور اسرائیلی روایات (تورات وانجیل) کو نہیں لیا ہے علامہ ابن کثیرؒ کا حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، علماء کا یہ مسلک ہے کہ تورات وانجیل کے وہ واقعات جو اسلامی تعلیمات ونصوص کے ساتھ ٹکراتے نہ ہوں تو تاریخی واقعات کے طور پر

File Adress:

ان کو لیا جا سکتا ہے۔ تو آگ کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے سلب کر لی، آگ آگ رہی لیکن اس نے جلایا نہیں اور باقی چیزوں کو جلایا ہے لیکن حضرت ابراھیم علیہ السلام کو نہیں جلایا۔

عمل کا وجود امر الٰہی کے رہین منت ہے

آگ کا جلنا ایک عمل ہے اور عمل کا وجود امرِ الٰہی سے ہے، امرِ الٰہی نہ ہو تو عمل وجود میں نہیں آتا۔ شفا بھی امرِ الٰہی ہے۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ بیمار ہوئے تو ان کے مریدوں نے حکیم سے معائنہ کرایا اور نسخہ لیا، انھوں نے کہا کہ نسخے کو سرہانے کے نیچے رکھ دیں۔ بیماری اور بڑھی تو مریدوں نے دوسرا نسخہ لکھوایا انھوں نے کہا کہ اس کو بھی سرہانے کے نیچے رکھ دیں، بیماری اور بڑھی تو انھوں نے تیسری تشخیص کروائی، انھوں نے کہا کہ اس کو بھی سرہانے کے نیچے رکھ دیں، یہاں تک کہ مریدوں نے چوتھا نسخہ بھی لکھوایا۔ پھر ان بزرگ نے کہا کہ ان چاروں میں سے کوئی ایک استعمال کرا دیں۔ مریدوں نے کہا کہ تین دفعہ تو آپ نے دوائی نہیں لی اس کی کیا وجہ تھی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ شفا کا وقت نہیں آیا تھا، اب شفا کا امر ہو گیا ہے لہٰذا جو چیز بھی آپ لائیں گے شفا ہو گی۔ لیکن اب یہ ایسی بات نہیں ہے کہ مدثر صاحب بھی تکیے کے نیچے نسخہ رکھ کر بیٹھ جائے۔ جن اہل اللہ کو امرِ الٰہی اور مشیت الٰہی کا اندازہ ہو، یہ بات ان کے لیے ہے۔ ہمارے لیے تو اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں بکھیر دیے ہیں انہی کو سارے انسانوں نے اختیار کرنا ہے۔

ایک ملحد استاد لاجواب

افغانستان میں جب کیمونسٹ انقلاب آیا تو ان دنوں وہاں سکولوں میں استاد اور کالجوں میں پروفیسر دین کے سلسلے میں طلباء کو بڑا تنگ کرتے تھے۔ ایک سکول میں ایک استاد بچوں کو کہہ رہا تھا کہ یہ بس جو کھڑی ہے، اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اس کو چلا دے۔ اللہ کی

File Adress:

شان کہ طالبعلم نے اسے ایسا منطقی جواب دیا کہ استاد کی عقل کو چکرا دیا، اس نے کہا کہ اگر ایسے ہی کھڑی بس بغیر وجہ کے چل جایا کرے اور چلتی بس کھڑی ہو جایا کرے تو پھر تو تم زندگی نہیں گزار سکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے لیے اصول بنائے ہیں۔

افغانستان ہی کے لطیفوں میں ہے کہ ایک سکول میں ایک استاد کہہ رہا تھا: یہ کیا چیز ہے؟ لڑکے کہتے کہ ٹوپی ہے۔ وہ کہتا کہ کیوں؟ اس لیے کہ نظر آ رہی ہے۔ یہ بلیک بورڈ ہے کیونکہ ہمیں نظر آ رہا ہے۔ یہ کتاب ہے جو نظر آ رہی ہے۔ اس نے طلباء کو یہ اصول ذہن نشین کرایا کہ مانتے اس چیز کو ہیں جو نظر آتی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ خدا کہاں ہے؟ تو چھوٹے بچے کیا جواب دیں۔ ایک بچے کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی سمجھ عطا فرمائی اور اس نے کہا کہ یہ استاد کی ٹوپی ہے جو نظر آ رہی ہے، یہ اس کے کپڑے ہیں جو نظر آ رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ استاد کی عقل نظر آ رہی ہے؟ بچوں نے کہا کہ نہیں نظر آ رہی۔ تو اس نے کہا کہ نظر نہیں آتی تو پھر نہیں ہے۔ اس طرح اس نے استاد کو ہی اس کے اپنے اصول سے بے عقل قرار دے دیا۔

اسباب اختیار کرنا اظہار عجز ہے

عام انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اصول بنائے ہیں۔ یہ بیماری ہے، یہ اس کی تشخیص ہے، یہ اس کی دوائی ہے، یہ احتیاط کرو گے۔ لیکن کوئی احتیاط، کوئی دوائی، کوئی وسیلہ، کوئی سبب بذاتِ خود کسی کو فائدہ نقصان نہیں دیتے۔ ان کو ہم اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لیے اور اس حکم کو پورا کرنے کا ثواب حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے اظہار کے لیے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم آپ کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے محتاج ہیں۔

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے نصیحت کی درخوست کی، اللہ والوں کے علوم معرفت ہوتے ہیں۔ ایک عقلی علوم ہیں، ایک نقلی علوم ہیں اور ایک معرفت والے علوم ہیں ہے۔ نقلی

File Adress:

علوم تو قرآن پاک کی آیات اور احادیث کا ترجمہ کر کے بیان ہوتے ہیں، عقلی علوم کے ضابطے عقل اور تجربے سے تعلق رکھتے ہیں اور معرفت والے علوم ان نقلی علوم پر مسلسل عمل ،غور وفکر ،ان کو پڑھنا پڑھانا اور ان کے مطابق باطن کے حالات حاصل کرنے کے لیے مجاہدات کرنے سے کھلتے ہیں اور وہ نقلی علوم کے تابع ہیں۔ یہ کوئی عارف دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں قرآن وحدیث سے بے نیاز ہو کر کوئی چیز بیان کرسکتا ہوں ۔اللہ والے چھوٹی چھوٹی مثالوں سے معرفت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ بادشاہ کے لیے پانی لایا گیا تو انھوں کہا کہ بادشاہ سلامت اگر آپ کی پیاس کی وجہ سے جان جارہی ہو اور ایک گلاس پانی کا ہو اور یہ سودا ہونے لگے کہ مملکت چاہئے کہ پانی چاہئے تو اس وقت کیا کرو گے؟ تو بادشاہ نے کہا کہ مملکت دے کر پانی کا گلاس لوں گا۔ پھر ان بزرگ نے کہا کہ بادشاہ سلامت اگر یہ پانی آپ پی لیں اور اس کا پیشاب بنے اور وہ رک جائے اور نکلے نہیں اور پھر یہ بات سامنے آجائے کہ آپ کی مملکت اور پیشاب کے خارج ہونے کا سودا ہو جائے تو پھر آپ کیا کریں گے؟ تو بادشاہ نے کہا کہ میں مملکت دے کر پیشاب کے اخراج والا سودا کروں گا۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ کی مملکت تو ایک گلاس پانی اور ایک بار پیشاب کرنے کے برابر بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور انسانی مزاج

لٰہذا اے انسان! تو اس ذاتِ ذوالجلال کو پہچان جس کے صبح سے شام تک ہزاروں لاکھوں احسانات ہوتے ہیں۔ ہر وقت ہزاروں لاکھوں سگنل عالمِ بالا سے ہماری طرف چل رہے ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ صبح سے شام تک آنکھ کتنی بار جھپکتی ہے؟ ایک منٹ میں ہم دس دفعہ تو آنکھ جھپکتے ہوں گے، تو اس طرح چوبیس گھنٹوں میں چودہ ہزار چار سو دفعہ ہو گیا۔ تو دن رات میں چودہ ہزار چار سو دفعہ عالمِ بالا سے آنکھ کے جھپکنے کا حکم آیا اور اس کے تحت ڈاکٹروں کی اصطلاح میں دو عناصر سوڈیم اور پوٹاشیم نے Nerve membrane یعنی دماغی

File Adress:

خلیے پر اثر کر کے بجلی کی رو پیدا کی اور بجلی دوڑی۔آنکھ کا جھپکنا ہے، کانوں کا سننا، ناک کا سونگھنا، زبان کا بولنا اور چکھنا، ہاتھ پاؤں کی حرکت ہے، ان سب میں یہ عمل ہر منٹ اور ہر سیکنڈ جاری ہے۔ایک گردے میں دس لاکھ نالیاں پیشاب صاف کرنے پر مقرر ہیں ایک وقت میں پانچ لاکھ نالیاں کام کرتی ہیں اور باقی پانچ لاکھ محفوظ رہتی ہیں۔اگر کوئی نالی ختم ہو جائے تو اس کی جگہ دوسری نالی کام کرنے لگتی ہے، دو گردوں کا ایک چوتھائی بھی اگر باقی رہ جائے تب بھی آدمی کے بدن کی ضرورت کو پورا کرتا رہتا ہے۔اگر وہ بھی نہ رہے تو ہر ہفتے ڈائیلاسس کرانا پڑتا ہے جس کا ہزاروں روپے خرچہ ہوتا ہے اور درد و کرب کی تکلیف الگ ہوتی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ ۔

(ابراھیم: ۳۴)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے، (مگر) سچ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکرا ہے۔

انسان بڑا ہی ناشکرا اور بڑا ہی ظالم ہے کہ نفس کے عارضی مزے کے پیچھے ہو کر اس پیدا کرنے والی ذات ذوالجلال کو بھول جاتا ہے۔قرآن مجید میں جہاں آیاتِ آفاقی اور آیات انفسی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ ہے وہاں پھر بطور گلہ کے قرآن پاک انسانوں کو کہتا ہے کہ ایسے اللہ تعالیٰ کو بھول کر تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، اس سے منہ موڑتے ہو اور نفس کے مزوں کے پیچھے جاتے ہو۔آدمی اللہ تعالیٰ کے غیر کو بجائے اللہ تعالیٰ کے لیتا ہے اور اس کے پیچھے جاتا ہے، اور اپنے پر اتنا بڑا ظلم کرتا ہے۔

تخلیق اسباب کی حکمت اور مشکل توکل

عرض یہ تھی کہ سارے کے سارے اسباب سایہ، ظل اور بہانہ ہیں، اور ٹوٹ پھوٹ

File Adress:

کر ختم ہو جانے والے ہیں، ان کا وجود انسانوں کی تسلّی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔

بیماری میں آدمی ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتا ہے اس کی کچھ تسلی ہو جاتی ہے، پیسے خرچ کر لیتا ہے تو کچھ آسرا ہو جاتا ہے، دوائی کھا لیتا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ کچھ ہو گیا۔ اس لیے بزرگ کہتے ہیں: بغیر اسباب کے توکل کرنا آسان ہے کہ جب کچھ ہے نہیں تو آدمی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کا آسرا ہے وہ جو کرے گا ہوگا اور جب سارے اسباب اعلیٰ سے اعلیٰ موجود ہوں اور اختیار کیے ہوئے ہوں اور پھر آدمی یہ سمجھ رہا ہو کہ اللہ پاک کرے گا اور جب تک اللہ تعالیٰ نہیں چاہے گا تو نہیں ہوگا یہ توکل مشکل ہے، کیونکہ اب آدمی بے نیاز ہوتا ہے اور اس کی طبیعت توکل کی طرف مائل نہیں ہوتی۔

ماسٹر اسلم صاحب ہمارا ایک ساتھی ہے، وہ ایک دفعہ آیا، میں نے کہا: کس لیے آئے ہو؟ تو اس نے کہا کہ تبدیلی کرانی ہے، ڈویژنل ایجوکشنل افسر فلانا ہے جو ہمارا دوست ہے، ڈسٹرک افسر فلانا ہے جو ہمارا دوست ہے، بس جاتا ہوں اور آج تبدیلی کراتا ہوں۔ اس نے جوں ہی یہ بات کہی تو میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ اس نے تو اسباب کا ایسے تذکرہ کیا کہ گویا اسباب سے کام بنتا ہے، اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ اب گیا اور سارا دن پھرتا پھراتا شام کو تھکا ماندہ واپس آیا اور کہنے لگا: خدا فلانے کو غرق کرے، خدا فلانے کو غرق کرے، میرا کام نہیں کیا۔ میں نے سوچا کہ ان کو کیا اختیار تھا کام کرنے کا۔ کام کرنا نہ کرنا تو اللہ تعالیٰ کا اختیار تھا، اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا تو نہیں ہوا۔

دیوبند کے بانیوں میں سے حاجی عابد علی صاحب ہیں، آپ عالم تو نہیں تھے لیکن بہت بڑے عارف اور تعلق مع اللہ والے تھے اور بہت متصرف فقیر تھے اور ان کے دم تعویذ میں بڑی تاثیر تھی۔ ایک دفعہ ان کے معتقدین میں سے ایک شخص کسی مقدمے کے سلسلے میں عدالت میں پیش ہوا، جب جج کے سامنے بیان دینے لگا تو اس نے کہا: ذرا صبر کریں، میں

File Adress:

ابھی آیا، دوڑ کر باہر گیا اور اپنی پگڑی سر پر رکھ کر واپس آ گیا۔ جج نے کہا کہ کہاں چلے گئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ حاجی صاحب کا تعویذ لایا تھا، وہ باہر رہ گیا تھا اسے لینے گیا تھا۔ جج نے کہا: دیکھتے ہیں حاجی عابد علی صاحب کا تعویذ کیا کام کرے گا، ابھی تمہارے خلاف فیصلہ لکھتا ہوں۔ تو جج نے اس کے خلاف فیصلہ لکھ کر دستخط کر کے دے دیا۔ لیکن جب آدمی کو فیصلہ ملا تو اس کے حق میں تھا، اس نے جا کر فیصلہ نافذ کرا دیا۔ جج صاحب کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ یہ کیسے ہو گیا؟ میں نے تو اس کے خلاف فیصلہ لکھا تھا۔ تو اس نے جہاں should not be given لکھنا تھا وہاں بھول گیا اور should be given لکھ دیا اور اس کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ واقعی not لکھنا مجھ سے بھول گیا۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اسباب کے ہوتے ہوئے توکل کرنا مشکل ہے کہ سارے اسباب کو اختیار کرنے کے بعد پھر آدمی کے دل میں یہ ہو کہ یہ محض ایک وسیلہ ہیں اور پھر دل دعا کی طرف ایسے متوجہ ہو جیسے بغیر اسباب کے ہوتا ہے کہ ''یا اللہ تعالیٰ! تو ہی کرے گا، یا اللہ تعالیٰ تیرا ہی آسرا ہے۔''

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک تبدیلی کروانی تھی۔ ان دنوں ہاشم خان صاحب وزیر تعلیم ہو گئے، میں نے ایک درخوست ان کے گھر بھیجی اور گھر والی کو ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ صبح اس کو جیب میں ڈال کر دینا کہ ہماری تبدیلی کرا دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے بڑے لحاظ والے آدمی تھے، صبح واقعی جیب میں ڈال کر لے گئے، اپنے پی اے کو دی اور ایبٹ آباد بھیجی۔ ان کے پی۔ اے کو میں نے کہا کہ میں فلانے دن جاؤں گا آپ ذرا ٹیلی فون کر دینا، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں ڈسٹرک ایجوکیشن آفس گیا تو سوچا کہ پہلے کلریکل سٹاف سے پوچھوں کہ اس پر کیا عمل درامد ہوا ہے، فائل کیسے چلی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ کوئی پوسٹ ہی نہیں ہے، میری زبان سے فوراً نکلا: ''یا اللہ تعالیٰ

File Adress:

اسباب تو یہیں تک تھے میں نے اختیار کر لیے، اس سے آگے میرے بس میں نہیں ہے، تو ہی کر دے۔'' دعا کر لی اور پھر جوں ہی ڈسٹرک ایجوکیشن افسر کے پاس گیا اسی وقت پی۔اے کو کہیں یاد آیا اور اس نے ٹیلی فون کر دیا، جوں ہی میں کمرے میں داخل ہوا تو اس کے سامنے ایک کاغذ پڑا ہے جس پر بڑا بڑا میرا نام لکھا ہوا ہے، میں نے کہا: السلام علیکم، اس نے کہا: بخیر (خوش آمدید) ڈاکٹر صاحب آپ آگئے۔ اس نے تھوڑی دیر میں ہلچل مچا دی کہ فلاں رجسٹر لاؤ، فلاں رجسٹر لاؤ۔ اس نے کہا کہ آپ خفا نہ ہوں، تھوڑا سا اس میں کام کرنا پڑے گا، پھر آپ تکلیف نہ کریں، کسی کو بھیج دیں۔ میں نے کہا کہ یا اللہ تعالیٰ! کرتو آپ خود ہی رہے تھے لیکن ہم پر وہ حال طاری کیا کہ یا اللہ تعالیٰ ہم کیا کریں۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کا ایک شعر حضرت مولانا صاحب سنایا کرتے تھے: ؎

آپ ہی کرتے وہ سارے کام ہیں آپ ہی کر دیتے کسی کا نام ہیں
یہ اسباب ہیں دست قدرت میں یوں قلم دست کاتب میں جیسے رہے

تصرف کی حقیقت

تو اصل کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ چاہے تو بغیر اسباب بھی سب کچھ ہو جائے، جیسے وہ خارق عادت یعنی بغیر سبب کے چیزوں کو وجود بخش دیتا ہے، معجزہ اور کرامت میں من جانب اللہ بغیر اسباب کے ہوتا ہے، معجزہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر۔ ان کے علاوہ ایک اور چیز ہے جسے تصرف کہتے ہیں، تصرف کے ذریعے کوئی کام کر دینا یہ سبب کے ذریعے ہوتا ہے اور وہ سبب روح کی قوت ہے، تصرف کرامت نہیں ہے یہ روح کی قوت ہے۔ جس طرح جسمانی قوت سے ہم کام کرتے ہیں اس طرح بعض لوگوں کو وہبی یا کسبی طور پر روحانی قوت استعمال کرنے کی مشق ہوتی ہے۔ اور یہ غیر

File Adress:

مسلموں کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔غیر متبع سنت گمراہ لوگوں کو بھی حاصل ہو سکتی ہے، عام آدمی کرامت اور تصرف میں فرق نہیں کر سکتا، اس لیے جب تک کوئی شخص سنت کا پابند، شریعت کا پابند نہ ہو، اس وقت کسی کی ایسی چیزوں سے بالکل متاثر نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ گمراہ لوگوں نے اپنی دکانداری چلانے اور چمکانے کے لیے تصوف کے نام ایسے تصرفات سے لوگوں کو گھیرا ہوا ہوتا ہے۔

میں نے کئی صحیح العقیدہ مستند دیوبند والے حضرات کے مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کو نام نہاد پیر صاحبان کی توجہ وتصرف سے متاثر ہو کر ان کے جال میں ایسا پھنستے دیکھا کہ خوفِ خدا اور فکرِ آخرت سے خالی ہوئے اور ان نام نہاد پیر صاحبان کے ساتھ مل کر اپنے قرآن وحدیث کے اساتذہ وجید علمائے کرام اور اولیاء کاملین پر کفر کے فتوؤں میں شامل ہوئے۔ باڑہ کے پیر سیف الرحمن سے کئی دیوبندی علماء اس کے تصرفات سے متاثر ہو کر بیعت ہوئے ہیں، اور کئی علماء نے تو تبلیغی جماعت کے بزرگان اور دار العلوم حقانیہ کے اساتذۂ کرام پر کفر کے فتوے لگائے۔

آپ کو بڑا دلچسپ واقعہ سناؤں، یہ واقعہ حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے خلیفہ حضرت مولانا احمد جان صاحبؒ نے سنایا نے ہمیں سنایا کہ ایک دیہاتی آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ اہلِ تشیع غلط لوگ ہیں؟ میں نے کہا کہ جی بالکل غلط ہیں۔تو اس نے کہا کہ ان کی مجلس میں تو بہت رونا آتا ہے، وہ کیسے غلط ہو گئے؟ میں نے ان کی بات کا براہِ راست جواب نہیں دیا بلکہ اسے باتوں میں مصروف کر دیا۔تھوڑی دیر بعد اسے ایک کہانی سنانی شروع کر دی کہ ایک بوڑھی عورت تھی، اس کا چھوٹا بچہ تھا، اسے پالا پوسا، جب بڑا ہوا تو اسے دشمنوں نے ذبح کر دیا۔واقعے کو ایسے بیان کیا کہ دیہاتی رونے لگا۔جب بوڑھا رویا تو میں نے فوراً کہا کہ بابا! یہ سارا واقعہ جھوٹا تھا، یوں عملی طور پر آدمی کو سمجھایا کہ رونا دھونا تو

File Adress:

جھوٹی کہانی سنا کر بھی طاری کیا جا سکتا ہے۔

ارواح ثلاثہ ہمارے بزرگوں کے واقعات پر مشتمل بڑی اعلیٰ کتاب ہے، اس میں میاں جی محمدی صاحب کا واقعہ ہے، فرماتے ہیں کہ میں سیّد احمد شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔ خانم کے بازار میں ایک کوچہ تھا اور اس کوچہ کے نکڑ پر ایک رنڈی کا مکان تھا۔ اس میں جو رنڈی رہتی تھی وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی اور اس کے ہاں بڑے بڑے لوگ بیٹھا کرتے تھے۔ سیّد صاحبؒ اس کے مکان کے پاس سے گزرے تو اتفاق سے وہ اپنے دروازے پر کھڑی تھی اور خوب بناؤ سنگھار کیا ہوا تھا۔ سیّد صاحبؒ اس جگہ ذرا ٹھٹکے اور ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور اس کے بعد گھوڑا بڑھا کر آگے روانہ ہو گئے۔ آپ بیس پچیس قدم ہی چلے ہوں گے کہ اتنے میں وہ رنڈی روتی ہوئی اور یہ آواز دیتی ہوئی آئی کہ اے میاں سوار! خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے۔ آپ نے گھوڑا روک لیا، وہ بے تحاشا گھوڑے کے اگلے پاؤں کو لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سید صاحبؒ فرماتے رہے کہ بی بی سن تو سہی بات تو بتا تو کون ہے اور کیوں روتی ہے؟ گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دے اور اپنی بات بیان کرو مگر وہ نہیں مانی اور مسلسل گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے رو رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں اسے افاقہ ہوا۔ تو اس نے کہا: میں بیوہ (رنڈی) ہوں اور توبہ کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی۔ سیّد صاحبؒ نے فرمایا: اس وقت تیرے مکان میں کچھ لوگ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: توبہ کے بعد نکاح کرے گی؟ اس نے کہا: جی ہاں نکاح بھی کروں گی اور جو کچھ آپ فرمائیں گے وہ کروں گی۔ آپؒ نے فرمایا: تیرا دل کس سے نکاح کرنے کو چاہتا ہے تو اس نے کہا: فلاں سے۔ آپ نے فرمایا: وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اس وقت میرے مکان میں ہے۔ آپؒ نے فرمایا: مکان میں کوئی اور بھی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں کئی آدمی ہیں۔ سید صاحبؒ نے اس طوائف سے اور مجھ سے فرمایا کہ جاؤ

File Adress:

سب کو بلا لاؤ۔ ہم گئے تو اس وقت دس آدمی تھے۔ ان سب میں سے نو تو آ گئے مگر وہ نہیں آیا جس سے وہ رنڈی نکاح کرنا چاہتی تھی۔ جس شان سے وہ رنڈی آئی تھی، اس شان سے یہ لوگ بھی آ گئے اور سب کے سب تائب ہو گئے۔ اب آپؒ نے رنڈی سمیت سب سے فرمایا: تم لوگ اکبری مسجد چلو میں ابھی آتا ہوں چنانچہ وہ سب اکبری مسجد چلے گئے، اکبری مسجد ہندوستان کی تاریخی مسجد ہے اور یہاں شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ ہوا کرتے تھے، اسی مسجد میں حضرت شاہ صاحبؒ نے چودہ سال اعتکاف کر کے اپنی مشہور تفسیر موضح قرآن لکھی تھی۔ سید صاحب یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ اس کے بعد آپؒ نے مجھ سے فرمایا: میاں محمدی! تم نے دیکھا، یہ ہم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: حضرت دیکھ لیا۔ آپؒ نے فرمایا: میاں سنو! اس قسم کی باتیں یہود، نصاریٰ اور جوگی بھی کرتے ہیں۔ بعض میں نظر کی قوت ہوتی ہے، بعض میں دماغی، بعض میں قلبی، بعض میں آواز کی قوت ہوتی ہے۔ مگر وہ قوت کسبی ہوتی ہے اور مجھے جو قوت عطاء ہوئی ہے وہ وہبی ہے۔ اگر تم کسی کے اندر ایسی قوت دیکھو تو میں نصیحت کرتا ہوں کہ فوراً اس کے معتقد نہ ہونا اور اس کو بزرگ نہ سمجھنا بلکہ جس کو متبع سنت دیکھو تو گو اِن قوتوں میں کوئی قوت بھی اس کے اندر نہ دیکھو اس کے معتقد ہونا۔

تو اصل چیز تصرفات نہیں بلکہ اتباع سنت ہے۔ بات اس پر چلی کہ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی کسی چیز کو وجود دینے پر قادر ہے۔ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات میں ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگل میں سفر پر تھے، پیاس لگ گئی اور پاس کہیں پانی نہیں تھا۔ دیکھا کہ آگے بکریاں چر رہی ہیں، چرواہا ڈھونڈھا، اس کو ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ کسی بکری کا دودھ دوھ کر ہمیں پلا سکتے ہو؟ تو اس نے

File Adress:

کہا کہ میں تو نوکر ہوں اور یہ بکریاں تو فلانے آدمی کی ہیں، میں اس کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ اسلام سے پہلے بھی عربوں میں دین ابراھیمی کا ایک تأثر باقی تھا۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: ''اچھا کوئی ایسی بکری لاؤ جس نے بچہ دے کر دودھ دینا شروع نہ کیا ہو۔ چرواہے نے کہا: ''ویسی تو ہے مگر یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کس کام کی ہے؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لاؤ تو سہی۔'' چرواہے نے ایک بکری پیش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً تھن کو دودھ سے بھر دیا۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے اتنا دودھ نکالا کہ تینوں نے سیراب ہو کر پیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے تھن خشک ہو کر اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ یہ چرواہا کہتا ہے کہ وہ آدمی تو چلا گیا، میں پہچانتا بھی نہیں کہ آدمی کون ہے، لیکن مجھے اتنا یاد ہے کہ وہ ایسا آدمی تھا جس کی آنکھیں اور نگاہیں بہت ہی اطمینان والی تھیں۔ وہ کوئی الفاظ ہیں عربی کے حضرت مولانا صاحب فرمایا کرتے تھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مرد دو بہت ہی اطمینان والی آنکھوں والا تھا۔ اب وہ بار بار یاد آرہے ہیں، سارا دن سوچتا رہا پھر یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں تو مالک کے حوالے کرتا ہوں اور میں اس آدمی کو ڈھونڈتا ہوں، آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علم سے بھرا ہوا برتن ہیں۔ ہمارا فقہ حنفی دو صحابہ کی قرآن و حدیث کی بیان کی ہوئی تشریح ہے، ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اور ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔

اللہ تعالیٰ کے غیر کا تاثر ختم ہونے کا مقام

سوال: حاضرین میں سندھ سے آئے ہوئے ایک مہمان نے سوال پوچھا کہ

File Adress:

دوئی (غیر اللہ کے تأثر) کو کیسے ختم کیا جائے؟

جواب: اس میں اس طرح ہے کہ توحید پختہ ہونے کا اور دوئی ختم ہونے کا ایک ایسا مقام ہے کہ جس پر غیر اللہ کی تاثیر اور سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ پانی پر چلتے ہیں، ہوا مسخر ہو جاتی ہے۔ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کی مثال گیند پھینکنے کی طرح ہوتی ہے، کہ آدمی گیند پھینکتا ہے جو اوپر چڑھتی ہے اور ایک بلندی تک پہنچ کر اسے چھوتی ہے لیکن وہاں ٹھہر نہیں سکتی ہے پھر وہاں سے واپس آتی ہے، اس جگہ کو ایک ہی دفعہ چھو سکتی ہے، یہ جو حال ہوتا ہے اس کو بھی آدمی کسی کسی وقت چھوتا ہے۔ صحابہ کرام ؓ جب دریائے دجلہ کے کنارے گئے تو اس وقت ایمانی سطح اس حال کو چھو رہی تھی تو دریا پر قدم رکھا اور پار ہو گئے۔ لیکن یہ حال ہر وقت نہیں ہوتا۔

بہر حال دوئی کا اتنا ختم کرنا تو فرض واجب ہے کہ جس میں آدمی اللہ تعالیٰ کے فرض واجب حکم کو نہ توڑے۔ اب آپ کو غیر اللہ سے ایک فائدہ مل رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم توڑنا پڑتا ہے، اب یہاں دوئی کا مقابلہ آ گیا ہے کہ آیا آپ مفاد کو لے کر حکم کو توڑتے ہیں یا آپ حکم کو لے کر مفاد کو چھوڑتے ہیں اگر حکم کو چھوڑا تو آپ نے ایک اللہ کو چھوڑ کر دوئی اختیار کر لی اور عملی کفر اختیار کر لیا، اعتقادی کفر تو نہیں ہوا کہ آپ دل سے کہتے ہیں کہ بات ٹھیک تو ویسے ہی ہے لیکن ہم کمزور ایمان والے ہیں۔ تو اس بات پر آدمی کفر کے فتویٰ سے بچ جاتا ہے، دوئی آہستہ آہستہ ختم ہوتی ہے۔

توحید تحصیلی کی چار محنتیں

اس کے لیے چار محنتیں کرنی ہوتی ہیں، ایک قول اور بول کی محنت، ایک سوچ فکر کی محنت، ایک آنکھ اور دیکھنے کی محنت اور ایک کان اور سننے کی محنت، جب یہ چاروں محنتیں عرصہ دراز تک ہوتی ہیں کہ آدمی توحید کو بولتا ہے اس کے خلاف نہیں بولتا، توحید کو سنتا ہے اس کے

File Adress:

خلاف نہیں سنتا، توحید کے خلاف کوئی بولتا ہے تو یہ دل سے اس کا رد کرتا ہے کہ غلط کہہ رہا ہے ایسے نہیں ہے، کسی کی زندگی پیسے سے نہیں بنتی، کسی کی زندگی عہدے سے نہیں بنتی۔ تو آدمی قول بول کو درست کرتا ہے، سننے شنوائی کو درست کرتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں تو نظر ہمارے دل کے اندر ایک بات داخل کرتی ہے کہ یہ موٹر ہے، یہ بنگلہ ہے، یہ عہدہ ہے، یہ کرسی ہے، یہ زمینیں ہیں یہ جائیدادیں ہیں، ان سے زندگی بننے کا تأثر نظر اندر داخل کرتی ہے۔ تو فنا کی نظر سے دیکھنا ہوتا ہے کہ وہ پڑی مٹی ہے جو سڑک کے کنارے ہے، یہ عمارت ہوگئی یہ کھڑی مٹی ہے، مٹی ہونے میں دونوں ایک ہیں۔ یہ نگاہ کا مجاہدہ کرنا ہوتا ہے اور اس پر کوشش کرنی ہوتی ہے۔

پھر غور وفکر کا مرحلہ ہے، اس سے آہستہ آہستہ یوں ہوتا ہے جس طرح آپ پیپل کا بیج پھینکتے ہیں چھوٹی سی ایک چیز سوئی کے برابر نکلتی ہے، اگر اس پر آپ پیر رکھیں تو ختم ہو جاتی ہے، وہ پانی ہوا روشنی کو لیتی ہے اور کرتے کرتے جب چالیس پچاس سال گزر جاتے ہیں تو ایسا پیپل کا درخت بن جاتا ہے جس کو آروں سے کاٹا نہیں جا سکتا۔ دیہاتی آدمی اس کو کلہاڑے سے کاٹتا ہے مہینہ لگے یا پندرہ دن لگیں اور جلدی کاٹنے کے لیے اس کے درمیان میں بارود ڈالتے ہیں اور اس کا دھماکہ کرتے ہیں پھر کہیں کٹتا ہے، ایسا مضبوط درخت ہوتا ہے۔ پہلے تو وہ پاؤں کے نیچے آکر ختم ہوتا تھا اب اگر ٹرک اس کے ساتھ ٹکرائے تو ٹوٹ پھوٹ کر گر جائے، کرین اس کو اکھاڑ نہ سکے۔ ایسے ہی عرصہ دراز میں آہستہ آہستہ اندر توحید جمتی ہے اور نقشِ دوئی (غیر اللہ) دھلتا ہے اور کرتے کرتے آخر بات دل میں جم جاتی ہے۔

محبت جان کی قربانی مانگتی ہے

مسعود الرحمن آج نہیں آیا، اس نے ''مردِ درویش'' پڑھی اور پھر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے اس میں حدیث مسلسل بالمحبة کا لکھا ہے کہ اس کی اجازت ہوتی ہے۔

File Adress:

حضرت مولانا محمد اشرفؒ کو حدیث مسلسل بالمحبۃ مولانا یوسف بنوریؒ سے ملی تھی ۔تو مسعود الرحمن کہہ رہا تھا کہ اب تین چار دفعہ میں بھی مجالس میں آچکا ہوں، اب ہماری بھی حدیث مسلسل کی اجازت ہونی چاہیئے ۔میں نے کہا کہ یہ تو بڑا مشکل ہوتا ہے۔اس نے کہا کہ کیسے ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں جب جہاد ہوتا تھا تو سب سے آگے تابوتِ سکینہ رکھا جاتا تھا۔تابوت سکینہ ایک بڑا صندوق تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، چغہ اور تورات کی تختیاں ہوتی تھیں ،اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے ۔تابوت سکینہ کے تبرک کا قرآن کی آیت میں ذکر آیا ہوا ہے،بعض لوگ بزرگوں کے تبرکات کو نہیں مانتے تو اس پر تو قرآن کی آیت گواہی دے رہی ہے ۔تو میں نے کہا کہ تابوت سکینہ کے آگے جہاد میں چار جرنیل کھڑے ہوتے تھے ،اور جب وہ وہاں قدم رکھتے تھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ انھوں نے جان دے دی کیونکہ ان کے زندہ واپس آنے کے حالات نہیں ہوتے تھے ۔تو حدیث مسلسل بالمحبۃ تو وہاں دی جاتی ہے، جب دین کے لیے جان کی بازی لگانے کے حالات ہوں اور آدمی ایک انچ بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہ کرنے ،تو اس وقت اس کے لیے محبت کے جوجذبات دل میں اٹھتے ہیں ،ایسے وقت میں وہ جازت ہوتی ہے ۔تو اس نے کہا کہ اچھا!...... یہ تو بڑا مشکل کام ہے ۔

سنت پر نفس کی خواہش کو قربان کرنا یہ مجاہدہ آتا ہے، پھر مفادات کو قربان کر کے حکم کو لینا، پھر نفس کے مزوں کو چھوڑنا اس آزمائش (test) کو پاس کرنا ہوتا ہے تب بات بنتی ہے ۔کبھی کبھی آپ کو سنایا کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ حضرت ابوسعید گنگوہیؒ گزرے ہیں، ان کا واقعہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں بھی آیا ہے جس دن پڑھا گیا تو ہمارے فقراء نے ایسی چیخیں ماریں کہ لوگ کہتے تھے کہ کوئی مر گیا ہے یا کیا ہو گیا ہے ۔دوسرے دن شیخ سعدیؒ کی گلستان کا درس تھا اس میں ایسا ہنسی کا واقعہ تھا کہ ہنس ہنس کے شامت ہو رہی تھی ۔میں

File Adress:

نے کہا کہ لوگ کہیں گے کہ عجیب فقراء ہیں کہ کل چیخیں مار کر رو رہے تھے اور آج ہنس ہنس کر اچھل رہے ہیں۔ بزرگوں کی عجیب شانیں ہوتی ہیں، شیخ سعدیؒ کا فیض ہنسی مذاق میں بند ہے اس سے ملتا ہے۔

شاہ ابوسعید گنگوہیؒ کا مجاہدہ

تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ جس وقت حضرت ابوسعید گنگوہیؒ کی حضرت نظام الدین بلخیؒ تربیت کر رہے تھے اور ان کے نفس کو توڑ رہے تھے تو اس میں ان کے ذمے مختلف قسم کے کام لگائے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب کی بیوی نے کہا کہ بچوں نے جو کبوتر پالے ہیں ان کو روزانہ بلی آ کر کھا جاتی ہے، اتنے تمہارے مرید ہیں کسی سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ اس کا بندوبست کر لے۔ تو انھوں نے ابوسعیدؒ سے کہا کہ کبوتروں کا بندوبست کرو کہ بلی ان کو کیسے کھا جاتی ہے۔ اب بیچارے سارا دن کوشش کرتے رہے جو سوراخ جو راستہ ملتا تھا سب بند کر دیے، لیکن پھر بلی آئی اور کبوتر کھا گئی۔ آخر وہ غور کرتے رہے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک جگہ ہے جہاں پانی کی نالی ہے اور بلی اس نالی سے آجاتی ہے، رات کو انھیں اس وقت پتہ چلا جب نالی کو بند کرنے کا کوئی سبب اور وسیلہ ان کے پاس نہیں تھا اور کافی تھک بھی گئے تھے انھوں نے اس طرح کیا کہ اپنا سر نالی کے اندر دے کر اس کو بند کر دیا اور سو گئے، اب رات کو بارش ہوگئی اور نالی کا پانی جو رکا اور گھر والوں کو تکلیف ہوئی تو ایک بڑا ڈنڈا لے کر نالی میں مارا، نالی تو نہیں کھلی لیکن تھوڑی دیر کے بعد خون کا ایک دھارا وہاں آ گیا جا کر جو دیکھا تو ان کا سر پھٹا ہوا تھا۔ بس ان کو اٹھایا کہ سبحان اللہ کہ انھوں نے امتثالِ امر (حکم کو پورا کرنے کے لیے) کے لیے اپنا سر پھوڑ دیا۔

ایک یہ واقعہ ان کا ہے اور ایک دوسرا جب ان کو شکاری کتوں کو روکنے کا کہا کہ برخورداران شکاری کتوں کو کسی حال میں نہیں چھوڑنا۔ کہتے ہیں کہ کتے جب دوڑے تو مجھے

File Adress:

اندازہ ہوا کہ میرے ہاتھ سے نکل جائیں گے تو میں نے اپنی کمر سے ان کی زنجیر باندھ لی، جب میرا زور ختم ہوگیا تو میں گرا، کتے نے جھاڑیوں میں، کنکروں پر اور پتھروں پر گھسیٹا۔ شیخؒ نے دیکھا کہ اس نے اپنی طرف سے حکم پر جان بھی دے دی۔ باطن میں ایک صفائی ہوتی ہے جو ان مجاہدات کے بعد آتی ہے......بس...... پھر اس صاف تختی پر لکھنا تو اتنا لمبا کام نہیں ہوتا، تھوڑی دیر میں لکھ لکھا کر آدمی کو فارغ کر دیتے ہیں۔ وقت جو لگتا ہے وہ صفائی پر لگتا ہے۔ تو انھیں کہا کہ اب آپ ہندوستان جائیں گے اور جس دولت کو میں آپ کے دادا حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ سے لے کر آیا تھا اس کو آپ اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔

سلسلے میں ایک آدمی تنا ہوتا ہے اور باقی شاخیں ہوتی ہیں، کوئی ایک آدمی ایسا قبول ہوتا ہے جو تنے کے طور پر آگے چلتا ہے، حضرت ابو سعید گنگوہیؒ ہمارے سلسلے چشتیہ صابریہ میں تنے کے طور پر ہیں۔ جب بھی ہم شجرہ پڑھتے ہیں تو اس میں ان کا نام بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے ؎

تو خاک میں مل تو آگ میں جل　جب اینٹ بنے تب کام چلے
ان کچی پکی بنیادوں پر　تعمیر نہ کر تعمیر نہ کر

File Adress:

تعلق مع اللہ کی نسبتیں

File Adress:

اللہ تعالیٰ کے تعلق کے رنگ، صبغۃ اللہ کی تفسیر، صحبت سے دل میں جمنے والے چار رنگ اور نسبتیں۔

1۔ نسبت انعکاسی اور اس کا اثر

2۔ نسبت القائی اور اس کا اثر

3۔ نسبت اصلاحی اور اس کا اثر

4۔ نسبت اتحادی اور اس کا اثر

File Adress:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کا مقام انکسار

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ پٹھوں کی بیماری میں مبتلاء تھے، ایک تو فالج ہوتا ہے جس میں اعصاب ختم ہوجاتے ہیں اور ایک اور بیماری ہے جس میں پٹھے ختم ہونا شروع ہوجاتے ہیں جس کو progressive muscular destrophy کہتے ہیں۔اس کے مختلف علاج کرتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس معذوری کی حالت میں بھی اس بات سے مایوس نہیں ہوں کہ میرا علاج نہیں ہوسکے گا۔اللہ تعالیٰ کی شان کہ انھوں نے ڈاکٹری علاج کیا، حکیمی علاج کیا، دَم ودُعا وغیرہ کراتے رہے۔ایک دفعہ جرمنی تبلیغی جماعت میں گئے، جرمنی کی ہومیوپیتھی کی شہرت تھی وہاں پر بھی علاج کروایا۔اللہ والے لوگ علاج وغیرہ کرانا، اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے اور اس خرچ پر جو ثواب ہو اس کو حاصل کرنے کے لیے، اور اپنی معذوری، محتاجی اور فقر اللہ تعالیٰ کے حضور ظاہر کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ! ہم آپ کے محتاج ہیں اور اس کے نتیجے میں اگر شفاء ہوگئی تو الحمدللہ اور اگر نہ ہوئی تو اتنا عظیم ثواب تو حاصل ہوگیا۔تین پہلوؤں کا ثواب، اللہ کا حکم پورا کرنا، اس پر جو خرچہ ہوا اس کا ثواب اور اپنی عاجزی اور فقیری کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اظہار کرنا اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کی شان کہ علاج معالجہ کرنے والوں کا بھی جذبہ ہوتا ہے کہ ایسے اہل اللہ ہوں تو ان کی ہم خدمت کریں۔بعض بڑے عجیب عجیب لوگ ان کی علاج کے لیے آتے رہے، ایک

File Adress:

ڈاکٹر صاحب خود آئے، یہ آکوپنکچر والے تھے، انھوں نے بھی علاج کیا لیکن بیماری پر اتنا عرصہ گزر چکا تھا کہ اس کا فائدہ نہیں ہوا۔

ان دنوں ہومیوپیتھی نئی نئی آئی تھی ، یہاں انجنیئرنگ یونیورسٹی کے ایک پرنسپل ہوتے تھے وہ اس کا شوقیہ علاج کیا کرتے تھے، انھوں نے بھی حضرت مولانا صاحبؒ کا علاج کیا۔حضرت مولانا صاحبؒ بڑی قدردان شخصیت تھے،ان کا دل چاہا کہ ان کو بھی کوئی اس کا معاوضہ دیا جائے، وہ معالج فقیر منش آدمی تھے پیسے وغیرہ کا لالچ نہیں کیا کرتے تھے، خدمت خلق کے جذبے سے کرتے تھے۔خود ان کا اور ان کے مریدوں کا پرانی پرانی گاڑیاں چلانا اور نئی گاڑیاں نہ لینا عاجزی کے اظہار کے لیے ہوتا تھا،لیکن یہ صاحب نماز روزہ کے تارک تھے اور ظاہرِ شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے۔حضرت مولانا صاحبؒ کا دل چاہا کہ ان کی بھی خدمت ہو،اور وہ اس صورت میں ہو کہ یہ نماز روزہ شروع کردیں یعنی اس فرقۂ باطنیہ کی ترتیب سے ہٹ کر شریعت کی حقیقی ترتیب پر آجائیں کہ نجات تو ظاہری شریعت کو ترک کرکے نہیں ہوتی۔

ان صاحب کا تعلق باطنی فرقہ سے تھا، یہ ایک فرقہ گزرا ہے جو کہ ظاہری اعمال ترک کردیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آدمی کی نجات صرف باطنی اعمال پر ہوجاتی ہے۔ان صاحب کے مرید ہونے کے وقت لوگ نماز روزے والے ہوتے تھے اور پرانے مرید آپس میں ہنستے تھے کہ نئے مرید ابھی پہنچے نہیں ہیں۔کچھ عرصہ کے بعد واقعی وہ ذکر میں رونا شروع کردیتے تھے، اللہ رسول کا نام لے کر رونا شروع کردیتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ اب پہنچ گیا ہے ،ایسا آدمی نماز روزہ چھوڑ دیا کرتا تھا نعوذ باللہ ان کا یہ خیال تھا کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے۔حضرت مولانا صاحبؒ کا جذبہ ہوا کہ اس جہالت سے ان کو نکالیں کیونکہ عقیدے کا ضائع ہونا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا بہت بڑا نقصان ہے، ان کو حضرت شاہ

File Adress:

عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ سے ملایا۔حضرت اس کے باطن پر متوجہ ہوئے، جب وہ چلے گئے تو حضرت نے مولانا صاحبؒ سے فرمایا کہ یہ وہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کا واپس آنا مشکل ہے، واقعی پھر اسی حال پر ان کی موت بھی ہوئی۔تو ہوتا یوں ہے کہ آدمی جب کسی کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، کسی کی فکر کو لیتا ہے، کسی کتاب کو پڑھتا ہے اور کسی ترتیب کو لیتا ہے تو اس کے باطن کا حال بدلنا شروع ہوجاتا ہے۔ایک حال بدلا ہوا عارضی ہوتا ہے ایک دائمی ہوتا ہے۔

روحانی وشیطانی رنگ اوران کی کیفیات

ہم جب بچپن میں دیہات میں ہوتے تھے تو ہمارے گاؤں کے پاس پہاڑوں کے دامن میں ایک قبیلہ آباد تھا۔عید کے دنوں میں وہ کپڑے وغیرہ بناتے تھے ایک تو بڑے بڑے پھولوں والے تیز رنگ کے کپڑے بناتے تھے کیونکہ دیہاتی آدمی کا اپنا ایک ذوق ہوتا ہے، تو جب مہینے کے بعد اس کو دھوتے تھے تو بس رنگ ونگ سب دھل دھلا جاتا تھا۔تو بڑے بوڑھے کہتے تھے کہ یہ کچا رنگ ہوتا ہے، ایک مہینہ تو خوب شوخ چلتا ہے اور آدمی کو خیال ہوتا ہے کہ اس کے کپڑے بھی اچھے قسم کے ہیں لیکن جب ایک بار دھوتے ہیں تو اس کا رنگ ضائع ہوجاتا ہے۔روحانیت کا رنگ بھی کچا اور پکا آتا ہے اور باطل کا رنگ بھی کچا پکا آتا ہے کچا رنگ آیا ہوا ہوتا ہے باطل کا رنگ تو بفضلہٖ تعالیٰ اچھی جگہ پر صحبت سے دُھل جاتا ہے، صاف ہوجاتا ہے اور آدمی کا پھر نئے سرے سے صبغۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ جانے کے حالات ہوجاتے ہیں:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرة:۱۳۸)

ہم (دین کی) اس حالت پر ہیں جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو۔

یہ رنگ رنگ جو میں کر رہا ہوں یہ ایسے میں نہیں کر رہا ہوں باقاعدہ آیت میں آئی

File Adress:

ہوئی بات ہے، صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً رنگ اللہ کا، اورکس کا بہتر رنگ ہے اللہ تعالیٰ کے رنگ سے''، تو واقعی پکا رنگ وہی ہے۔

(اس اثناء میں پروفیسر عالمگیر صاحب سے اور پروفیسر قیصر صاحب سے سوال کیا) یہ رنگ پکا کیسے ہوتا ہے، قیصر صاحب رنگ پکا کیسے ہوتا ہے؟ عالمگیر صاحب رنگ پکا کیسے ہوتا ہے؟ قیصر صاحب نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں، ثاقب صاحب نے جواب دیا: اجرک (سندھی رنگین چادر) والے اس کو تندور میں ڈال کر پانی ڈال کر کسی خاص ٹمپریچر پر، شاید ایک دو دن اس کو رکھنا ہوتا ہے اور ماہر آدمی کا ان کو دیکھنا ہوتا ہے۔

(پھر ڈاکٹر صاحب نے خود جواب دیا) کپڑے کے کارخانے والوں کی اصطلاح میں اس کو mordanting کہتے ہیں اور اس کے لیے اپنے کیمیکل ہوتے ہیں۔ اب تو ہر ایک آدمی کے دس دس جوڑے ہیں، جب پاکستان بنا تو ہمیں وہ وقت یاد ہے ایک جوڑا کپڑے ہوتے تھے اور پھر جو ذرا آسودہ حال ہوتے تھے ان کے دو جوڑے ہوتے تھے بس......، اور اس سے پہلے کا دور تو مجھے یاد نہیں ہے۔ جس وقت ہمارے علاقے کے سوت کو چرخے پر کات کر دھاگہ بناتے تھے پھر علاقے کے جولاہے کھڈی پر کپڑا بناتے تھے تو جس وقت کپڑا بننے کے عمل میں ہوتا تو ایک آدمی کا جوڑا دوسرا مانگ لیتا تھا۔ پہلے زمانے کے لوگ کپڑوں کو رنگ کرتے تھے تاکہ پھر استعمال کے قابل ہو جائیں، اب تو ماشاءاللہ کہتے ہیں بہت تنگدستی ہے تین تین چار چار کھانے دسترخوان پر پڑے ہوتے ہیں اور کپڑوں کے اتنے جوڑے ہوتے ہیں پھٹتے بھی نہیں، آخر سیکنڈ ہینڈ کے طور پر بیچتے ہیں۔ تو وہاں دیہات میں رنگ لگا کے پھٹکڑی کے پانی میں ڈبوتے تھے تو پھر وہ رنگ کافی عرصہ کے لیے پکا ہو جاتا تھا۔ ایسے ہی باطل کا جو رنگ چڑھتا ہے وہ بھی پکا ہو جاتا ہے۔

File Adress:

صحبت سے رنگ بدلتا ہے

یہ مولوی سمیع اللہ صاحب جب آیا تھا تو بڑے بڑے اس کے بال بنے ہوئے اور گالیاں دیتا تھا اور نعرے لگاتا تھا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ یہ مجذوب اور نیم پاگل فقیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کا اثر ہے، اگر ہمارے سلسلے کا رنگ اس نے لینا شروع کیا تو سب سے پہلے زلفیں ہٹائے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آیا تو اس نے زلفیں ہٹائی ہوئیں تھیں تو ساتھیوں نے کہا: ڈاکٹر صاحب ''تا رختیا ویلے وؤ چہ آخبرہ شوے دہ'' (آپ نے سچ کہا تھا وہی بات ہوئی ہے)، میں نے کہا کہ اب ذرا اس کے ہوش بحال ہو رہے ہیں تو اس کی زلفیں ہٹی ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ دوسرے درجے پر یہ گالیاں دینا چھوڑے گا پھر کچھ دن گزرے تو ساتھیوں نے کہا کہ ''اوس کنزلے نہ کئ'' (اب گالیاں نہیں دیتا)، تو میں نے کہا کہ ہاں اب یہ اور ہوش میں آرہا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ جب پورے ہوش میں آئے گا تو اس کے نعرے بند ہوں گے پھر اس کے نعرے بھی کم ہوئے۔ پھر ساتھیوں نے کہا کہ عالم ہے، دورۂ حدیث کیا ہوا ہے دورۂ تفسیر کیا ہوا ہے تو اس کو سلسلے کا کامل فیض ہو جائے، میں نے کہا کہ اس کے مکمل فیض ہونے کے حالات نہیں ہیں کیونکہ یہ جو فلاں مولانا صاحب کے ساتھ بیٹھا ہے تو اس کا جو فیض لینے کا خانہ تھا وہ بھر گیا ہے اب اس میں ہماری کشیدہ کاری کی گنجائش نہیں رہی ہے بس اتنا ہی اس کا ہو سکتا تھا اس کے بعد اور نہیں ہو گا۔

یہ نوجوان جو دین پر چل رہے ہوں تو ان کا رنگ کچا اور عارضی ہوتا ہے، گمراہی اور فسق و فجور میں ہوں تو عارضی اور کچا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل فرمادیں اور صحیح ماحول میں آدمی آجائے تو اللہ تعالیٰ فضل فرماتا ہے صحیح رنگ آجاتا ہے اور پکا ہو جائے تو پھر زائل نہیں ہوتا۔ اس لیے تصوف کی کتابوں کا مسئلہ ہے کہ وصول کے بعد رد نہیں ہے، ''اکابر کا سلوک و احسان'' میں لکھا ہے کہ نسبت اتحادی کبیرہ گناہ کے ہونے کے باوجود ٹوٹتی نہیں ہے۔

File Adress:

نسبتیں، انعکاسی، القائی، اصلاحی اور اتحادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق چار پہلوؤں پر ہے، اس کے چار رخ ہیں، جس طرح آپ لوگ classification اور catagorization کرتے ہیں۔

نسبت انعکاسی اور اس کا اثر

تو نسبت چار قسم پر ہے: ایک کو انعکاسی کہتے ہیں ایک کو القائی، ایک کو اصلاحی کہتے ہیں ایک کو اتحادی کہتے ہیں۔ انعکاسی عکس سے ہے، جب آدمی کسی کامل کے پاس بیٹھتا ہے اس کی صحبت میں آتا ہے تو اس کے باطن پر عکس پڑتا ہے۔ آپ آئینے کو دیکھیں کہ اس میں بڑی خوبصورت تصویر لگی ہوئی ہے ماشاء اللہ خوب مونچھیں اور خوب رنگ وروغن، صحت مند آدمی ہے، تو کوئی بچہ ہو تو وہ یہ سمجھے گا کہ یہ تصویر لگی ہوئی ہے، لیکن سمجھدار آدمی کو پتہ ہوگا کہ آئینے کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہے اور اس کا عکس اس میں آرہا ہے اور وہ جوں ہٹا تو عکس زائل ہو جائے گا۔ ایسے نسبتِ انعکاسی میں آدمی پر کسی کامل کے پاس بیٹھنے اٹھنے سے عکس آیا ہوا ہوتا ہے، اور بعض اوقات نسبتِ انعکاسی کے حالات پورے کامل کی طرح ہوتے ہیں لیکن ہوتے عارضی ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ کے پاس اسلامیہ کالج کے چار طلباء بیٹھتے تھے تو میں نے دیکھا تو ان چاروں کو نسبتِ انعکاسی حاصل ہوگئی ہے، انھیں میں سے ایک رہتا بھی میرے پاس تھا اور تین دوسرے ہاسٹلوں میں رہتے تھے۔ جو میرے پاس رہتا تھا تو اس کو جب ذکر اذکار اور دینی مجلس میں کیفیت اور تعلق مع اللہ محسوس ہوا تو بڑا خوش ہوا، اس کا خیال ہوا کہ ہم بھی کامل ہو گئے ہیں۔ یہ ایک عارضی حال ہوتا ہے جس سے ناقص یوں سمجھنے لگتا ہے کہ میں کامل ہو گیا ہوں اور پہنچ گیا ہوں، لیکن جوں آدمی ماحول سے ہٹا تو وہ حال زائل ہوتے ہوتے پھر ختم بھی ہو جاتا ہے۔ وہ یہاں سے کراچی چلا گیا اور جوں ماحول بدلا تو

File Adress:

آہستہ آہستہ ساری باتیں یہاں تک کہ شرعی شکل وصورت سے بھی بے چارا فارغ ہوگیا۔

ہمارے پاس ایک میڈیکل کالج کا طالب علم رہتا تھا، ہاسٹل میں میرا وارڈ تھا، ایک دفعہ اتفاقاً غلطی سے میری زبان سے یہ بات نکل گئی کہ کامل ہونے کے بعد فنائے کلی کا ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس میں اس طرح ہوتا ہے کہ آدمی کی کسی چیز پر نظر پڑتے ہی اس کا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف ہوجاتا ہے، ایسے آدمی جو ہوتے ہیں ان کی نظر نظرِ شہوت نہیں ہوتی بلکہ نظرِ عبرت ہوتی ہے۔ بعض اوقات انعکاسی حال والا آدمی یوں سمجھنے لگتا ہے کہ کہیں ہم بھی اسی زمرے میں ہوگئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سمجھے کہ کہیں ہم بھی ان لوگوں میں ہوگئے ہیں اور اب ہمیں بھی نقصان نہیں ہوتا، تو ہاسٹل اس کا بدلا دوسرے ہاسٹل والوں سے کہا کہ ٹیلی ویژن دیکھنے سے مجھے نقصان نہیں ہوتا، الحمدللہ نظر کا رخ شہوت سے بدل گیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کی شان کہ کچھ عرصہ مہینہ دومہینہ مجلس سے علیحدہ ہوا، پھر آیا تو دیکھا کہ سارا اثر زائل ہوگیا، ساری نورانیت جو تقویٰ کی آئی تھی زائل ہوگئی۔

حضرت شیخؒ (مولانا زکریاؒ) نے دو واقعات اپنی آپ بیتی میں بڑے عجیب لکھے ہیں۔ حضرت شیخؒ نے ایک واقعہ ایسے لکھا ہے کہ ایک بزرگ تھے کہ ان کا جو مرید آئے اس کو چومتے تھے، کوئی بوڑھا آیا ہے، کوئی کالا کلوٹا آیا ہے یا کوئی خوبصورت آیا ہے جیسا بھی آیا ہے اسے دل کی ایک محبت اور شفقت کی وجہ سے چومتے تھے۔ خانقاہ میں ایک مانیٹر قسم کا مرید تھا اس نے جو دیکھا کہ ماشاء اللہ بزرگوں کے ہاں بڑے مزے ہیں تو اس نے بھی جو آئے اسے چومنا شروع کردیا۔ تو بزرگوں کو اندازہ ہوا کہ یہ جذبہ نفسانیت سے کر رہا ہے اور انھیں فکر ہوئی کہ اس کی اصلاح کیسے کریں گے؟ تو ایک دن وہ ان کے ساتھ جا رہا تھا آدمی تو بڑا کام کا تھا، خدمت ٹھیک کرتا تھا، ایک اس میں یہ کوتاہی پیدا ہوگئی تھی۔ ایک دفعہ اس کو ساتھ لے جارہے تھے کہ راستے میں ایک لوہار نے بھٹی میں لوہا گرم کیا ہوا تھا اور سندان پر

File Adress:

کوٹنے کے لیے رکھا تھا، تو یہ بزرگ گئے اور انھوں نے اس گرم لوہے کو چوما، پھر مرید سے فرمایا کہ برخوردار! آؤ اس کو چومو! مرید نے کہا: توبہ میں اس کو کیسے چوموں گا، تو انھوں نے کہا کہ جب تک اس لوہے کو نہیں چوم سکتے تب تک ہمارے مریدوں کو نہیں چومو گے۔

دوسرے بزرگ کا واقعہ حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ وہ ضعیف تھے عمر زیادہ ہوگئی تھی تو مرید آکر ان کے پاؤں دباتے تھے، ڈاکٹر صاحبان کو پتہ ہی نہیں کہ سر کی مالش کرنے اور بدن کو دبانے سے صحت، بلڈ پریشر، اور خاص طور سے ٹینشن پر اثر پڑتا ہے اور اس کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ بزرگوں کی خدمت کی ہے دبانے کا ایسا طریقہ ہوتا ہے کہ سارا بدن ستا کر آسودہ relax ہوجاتا ہے، اور ایسا طریقہ بھی ہے کہ سارا بدن چست ہوجاتا ہے اور آدمی کام کرنے کے لیے کھڑا ہوجاتا ہے، ایک طریقہ دبانے کا ایسا ہے جس سے آدمی کو نیند آجاتی ہے۔ تو اس میں وہ جو مانیٹر مرید تھا اس نے دیکھا کہ اس میں بڑے مزے ہیں کہ نوعمر لڑکے آتے ہیں اور حضرت صاحب کے مرید ہوتے ہیں تو ان کو دباتے ہیں، یہ تو بڑا مزہ ہے۔ تو اس نے بھی اپنی ٹانگیں دبوانا شروع کرادیں تو ایک دن سردیاں تھیں، حضرت لیٹے ہوئے تھے انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی تو حضرت صاحب نے اپنا پیر آگ میں رکھا اور پھر مرید سے کہا کہ آؤ برخوردار! ذرا اپنا پیر آگ میں رکھو۔ تو اس مرید صاحب نے کہا: توبہ! میں آگ میں کیسے پاؤں رکھ سکتا ہوں؟ تب حضرت نے اُسے تنبیہ کی کہ جب تک پیر آگ میں نہیں رکھ سکتے اس وقت تک کسی سے پیر نہیں دبواؤ گے۔

ایک اٹک کے بزرگوں کا واقعہ ہے، جو وہاں کے لوگوں میں مشہور ہے، وہاں ایک بزرگ تھے جو لوہار کا کام کرتے تھے، پرانے زمانے میں چرخے ہوتے تھے، چرخے میں لوہے کی ایک سلاخ (تکلہ) ڈالتے ہیں، اس کو پشتو میں ''دُوک'' کہتے ہیں، ہمارے گھر میں ہماری دادی صاحبہ کا چرخہ ہوتا تھا لیکن اب اس کا استعمال ہی ختم ہوگیا کیونکہ اس زمانے

File Adress:

میں اپنے علاقے کی کپاس کو کاتنا ہوتا تھا کپڑوں کے لیے اور گرم کپڑا بُننے کے لیے اپنی بھیڑ کی اُون کو کاتنا ہوتا تھا۔ تکلے کی شرط ہے کہ وہ سیدھا ہو اس میں معمولی ٹیڑھا پن آجائے تو دھاگہ توڑ دیتا ہے، اس لیے چرخے پہ چھ سات دن مسلسل کام کرنے کے بعد عورت کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب اس کا ٹیڑھا پن اتنا ہو گیا ہے کہ اب دھاگے کو کاٹے گا۔ لہٰذا اس کو اب لوہار کے پاس لے جانا ہوگا، جو اس کو آگ میں رکھتا ہے، نکالنے کے بعد اس کو سندان پر کوٹتا ہے، پھر بڑے غور سے آنکھ کی سیدھ میں کر کے دیکھتا ہے۔ ہمارے علاقے میں ایک محاورہ ہے کہ تمھاری ایسی پٹائی کروں گا کہ تکلے کی طرح سیدھا کر دوں گا۔ ایک ہندو لڑکی تھی وہ ان بزرگوں کے پاس اپنا تکلہ ٹھیک کرانے کے لیے لائی، بڑی خوبصورت لڑکی تھی انھوں نے تکلہ آگ میں رکھا اور اس لڑکی کی طرف جو دیکھا تو اس کو دیکھتے ہی رہ گئے اور محویت ہو گئی، جس طرح کہ آپ لوگوں کو مخلوط کلاس میں محویت ہو جاتی ہے۔ اب اس کو مسلسل دیکھ رہے ہیں، لوگوں کو اعتراض ہوا۔ کہتے ہیں: وہ آدمی بزرگ ہی نہیں جس پر اعتراض کرنے والے نہ ہوں جس کے مخالف نہ ہوں، تو لوگوں نے کہا: واہ جی واہ! کیا خوب بزرگ بنے ہوئے ہیں اور لڑکی کو بھی دیکھ رہے ہیں، جب ان کو لوگوں کے اعتراض پر آگاہی ہوئی تو انھوں نے وہ سرخ تکلہ آگ سے نکالا اور دونوں آنکھوں میں سلائی کی طرح پھیر دیا، جب وہ بجھ گیا تو انھوں نے تکلے کو نیچے رکھا اور آنکھیں کھولیں، آنکھیں ٹھیک ٹھاک تھیں۔ خیر یہ تو لوگوں کے سامنے کرامت کا ظہور ہوا، جو خاص مرید تھے انھوں نے کہا حضرت صاحب بات کیا ہو گئی تھی؟ انھوں نے کہا اس لڑکی کی طرف جب میں نے دیکھا تو اس کے حسن و جمال سے ذات ذوالجلال کی طرف توجہ ہوئی۔ تمہارا خیال ہوگا کہ میں اس لڑکی کو دیکھ رہا ہوں لیکن میری نظر اس پر نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ تعالیٰ کی صناعی میں محویت ہو گئی تھی۔ تو اس محویت میں میرا وقت گزرا، اس عورت کو دیکھنے میں نہیں گزرا۔

File Adress:

نسبتِ انعکاسی والے کا حال بعض اوقات کامل کی طرح ہوتا ہے اور اس کا خود بھی خیال ہوتا ہے کہ میں پہنچ گیا ہوں لیکن یہ عارضی ہوتا ہے اور ماحول سے ہٹ جانے کے بعد وہ زائل ہوجاتا ہے اور آدمی پھر اسی جگہ پر آجاتا ہے جہاں پہلے تھا۔ جیسے آپ کی گاڑی بند ہوگئی ہو اس کو آپ دھکا دے کر چڑھائی پر چڑھاتے ہیں، جب چڑھائی پر چڑھادیں لیکن جوں چھوڑا وہ لڑھک کر نیچے آجائے گی اور اگر پیچھے پتھر رکھ دیں تو وہ وہاں کھڑی ہوجائیگی اور پھر نہیں لڑھکے گی۔ انعکاسی نسبت والے آدمی کا لڑھکنے کا حال ہوتا ہے اور لڑھکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

نسبت القائی اور اس کا اثر

نسبت القائی والے کا حال نسبت انعکاسی والے کی نسبت مضبوط ہوتا ہے، نسبت القائی یہ ہے جیسے چراغ جلا کر کسی کو دے دیا جائے، جلا ہوا چراغ جل رہا ہے، روشنی دے رہا ہے لیکن دو باتوں کی اس کو ابھی بھی ضرورت ہے، ایک اس کی لو اور شعلے کو تیز ہوا سے بچائیں گے اور دوسرے اس کے اندر تیل باقاعدہ ڈالتے جائیں گے، تیل ڈالنا بند کیا تو بجھ جائے گا زور کی ہوا لگی تو بجھ جائے گا۔ تو نسبتِ القائی کا جو تعلق ہوتا ہے یہ بھی ایک کمزور سا تعلق ہوتا ہے جس کو باقاعدہ تیل دینا اور ہوا سے بچانا ہوتا ہے ورنہ بجھنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ہوا سے بچانا یہ گناہ سے بچانا ہے اور تیل ڈالنا جو اعمال واذکار مشائخ نے بتائے ہوتے ہیں ان کو باقاعدگی سے کرنا ہوتا ہے، ان میں اگر کمی کی تو بجھنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

نسبت اصلاحی اور اس کا اثر

تیسری نسبت اصلاحی ہے۔ اصلاحی نسبت کہتے ہیں جیسے کسی بڑے دریا سے نہر نکال لینا۔ اس میں بہر حال کیچڑ آنے کا خطرہ ہوتا ہے اس کو باقاعدہ صاف کرتے رہنا ہوتا

File Adress:

ہے ،اس کو بھل صفائی کہتے ہیں ۔بھل صفائی اگر نہ کریں تو دوسرے سال کم پانی چلے گا تیسرے سال اور کم ،اور چوتھے سال نہر بند ہو جائے گی۔تو نہروں کی بھل صفائی ضروری ہوتی ہے اس کے بغیر چلتی نہیں ہیں۔

نسبت اتحادی اور اس کا اثر

دریائے سندھ ہزار ہا سال سے چل رہا ہے اور کوئی بھل صفائی نہیں ہوئی اور چل رہا ہے، اس میں اگر کوئی پہاڑ گر جائے تو اُس نے تو ختم ہونا ہوتا ہے دریا نے رکنا نہیں ہوتا۔ یہی مثال نسبت اتحادی کی ہے کہ نسبتِ اتحادی میں آدمی سے کبیرہ گناہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا تعلق نہیں ٹوٹتا۔اس بات کو شیعوں نے یہ بنا دیا ہے کہ آیت اللہ عظمیٰ جو ہوتا ہے وہ اگر گناہ بھی کرے تو اس کے لیے جائز ہے نعوذ باللہ من ذالک ، یہ شیعوں کے پاس جتنی باتیں ہیں ان کی بنیادیں وہ قرآن و حدیث سے بیان کرتے ہیں لیکن سب کو انھوں نے اپنی نفسانیت سے بگاڑا ہے۔

بعض اوقات باوجود گناہ اور معصیت کے کیفیتِ رقت وسوز و گداز زائل نہیں ہوتی اس کو غیر محقق آدمی یوں سمجھتا ہے کہ ہمارے باطن پر اثر نہیں آیا۔ یہ دراصل نفسانی کیفیات ہوتی ہیں جو بنیادی طور پر مقبولیت اور رضائے الٰہی کی علامت نہیں ہوتی ہیں۔اس طرح کی کیفیات گناہ اور معصیت کے ساتھ باقی رہیں تو یہ شیطانی اثرات ہوتے ہیں کیونکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کے قوت تصرف اور قوت تلبیس (گمراہ کرنے کی طاقت) حاصل کی ہوئی ہے، چنانچہ بعض لوگ اس کے اتنے قریبی ہوتے ہیں کہ ان کی مدد کے لیے انسانی شکل میں متشکل ہو کر آتا ہے جس طرح کہ ابو جہل کی مدد کے لیے بدر کی جنگ میں آیا ہے۔ بنی ثقیف کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا ہوا تھا اور بدر کی جنگ میں مشورے دے رہا تھا۔ شیطان کا مشاہدہ اور کشف بہت زیادہ ہے ۔جس طرح کہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں اسی

File Adress:

طرح اولیاء الشیطان بھی ہوتے ہیں۔ اولیاء الشیطان کا جملہ قرآن مجید میں آیا ہوا ہے۔

شیطانی تصرفات: اسود عنسی کا واقعہ

شیطانی تصرفات کو سمجھنے کے لیے اسود عنسی کا عجیب واقعہ ہے۔ یہ اسود عنسی ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا، اس کے ساتھ شیطان کی ایسی استدراجی مدد تھی کہ اس کو قتل کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں صحابہ کرام کو بھیجا، صحابہ کرام قتل کرنے کے لیے گئے تو ان کا منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکا اور وہ گرفتار ہو گئے، جب گرفتار ہو گئے تو اس نے ان کو بلایا اور ایک قطار میں بکریاں، گائیاں وغیرہ مویشی کھڑے کئے اور ایک ڈنڈا لیا اور ان مویشیوں کے سامنے ایک لکیر کھینچی جس سے ان کی گردنیں کٹ کر وہ جا گریں۔ پھر صحابہ کرامؓ کی طرف مُڑا اور کہا کہ اب ایک لکیر تم پر بھی کھینچوں...... تو انھوں نے کچھ مصلحت آمیز جملے کہہ کر اپنے آپ کو بچا لیا۔ اس کو جب اندازہ ہوگیا کہ اب یہ میرے رُعب میں آ گئے ہیں تو اس نے کہا کہ اچھا بس ٹھیک ہے، اب ان کا گوشت چمڑا وغیرہ اتارو، گوشت کاٹو اور تقسیم کرو۔ پھر صحابہؓ نے دوسری منصوبہ بندی کی۔ دراصل ایمان کو اس سطح تک رکھنا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی ایسا عجیب کارنامہ میں بھی کرتا ہو لیکن اس کی ظاہری نماز روزہ ظاہری شریعت درست نہ ہو اس کے عقائد درست نہ ہوں تو تعلق مع اللہ والا نہیں ہوسکتا، اس حد تک ایمان کو بلند رکھنا ہوتا ہے۔ اس اثناء میں یہ ظالم اسود عنسی ایک صحابی کی بہن کو بھگا کر لے آیا، صحابہ کو پتہ چلا کہ اس طرح کا واقعہ ہوگیا ہے تو انھوں نے منصوبہ بندی کے تحت اسود عنسی سے کہا کہ ہمیں بہت بڑا اعزاز حاصل ہوگیا ہے کہ حرم نبوی میں ہماری ایک بہن بھی داخل ہوگئی ہے، تو وہ بڑا خوش ہوا۔ اب صحابہؓ نے اس عورت سے رابطہ کیا، اندر کے حالات معلوم کئے تو اس نے ان کو کہا کہ اس کا جو محل ہے اس کی فلاں جگہ میں آپ کو بتا دیتی ہوں وہ کمزور ہے، وہاں سے آپ دیوار توڑ کر اندر داخل ہوسکتے ہیں، اور رات کو یہ اتنی شراب پی

File Adress:

لیتا ہے کہ دھت ہو جاتا ہے اور اس کے ہوش و حواس اُڑ جاتے ہیں، اس وقت اگر آپ لوگ آ گئے اور اس جگہ سے دیوار توڑ کر اندر داخل ہو گئے تو اسلحہ میں نے رکھا ہوا ہو گا، اس سے اس کو قتل کر دینا۔ تو صحابہ کہتے ہیں ہم اس جگہ سے دیوار توڑ کر داخل ہو گئے لیکن جب ہم کمرے میں اندر اس کی طرف بڑھے تو اس کو شیطان نے جگا دیا اور یہ بڑ بڑ کرتا ہوا اٹھا۔ کہتے ہیں: ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ بڑ بڑ کرتا ہوا اٹھ تو گیا ہے لیکن اس کے ہوش و حواس بحال نہیں ہیں لہٰذا ہم اس پر وار کرنے کے لیے آگے بڑھے تو یہ پھر گر گیا، نشے میں جب گرا تو ہمیں اس کا سر مل رہا ہے اور نہ گردن، شیطان نے تصرف کر کے اس کا سر اور گردن چھپا لیے۔ دعائیں مانگیں یہاں تک کہ شیطان کا اثر زائل ہوا اور اس کی گردن نظر آئی، کہتے ہیں ہم آگے بڑھے اور تلوار ماری اور اس کی گردن کو کاٹا۔ وہ اتنا قوی آدمی تھا کہ اس کے بڑبڑانے سے اتنا شور ہوا جس طرح کہ مضبوط بیل کو ذبح کرتے ہیں۔ شور سن کر اس کے محافظ آئے انھوں نے کہا کہ کیا ہو رہا ہے؟ تو صحابہ کرام کہتے ہیں: ہماری بہن نے کہا کہ فکر نہ کرو نبی پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ محافظ تو چلے گئے صحابہؓ نے اس کی گردن کاٹی اور کاٹ کر باہر لے آئے اور قلعے کی دیوار سے اس کو باہر پھینکا اور اس کے جو مرید اور محافظ وغیرہ تھے ان سے کہا کہ یہ لو اپنے نبی کا سر۔

چنانچہ جنگ بدر میں جب شیطان نے فرشتوں کا نزول دیکھا تو بھاگنے لگا۔ سورہ آل عمران کی آیت ہے:

اِنِّیْٓ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ط (الانفال:۴۸)

ترجمہ: میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں (مراد فرشتے) میں تو خدا سے ڈرتا ہوں۔

تو ابوجہل وغیرہ نے کہا کہ اتنے اہم آدمی ہو اور اتنے زبردست مشورے دے

File Adress:

رہے ہو بھاگ کہاں رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو، اِنِّیْ اخاف اللہ ، میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اب تو فرشتے آگئے اب کوئی ترکیب چلنے کی نہیں۔

تو میں آپ سے یہ عرض کر رہا تھا کہ جو نسبتِ اتحادی ہے وہ کبیرہ گناہ سے ختم نہیں ہوتی۔ نسبت اتحادی والے کا گناہ غلط فہمی سے ہوسکتا ہے اور بعض اوقات غلطی سے بھی ہو سکتا ہے لیکن معاً اس کو توبہ تائب ہونے کی اور گڑگڑانے کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنے کی اور گناہ معاف کرانے کی ایسی توفیق ہوجاتی ہے کہ اس کی وجہ سے گناہ معاف ہو کر تعلق بحال رہ جاتا ہے اور اس کے بعد یعنی اس کو ندامت اور توبہ کی وجہ سے اس کے قرب میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ تو وہ ایسا نہیں ہے کہ آدمی کسی ایسی جگہ پر پہنچ جاتا ہے کہ گناہ کرنا اس کے لیے جائز ہوجاتا ہے جیسے کہ شیعوں نے اس کو کر دیا ہے۔

File Adress:

قربِ خداوندی کی بنیاد: فرض و واجب دین پر عمل

File Adress:

آج کل ایک کوتاہی یہ سامنے آئی ہے، کہ لوگوں کو فرض واجب دین پر عمل کی فکر نہیں ہوتی اور مصائب ومشکلات کے حل کے لیے وظائف اور نفلی اعمال کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں، جب تک ذمہ میں فرائض باقی ہوں تو نفل اعمال کے پہاڑ بھی اس فرض کی خلا کو پر نہیں کر سکتے۔ حج، زکوۃ جیسے اہم فرائض میں کوتاہی اور تاخیر کے سبب کئی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔ اس مختصر وعظ میں اس مسئلہ کو کھولا گیا ہے۔

File Adress:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

دور جدید میں جو بے دینی اور کمزوریاں آئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی صاحب نصاب ہوتا ہے اور حج کرنے کی اس کو فکر نہیں ہوتی۔ بعض لوگ مسئلہ غلط سمجھے ہیں کہ زندگی میں ایک بار حج کرنا ہے، لہٰذا جب بھی کرلیا۔ حج ایک بار کرنا تو فرض ہے۔ پھر اس میں تاخیر کرنا اور نہ کرنا اس پر پوری بحث ہے اور راجح موقف مؤخر نہ کرنے کا ہے۔ تو جس سال حج فرض ہوگیا، اسی سال کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَ لَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ اَنْ يَمُوْتَ يَهُوْدِيًا اَوْ نَصْرَانِيًا (الترمذی)

ترجمہ: جو کوئی اتنا زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو کہ اسے بیت اللہ شریف تک پہنچا سکے اور پھر بھی وہ حج کے لیے نہ جائے، تو کوئی حرج نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔

بعض لوگ مشکلات میں گھرے ہوتے ہیں اس کی بنیاد کسی نہ کسی جگہ پر عمل میں کوتاہی ہوتی ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

(الروم: ۴۱)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔

File Adress:

بعض اوقات اس طرح کے مصائب فرض حج ترک ہونے کی وجہ سے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر صاحب میرے شیخ کے پاس آئے اور کہا کہ میرے علاقے میں ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ مجھے مجبوراً تبدیلی کرانا پڑی کیونکہ جان خطرے میں ہے۔ میں نے کہا کہ آپ پر حج تو فرض نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ حج تو مجھ پر فرض ہے، میں نے کہا کہ آپ حج نہ کرنے کے وبال میں گھرے ہوئے ہیں۔

ہم اپنی مجالس میں اصلاحِ نفس اور قربِ خداوندی بیان کرتے ہیں جو مقصودِ تصوف ہے، قربِ الٰہی کے لیے عام طور پر تصوف میں نوافل اوراذ کار کی کثرت کرائی جاتی ہے لیکن محققین صوفیاء جانتے ہیں کہ یہ کثرت فرائض اور واجبات پورا ہونے کے بعد ہے۔ صوفیاء میں محققین اور غیر محققین دو قسم کے گروہ ہیں۔ محققین انھیں کہتے ہیں جس طرح کہ مستند (Qualified) ڈاکٹر ہو، اور غیر محققین جس طرح کہ عطائی (quack) ہو۔ تو ایسے ہی مستند اور عطائی صوفیاء ہوتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا، غالباً مواعظ میں ہے، کہ حضرت کوئی خاص فرق تو نہیں ہے، حکیم فلانا بھی علاج کرتا ہے اور پنساری فلانا بھی علاج کرتا ہے۔ پرانے زمانے میں حکیم اور پنساری ہوتے تھے۔ حکیم وہ ہوتا تھا جو مستند ہوتا تھا، بیماریوں کو جانتا تھا، تشخیص کو جانتا تھا، علاج کو جانتا تھا اور پنساری وہ ہوتا تھا جس نے صرف جڑی بوٹیاں اور معجون وغیرہ رکھے ہوتے تھے۔ پنساری بھی علاج کرتا ہے اور حکیم بھی علاج کرتا ہے، حکیم کے آدمی بھی ٹھیک ہوجاتے ہیں اور پنساری کے آدمی بھی ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ کبھی حکیم کا آدمی بھی مرجاتا ہے اور کبھی پنساری کا بھی مرجاتا ہے، تو کوئی خاص فرق تو نہ ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا: بڑا فرق ہے، فرق یہ ہے کہ جو مستند ہے اس سے اگر آدمی

File Adress:

مرے گا تو اس کی پکڑ نہیں ہے وہ گنہگار نہیں ہے اور جو غیر مستند ہے اس سے جب آدمی مرے گا تو اس کی پکڑ ہوگی اور یہ گنہگار ہوگا۔ جب مستند حکیم نے اپنا علم صحیح طرح استعمال کیا اپنی محنت کی، غور کیا، فکر کی، مریض کا علاج کیا اور پھر مریض مر گیا تو یہ بشری خطاء ہوگئی، انسانوں کی بشری خطا کو شریعت مانتی ہے۔

ہمارے گاؤں کے ایک حکیم صاحب تھے انھوں نے ایک مریض کو غلطی سے علاج والی گولی کھلانے کی بجائے چوہوں کو مارنے والی گولی کھلا دی، اور جب کھلائی تو بس آدمی کی موت ہوگئی۔ بشری خطاء کو اللہ تعالیٰ نے تسلیم کیا ہے، اس لیے فتوے میں اور علاج دونوں میں بشری خطاء کو شریعت نے مانا ہوا ہے۔ اگر فتویٰ دینے والا مفتی تھا، اس کا علم صحیح تھا، مشق اس کی پوری تھی، اس نے خوب دھیان سے فتویٰ لکھ کر دیا لیکن اس سے چوک ہوگئی، خطاء ہوگئی اور اگلے آدمی نے اس پر عمل کر لیا تو نہ فتویٰ دینے والا گنہگار ہے نہ عمل کرنے والا گنہگار ہے۔ ہاں جب خطاء کا پتہ چل گیا اور ندامت ہوگئی اور آدمی توبہ تائب ہو گیا اور اگلے آدمی کو اطلاع کر دی کہ مجھ سے فتویٰ غلط ہو گیا تھا آپ اپنے عمل کو درست کر لیں، تو دونوں گرفت میں نہیں ہیں۔

فتویٰ دینے کا عجیب اُصول ہے۔ بہت بھوک لگی ہوئی ہو اس حال میں آپ فتویٰ نہیں دیں گے، بہت تھکاوٹ ہو، زور کا پیشاب آیا ہوا ہو یا قضائے حاجت کا تقاضہ ہو یا غصے کی حالت میں ہو اس حال میں فتویٰ نہیں دیں گے۔ مفتی کو فتویٰ اپنی مسند پر دفتر میں بیٹھ کر دینا چاہیے۔ مفتی کا کتب خانہ ہوتا ہے اس میں بیٹھ کر اطمینان سے فتویٰ دینا چاہیے، کھڑے کھڑے، چلتے چلتے فتویٰ نہیں دینا چاہیے کیونکہ اس حال میں ذہن مکمل حاضر نہیں ہوتا۔ جمعے کی تقریر کر کے جب میں روانہ ہوتا ہوں تو کوئی آدمی کہتا ہے ایک سوال ہے جی، اب میں سوچتا ہوں کہ یا اللہ تعالیٰ! ذہن نے اتنی مشقت کر لی کہ اب ذہن کی مزید غور

File Adress:

کرنے کی استعداد ہی نہ رہی، جتنی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے، اتنا آدمی کے کام کرنے کی استعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ اب ایک گھنٹہ میں نے دماغی کام کرلیا، تو اب تین چار گھنٹے آرام کی ضرورت ہے تاکہ پھر سے ذہن کام کرنے کے لیے تیار ہوجائے، نوجوانوں والی بات تو نہیں ہوتی کہ ہر وقت کبڈی کے لیے تیار رہیں۔ تو آدمی نے ساری احتیاطیں برتی ہوئی ہوں پھر بھی غلطی اور خطاء ہوگئی، تو بشری خطاء پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہیں ہے۔

اس سلسلے میں حضرت تھانویؒ نے ایک حدیث بیان کی ہوئی ہے:

رفع عن امتی الخطاء والنسیان۔

میری اُمت سے خطاء اور نسیان کو اٹھایا گیا ہے، یعنی اس پر پکڑ نہیں کی جائے گی۔

اس میں انھوں نے فرمایا کہ آدمی نسیان اور خطاء کو قابو نہیں کرسکتا لیکن اسبابِ خطاء ونسیان کو قابو کرسکتا ہے۔ تو یہ میں نے احتیاطیں بتائیں، ان کو برتے بغیر مفتی نے فتویٰ دے دیا تو اس سے خطاء ہوسکتی ہے، یعنی تھکاوٹ ہو، زور کا پیشاب آیا ہوا ہو، بھوک لگی ہوئی ہو، بے اطمینانی کا حال ہو وغیرہ۔ خیر یہ اسباب کی بات تھی کہ خطاء ونسیان کے اسباب کو آدمی قابو کرسکتا ہے۔ جب آپ ایسی حالت میں ہیں کہ آپ سے خطاء ونسیان ہوسکتی ہے تو اس وقت آپ کو کام نہیں کرنا چاہیے۔

آج ہی میں اپنے بیٹے کی کالج والوں کی طرف سے ایک شکایت کے سلسلے میں شہر جارہا تھا تو گاڑی چلانے کے لیے میں نے ڈرائیور ساتھ لیا، کیونکہ میں نے سوچا کہ میں پریشانی کے حال میں (Under Tension) ہوں اور ہماری عمر میں قویٰ (reflexes) بھی اتنا کام نہیں کرتے، تو خدانخواستہ کسی سے ٹکر نہ ہوجائے۔ خطاء اور نسیان کے اسباب کو قابو کیا جاسکتا ہے اور اسے قابو کرنا چاہیے۔

دراصل ہمارا برخوردار اپنے کالج میں اصلاح کرنا چاہتا تھا جس سے مسئلہ کھڑا ہوگیا،

File Adress:

اصلاح تو اُس نے کرنی ہے جس کی کارکردگی سے اصلاح ہو جائے جس کی کارکردگی سے اصلاح نہیں ہوتی ہے اور فساد پیدا ہوتا ہے تو اس کے ذمے تو عنداللہ اصلاح واجب ہی نہیں ہے۔ میں کسی جگہ جا کر حالات کو درست کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور وہاں حالات اور خراب ہو جاتے ہیں، مثلاً میں کسی جگہ ڈھول باجے روکنے کے لیے گیا، وہ تو رکے نہیں اور خدا نخواستہ کوئی قتل ہو گیا یا فوجداری ہو گئی، تو اب بتائیں میں نے اصلاح کی یا میں نے فساد پھیلایا۔ تو ایسے آدمی کے ذمے ہے ہی نہیں جس سے اصلاح ہونے کی بجائے اور فساد ہو جائے۔ ایسے آدمی کو اس بُرے عمل کو دل میں بُرا سمجھتے ہوئے ان کے لیے دُعا کرنی چاہئے، عمل سے نفرت و عداوت رکھیں اور عمل والوں سے نفرت نہ کریں، ان کے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمادیں۔ بڑی باریک بات ہوتی ہے کہ آدمی اس بُرائی کو روک رہا ہوتا ہے لیکن نفس کے غصے کے جذبے کو مطمئن کرنے کے لیے اور دوسرے کو گھٹیا اور ذلیل کرنے کے لیے اور اپنی بہادری اور کروفر کو ثابت کرنے کے لیے۔ یہ نہی عن المنکر نہیں ہے بلکہ یہاں تو نیت اور بنیاد ہی فاسد ہے۔

ایک مولوی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا: یہ بے پردہ عورتیں ان کی ایسی تیسی ان کو پکڑو اور ان کو ٹھیک کرو، دیہاتی لوگوں کو اس بات سے بڑا مزہ آیا لیکن جن کی عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں ان کو بہت ناگوار لگا کیونکہ یہ طرز طنز اور تنقید کا تھا جس کا ردعمل ناگوار ہوتا ہے۔ یہ اصلاح اور خیر خواہی کی وجہ سے نہیں کہہ رہا۔

ہمارے بزرگوں میں حضرت قاضی زاہد الحسینی صاحبؒ تھے، درس دے رہے تھے، بہت بڑی شخصیت، بہت بڑے عالم اور اللہ تعالیٰ کے تعلق والے۔ تو اس میں عورتیں بھی آئی ہوئی تھیں، تو چونکہ اسلامیات کے ریٹائرڈ پروفیسر تھے، اس لیے پڑھے لکھے لوگ اور عورتیں درس میں آتی رہتی تھیں۔ تو انھوں نے کہا کہ میری بچیاں کچھ آئی ہوئی ہیں اور

File Adress:

پردہ نہیں کر رہی ہیں، دیکھئے! اس کا بہت بڑا نقصان ہے اور سب کی خدمت میں میری طرف سے درخواست ہے کہ پردہ کیا کریں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بہت برکتیں اور رحمتیں نصیب فرمائے اس پر عمل کر لیں تو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ تو سب کو بہت ندامت ہوئی سب نے کہا: بالکل ٹھیک ہے ہم پردہ کریں گی۔ یہ طریقہ حق ہے اور نیت حق ہے۔ جب طریقہ فاسد ہوتا ہے اور نیت فاسد ہوتی ہے تو اس سے اثرات بُرے آتے ہیں۔

محقق اور غیر محقق کی بات ہو رہی تھی۔ غیر محقق جو ہوتا ہے وہ نوافل اور مستحب اعمال میں کوشش کر رہا ہوتا ہے جبکہ محققین کو پتہ ہوتا ہے کہ قرب کا سب سے بڑا ذریعہ ارکان و فرائض کو پورا کرنے میں ہے، اور حرام و کبیرہ گناہ سے بچنے میں ہے۔ حرام اور کبیرہ گناہوں سے بچ کر ارکان و فرائض کو پورا کرنا یہ سب سے زیادہ قربِ الٰہی کا راستہ ہے، اور سب سے تیز رفتار اس میں ہے۔ اس کو کرنے کے بعد پھر نوافل کی کوشش ہے، وہ پھر اور قرب کو بڑھاتی ہے۔ نوافل کو تو لازم کیا نہیں گیا ہے۔ فرائض اور ارکان کی کمی نوافل نہیں پورا کر سکتے۔ یہ عام اُصول جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ستر نوافل کو ایک فرض کے بدلے میں شمار کیا گیا ہے۔ کسی نے ایک فرض میں کوتاہی کی ہوئی ہے تو ستر نوافل مل کر اس کا ازالہ کریں گے۔ اس اُصول کو سامنے رکھا جائے تو زکوٰۃ کا اور فرض صدقات کا ایک روپیہ ادا نہ کرنے کا نقصان ستر روپے نفلی صدقہ سے پورا کیا جائے گا۔ تو آدمی نماز میں، زکوٰۃ میں، حج میں اور روزے میں کیوں کوتاہی کرے جبکہ یہ قربِ خداوندی کا سب سے قریبی، مؤثر اور مختصر راستہ ہے۔ فرض نماز کا جماعت سے اور تکبیرِ اولیٰ سے ہونا، زکوٰۃ کا پورا ادا ہونا، حج فرض ہے تو اس کا مکمل کرنا، اس لیے کہتے ہیں کہ اہلِ علم کا تھوڑا عمل بہت اجر و ثواب دِلانے والا ہوتا ہے اور عابد گو اس کی بڑی عبادت ہو لیکن علم نہ ہو تو اس کی بہت زیادہ محنت اس کو تھوڑا دلاتی ہے۔ تو اپنے وقت کو کس عمل میں استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ اجر لینا چاہیے اس کا

File Adress:

عابد کو تجربہ نہیں ہوتا، اس کا فہم نہیں ہوتا کہ کیا چیز، کون سی بات کتنی اہم ہے تو اس سے آدمی نقصان اُٹھا لیتا ہے۔ ایک آدمی زکوٰۃ عشر نہیں دے رہا اور نفل حج کے لیے جا رہا ہے۔ اب جو اس نے لاکھوں روپیہ نفل حج پر خرچ کیا، اگر اس نے بیس ہزار زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوئی اور تیس ہزار عشر ادا نہیں کیا ہوا تو اس پچاس ہزار کی کمی کو نفل حج پورا نہیں کر سکتا۔

ہمارے گاؤں کا واقعہ ہے، ہمارے محلے کا ایک آدمی تھا، کینسر سے اس کی وفات ہو گئی، اس کا گجرانوالہ میں کاروبار تھا، کافی پیسے اس کے ذمے قرض رہ رہے تھے۔ اس کی برادری نے ایک بچھڑا ذبح کر کے خیرات کی۔ میں نے کہا کہ آدمی تو مقروض تھا، اگر اس کے کوئی پیسے تھے خیرات کے آٹھ دس ہزار روپے تھے تو قرض والوں کو دینے چاہیے تھے۔ جواب ملا کہ قرض تو نہیں لوٹایا اور خیرات کی ہوئی ہے کیونکہ جو خیرات نہیں کرتا تو گاؤں میں شلوار اُترتی ہے یعنی بہت بے عزتی ہوتی ہے۔ تو بے عزتی سے جان چھڑانے کے لیے خیرات کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی تو قرضہ جو فرض واجب تھا اس کو ادا کرتے۔ سچ بات ہے ہماری باتیں نمود و نمائش کے لیے ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ معاف کرے خیرات بھی نمود و نمائش کے لیے، قربانی بھی نمود و نمائش کے لیے کرتے ہیں۔

ہمارے ایک ساتھی کے والد صاحب حج پر گئے ہوئے تھے، تو ان کے ساتھ قبائلی علاقے کے ایک مَلک صاحب بھی تھے۔ جب حج ہو گیا تو ملک صاحب گھر والوں کو خط لکھ رہا تھا کہ فلانی تاریخ کو میں پہنچ رہا ہوں، پچھلے سال فلانے مَلک کا جو استقبال ہوا تھا، اتنا استقبال اگر میرا نہ ہوا تو تمہاری خیر نہیں ہو گی۔

گلستان میں سعدیؒ کے تہجد کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت سعدیؒ کہتے ہیں کہ نوعمری میں میں والد صاحبؒ کے ساتھ تھا، والد صاحب اور میں نمازِ تہجد کے لیے اُٹھے اور باقی دو

File Adress:

تین آدمی سوئے ہوئے تھے۔ میں نے والد صاحب سے کہا کہ یہ تو پہلو ہی نہیں بدل رہے ہیں، تہجد کے لیے اُٹھتے ہی نہیں اگر اُٹھ کر دو رکعت پڑھ لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ تو سعدیؒ کہتے ہیں کہ والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ کاش تو بھی نہ اُٹھا ہوتا تو اچھا ہوتا کہ اس اٹھنے سے تو نے اپنے آپ کو ان سے اتنا بہتر سمجھ لیا کہ ان پر طنز کر رہا ہے کہ سوئے ہوئے ہیں اٹھتے ہی نہیں۔ تو فرض واجب کو ہم پورا نہیں کرتے، اور نوافل اوّل تو اگر صحیح نیت کے ساتھ بھی ہوں تو فرض اور واجب کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے اور وہ جو ہمارے نوافل وغیرہ فاسد نیت سے ہوتے ہیں تو محض شیطان کے راستے پر سب کچھ چلا جاتا ہے۔

File Adress:

کفر کے غلبہ کی حقیقی وجہ اور خودکشیوں کے اسباب

File Adress:

اس وعظ میں دو مغالطوں کو دور کیا گیا ہے۔

1۔ کفر کے غلبے کا راز اس کی مادی قوت نہیں بلکہ مسلمانوں کا باہمی تفرقہ ہے، اگر آج بھی مسلمان متحد ہو جائیں تو کفریہ طاقتیں ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔

2۔ اخباروں میں جو واویلا کیا جاتا ہے کہ خودکشیاں غربت کی وجہ سے ہو رہی ہیں یہ غلط ہے، خودکشیوں کی وجہ بے دینی ہے، اگر فاقہ کش شریعت کے احکامات پر عمل کریں تو قطعاً خودکشیوں کی نوبت نہیں آئے گی۔

File Adress:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

آج دو باتیں عرض کرنی ہیں، ایک تو تصوف سیمینار کے مہمان خصوصی کی گفتگو پر تبصرہ، اور دوسری بات اخباروں میں خودکشی کے متعلق آنے والی رپورٹوں میں جو کہا جارہا ہے کہ یہ غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے ہورہا ہے، اس کی حقیقت۔

کفر کے غلبہ کی اصل وجہ

باڑہ گلی میں تصوف کے موضوع پر ایک سیمینار تھا، اس کی افتتاحی تقریب کا بیان (Inaugurationlspeech) کی ایک میں نے کیا اور ایک مہمان خصوصی سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر محمد انور صاحب نے کیا، اس میں انھوں نے کہا کہ ایک پرانا علم ہے جو کہ دِین کی شکل میں ہے اور نیا علم جو ہے وہ فلسفہ اور سائنس کی شکل میں ہے اور ایک تفریحی علم ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ چار ہزار امریکی عراق میں بیٹھے ہوئے ہیں اور چار ہزار افغانستان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور سارے ملک کو انھوں نے قابو کیا ہوا ہے۔ لہٰذا آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ پرانے علم کے ذریعے آپ کیا حاصل کرسکیں گے جب تک آپ کے پاس سائنس، ٹیکنالوجی وغیرہ نہ ہوں۔ ہم بھی جدید دُنیا میں رہنے والے لوگ ہیں تو طبیعت ذرا اس سے متاثر اور خفا ہوئی۔ ایک دِینی ماحول کی شخصیت بیان کرنے کے لیے تشریف لائی یعنی حضرت مولانا ارشد الحسینی صاحب جن سے میں نے اس بات کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے فوراً کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ کو کس نے کہا کہ چار ہزار عراق

File Adress:

میں اور چار ہزار افغانستان میں ہیں، عراق میں ڈیڑھ لاکھ فوج ہے اور ستر ہزار افغانستان میں ہے۔ پھر فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب اسلحے سے کہاں قابو کیا ہے؟ تفرقے سے قابو کیا ہے۔ میں نے کہا: دیکھیں اب صحیح دِینی ماحول کے آدمی نے دو جملوں میں اس کا جواب دے دیا۔

پہلے تو یہ کہا کہ آپ کے بیان کرنے والے کی اخباری معلومات ہی غلط ہیں کہ وہ چار چار ہزار کہہ رہا ہے حالانکہ ڈیڑھ لاکھ ایک جگہ پر ہے اور ستر ہزار دوسری جگہ پر ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ جو اسلحے سے کہہ رہا ہے وہ اسلحے سے کہاں ہوا ہے وہ تو تفرقے سے ہوا ہے۔ پہلے مسلمانوں کو تقسیم کر کے تفرقہ ڈالا گیا ہے، اس کے بعد جزوی طور پر قابو پا سکے۔ افغانستان میں شمالی اتحاد نے ان کا ساتھ دیا جبکہ عراق میں شیعوں نے تائید کی۔

کامل غلبہ دست بدست جنگ کے بغیر ناممکن ہے

جس وقت طالبان پر حملہ ہو رہا تھا تو پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے تجربے سے اور سن پینسٹھ اور اکہتر کی جنگوں کے تجربے سے، اور بدر و حنین کے معرکوں اور تبوک اور خندق کے غزوات کا جو تجربہ ہمارے سامنے گزرا ہوا ہے اور اس کا ہمارا مطالعہ ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے اور B-52 کی بمباری کو، ڈیزی کٹر بم کو سب چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم پھر بھی اس تسلی میں تھے کہ آخر میں مکمل قبضہ (Take Over) کرنے کے لیے اور جگہ کو لینے کے لیے زمین پر اُتر کر دَست بدَست جنگ کرنی ہوتی ہے، اس کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوا کرتا۔ تو عالمی عسکری تجربے سے جو میرے مطالعے میں ہے ہمیں اس بات کا اندازہ تھا کہ جب بالکل آخر میں بات آئے گی دَست بدَست جنگ کی تو اس میں امریکی اور مغربی فوجی ٹھہر نہیں سکیں گے۔ تو آپ جواب دیں کہ آخری دَست بدَست جنگ کا معرکہ انھوں نے کیسے سَر کیا ہے؟ شمالی اتحاد کی مدد سے۔ پھر تو اسلحے سے نہ ہوا تفرقے سے ہوا۔ یہ بھی وقتی غلبہ تھا،

File Adress:

امریکہ اس کے بعد بیرکوں میں بند ہو کر رہ گیا اور بیس سال تک ایسا خوار ہوا کہ جب بیرکیں چھوڑ کر نکلتے ،تو گاڑیوں اور فوجیوں کے چھیتڑے ہوا میں اڑتے ، یہاں تک کہ اس کے فوجی دماغی مریض ہو کر ایک دوسرے کو کاٹ کھانے لگے اور اسے مذاکرات کی میز پر آنا پڑا۔

دو باتوں میں صحیح ماحول کے آدمی نے اسلحے اور تفرقے کو سامنے کر کے امریکہ کی یونیورسٹیوں میں جان کھپائے ہوئے پی۔ایچ۔ڈی کو اس مولوی نے میرے سامنے اُلٹا کر کے پچھاڑ دیا اور میں اس کے تجربے اور علم پر عش عش کرنے لگا اور میں نے کہا: آفرین ہے تیرے اس باپ اور خاندان پر جس نے تجھے ایسی تربیت سے نکالا ہے اور تف اس آدمی کے کہنے پر جو کہ اسلحے کی طرف متوجہ کر کے ہماری اصلی بنیاد سے ہمیں ہٹا رہا ہے۔

اسلحے اور ترقی کے جمع کرنے کے ہم انکاری نہیں ہیں، سورۂ انفال کی آیت:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ

کے ضمن میں ہمیں اس کے بارے میں حکم دیا ہوا ہے، لیکن دِینی علم، دِینی اعمال اور دِینی صفات کی عظمت، اہمیت اور ضرورت کو رَد کر کے صرف سائنس اور ٹیکنالوجی اور اسلحہ و دِیگر مادی اسباب پر آ جانا یہ کامیابی کا راز نہیں ہے۔ ہمارا اصلی سرمایہ وہ صفات ہیں جو کہ توحید و توکل کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ذُوالجلال کے ساتھ تعلق ہے اور محبت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے اور آخرت میں جنت کی رعنائیاں اور دوزخ کی ہولناکیاں اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر جواب دینا (Accountability) یہ ہمارا سرمایہ ہے اور ان کے ہوتے ہوئے باقی چیزوں میں حتی المقدور جتنا بس ہے اس میں پوری کوشش کرنی ہے اس میں کمی نہیں چھوڑنی اور جہاں بس نہ رہے اور بات ہمارے بس سے باہر ہو جائے اس جگہ پھر گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور پکارنا ہے۔ تو صفت توحید، صفت توکل اور وابستگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ باکمال کے

File Adress:

ساتھ، جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر جوابدہی اور (Accountability) یہ ہمارا سرمایہ ہے۔ جس کی ہمارے ایک مزدور کسان سے لے کر فرمانروائے وقت تک سب کو ضرورت ہے۔ بڑا افسوس ہے ان دُنیا داروں پر، اصلی حقیقی سرمایہ جو ہے اس کی طرف رُجوع نہیں کر رہے ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمیؐ
اُن کی جمیعت کا ہے ملک ونسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمیعت تری

مشرق ومغرب کے فلسفے کو کھنگالا ہوا آدمی علامہ اقبال اس بات کو کہہ رہا ہے۔

خودکشیوں کی وجہ

اور دوسری بات یہ جو اخبارات میں آجاتی ہے کہ تنگدستی اور غربت کے ہاتھوں لوگوں نے خودکشیاں کیں، اس موقع پر میں کہا کرتا ہوں کہ یہ بے دِینی کے ہاتھوں ہیں یہ غربت اور تنگدستی کے ہاتھوں نہیں ہیں۔

سردیوں کا مہینہ، رات کے نو بجے، سات بجے عشاء کی نمازیں ہو جاتی ہیں، نو بجے ہماری طرح آدمی سو جاتے ہیں۔ نو بجے ایک پلوسی کا مزدور آیا، اس نے دروازے پر دستک دی، میں نکلا کہ یا اللہ تعالیٰ! پلوسی سے تو کوئی رات کو نو بجے نہیں آتا ہے، خطرہ ہوتا ہے، امن وامان ہے نہیں اِلّا ماشاء اللہ۔ وہ آکر بیٹھ گیا، میں نے کہا: کیا حال ہے، خیریت ہے؟ اب میں چاہتا ہوں کہ آدمی یا تو کوئی خدمت بتائے یا اُٹھ کر جائے کہ دیر ہے، کچھ آرام کریں، سارا دن بھاگتے دوڑتے گزرتا ہے۔ بس اُٹھ نہیں رہا کچھ بول بھی نہیں رہا۔

File Adress:

مجھے فوراً دل میں یہ خیال وارد ہوا کہ اس آدمی کے گھر میں فاقہ ہے، میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور تیس روپے اس کو نکال کر دیے، اس زمانے میں ڈھائی روپے کی روٹی ہوتی تھی، اُس نے مجھ سے دوسری بات ہی نہیں کی، سائیکل پر پاؤں رکھا اور بھاگا۔ تین دن بعد آیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس رات میں آیا تھا، کچھ بولے بغیر اس لیے بھاگا تھا کہ نو بج گئے تھے، خطرہ تھا کہ تندور بند نہ ہو جائیں کیونکہ میرے بچے بھوکے تھے اور میں نے فی آدمی ایک ایک روٹی ان کو پہنچانی تھی، میں گیا اور مجھے روٹیاں مل گئیں، اس وجہ سے میں رُکا نہیں تھا۔ نیک آدمی تھا پابند صوم وصلوۃ، باشرع، تبلیغی جماعتوں میں آنے جانے والا تھا۔ اس نے کہا: میں مزدُور ہوں، میری صحت ایسی ہے کہ میں پانچ دن کام کر سکتا ہوں، مسلسل سات دن نہیں کر سکتا، پورا ہفتہ کرلوں تو بیمار ہو جاتا ہوں پھر ایک دو دن بیماری میں گزر جاتے ہیں، پھر کام پر آتا ہوں۔ اس طرح سے جب بیماری وغیرہ آجائے تو گھر پر فاقہ ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھیں جب آپ پر ایسا حال ہو جایا کرے تو آپ ضرور مجھے بتایا کریں گے، اگر نہ بتایا تو پھر آپ کی ذمہ داری ہوگی۔ میرے پاس کچھ ہوتا نہیں ہے لیکن کسی نہ کسی کو کہہ کر مسئلہ حل کرا دیتا ہوں۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے جی۔ ایسے اس سے میں نے پوچھا۔ میرا خیال ہوا کہ اس کے گھر میں تو اتنی سخت لڑائی اس کی گھر والی کی ہوتی ہوگی کہ اس کا گوشت نوچتی ہوگی کیونکہ یہاں پروفیسر صاحبان کے گھروں میں کھاتے پیتے آسودہ حالات ہیں لیکن ایسی تلخیاں ہیں کہ ایک دوسرے کی گردن تو نہیں دباتے باقی سب کچھ ہوتا ہے۔ میرے سامنے شکایتیں آتی ہیں اور فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ اس مزدُور سے میں نے کہا کہ تیرے گھر میں تو بہت سخت تلخ حالات ہوں گے اور بہت لڑائی جھگڑا ہوتا ہوگا۔ اس نے کہا: ڈاکٹر صاحب میرے گھر میں بالکل لڑائی جھگڑا نہیں ہے اور حالات بالکل تلخ نہیں ہیں۔ جب ایسے حالات ہو جاتے ہیں تو گھر والی کہتی ہے کہ آپ فکر نہ کریں آپ صبر کریں، سب

File Adress:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ حالات کو بدل دے گا۔ سبحان اللہ! معنوی نعمت اور رُوحانی نعمت، سکون اور آسودگی کی تجھے گھر میں حاصل ہے، جو کہ بنگلے میں بیٹھا ہوا اور موٹر میں پھرتا ہوا، تین تین لاکھ کے ٹھیکرے کانوں اور ہاتھوں میں بیوی کے لٹکائے ہوئے، ٹھیکرے کیا؟ زیورات، اور دو دو تین تین قسم کے کھانے بنے ہوئے اور فریج میووں سے بھرا ہوا، لیکن اتنے تلخ حالات ہیں کہ ایک اِدھر منہ اُٹھائے ہوئے جارہا ہے اور دوسرا اُدھر منہ اُٹھائے ہوئے جارہا ہے۔ ایک تو یہ عجیب بات سامنے اس کی دِینداری کی آئی۔

پھر میں گیا آیا، وہاں پلوسی کی طرف اس کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے، تو ایک دن آیا میں نے کہا کہ آپ کے مسئلے کا حل میں نے ڈھونڈ لیا، آپ کے بچوں کو تو میں دِینی مدرسے میں داخل کراتا ہوں جہاں کھانا پینا کپڑے سب مفت ہوں گے، تعلیم بھی دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ بسم اللہ۔ پھر میں نے کہا کہ آپ کے پلوسی کے خُوَڑ (ندی) کو میں نے دیکھا اس کے دونوں طرف بڑی ہری بھری گھاس ہے، کوئی بکریاں اس میں نہیں چَر رہی تھیں۔ تو آپ خود کر سکتے ہیں یا مجھ سے کہیں کہ آپ کو ایک جوڑا بکریوں کا خرید کر دے دیں اس کو آپ پھرایا کریں، وہ گھاس وغیرہ چر کر آپ کے لیے دودھ کا سامان کر دیں گی اور کچھ تعداد زیادہ ہو جائے تو بیچ کر ضروریات کے لیے رقم کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ پھر اس کے بچے کو ذرا بہتر مدرسے میں داخل کیا جہاں معیار ذرا اچھا تھا اور کچھ نہ کچھ وہ خرچہ بھی مانگتے ہیں۔ سال بعد خرچہ ہمارے ساتھی پورا کر لیتے ہیں۔ اب یہ کوئی چار پانچ سال ہو گئے، اس میں وہ آدمی پھر فقط اپنے بیٹے کے خرچے کی اطلاع دینے کے لیے آیا ہے، باقی فاقہ کی شکایت پیسے وغیرہ مانگنے کے لیے نہیں آیا۔ بے دِینی، بے نمازی، غیبت اور بہتان، جھوٹ اور فریب اور لایعنی اور فضولیات یہ چیزیں ہیں جو سُکون کو برباد کرتی ہیں۔

File Adress:

زکوٰۃ کا مسئلہ اور عملی مشکلات

میں پشاور یونیورسٹی کا زکوٰۃ کا چیئرمین ہوا کرتا تھا، مفتی رشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ تو بڑا سخت ہے کہ جس کے گھر میں ٹیلی وژن ہو اس کو زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے، وہ پہلے اس کو بیچ کر اپنی ضرورتوں کو پورا کرے۔ زکوٰۃ لینے والے تنگدست لوگ آتے تھے جھونپڑوں میں رہتے ہوئے ٹیلی وژن ان کے گھر میں بھی ہوتا تھا۔ پھر مفتی صاحب کے فتوے پر غور کیا، فتویٰ تو ان کا بڑا مبارک ہے بڑا ٹھیک ہے۔ ہم کیا کریں آگے اگلا ایک علم ہے کشتی توڑنے کا خضر علیہ السلام والا اس کے تحت ہم نے کہا کہ ان خواروں کو دو، بچے ان کے چھوٹے بھوکے مر رہے ہیں، بھوک ان پر آتی ہے، تنگدستی ان پر ہوتی ہے، پھٹے پرانے کپڑے لٹکائے ہوئے عورتیں آتی ہیں، معلومات کریں تو ٹیلی وژن رکھا ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کسی آدمی پر فاقہ آجائے اور تین دن تک اسے کسی کے آگے بیان نہ کرے اور برداشت کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک سال کی حلال روزی کا بندوبست فرمادیتے ہیں۔

فاقہ کشوں کی غیبی امداد

مصر میں قبرستان والی مسجد میں چار طلباء رہ رہے تھے اور دِینی علم حاصل کررہے تھے، اُس وقت مدرسے تو ہوتے نہیں تھے، ایک ایک کتاب ایک ایک اُستاد پڑھایا کرتا تھا تو یہ چاروں اپنا خرچ اخراجات لے کر آکر اُستاد صاحب کے پاس داخل ہوئے، پڑھنے لگے۔ اُستاد صاحب بڑے ذوق وشوق سے پڑھاتے تھے، انھوں نے وقت اتنا لے لیا کہ ان کا خرچہ ختم ہوگیا، ایک دن فاقہ گزرا، دوسرے دن فاقہ گزرا، تیسرے دن فاقہ گزرا۔ تو انھوں نے کہا کہ بھائی اب تو تین دن فاقہ ہوگیا ہے۔ اب سوال کرنا جائز ہوگیا ہے، سوال

File Adress:

کریں۔اب سارے غیرت ایمانی والے طلباء، ایک کہتا ہے تُو سوال کر تُو سوال کر، چاروں میں سے کوئی تیار نہ ہوا۔انھوں نے کہا کہ قرعہ ڈالو۔قرعہ ڈالا تو ایک طالبعلم کا نام نکلا غالباً سفیان ثوریؒ کا نام نکلا کہ یہ جا کر سوال کرے۔جب نام نکلا تو انھوں نے سوچا کہ اب سوال کرنا جائز ہے۔میں کیا جا کر لوگوں کے آگے دھکے کھاؤں گا خوار ہوں گا۔اُٹھے اور رات کو انھوں نے وضو کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے، یا اللہ تعالیٰ! ہم تیرے راستے کے مسافر ہیں، ہمارے اخراجات ختم ہیں، یا اللہ تعالیٰ! تو ہمارا بندوبست فرما۔بادشاہ وقت نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اُترا، اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے اس نے اُترتے ہی آ کر اس کے پہلو میں پسلی پر نیزے کا کچوکا دیا اور کہا: اُٹھ قبرستان والوں کی مدد کر۔بادشاہ گھبرا کر اُٹھا، خواب تھا، گردوپیش میں کچھ بھی نہیں تھا، سو گیا کہ بس ایک خواب تھا۔اب یہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا رہے ہیں۔دوبارہ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ پھر وہی فرشتہ آ رہا ہے اور اس نے آ کر پہلو میں کچوکا دیا، اُٹھ قبرستان والوں کی مدد کر۔یہ پھر جاگا اور سوچا کہ خواب ہے کوئی خاص بات نہیں ہے۔تیسری بار پھر یہ سویا تو فرشتہ اُترا اس نے کچوکا مارا تو یہ اُٹھا تو اس نے دیکھا کہ وہاں پر زخم ہے۔اس نے سوچا کہ یہ تو عام بات نہیں ہے، وزیر کو بلایا اسے کہا کہ ایسی صورتحال ہے۔اس نے کہا کہ ٹھیک ہے قبرستان میں مسجد ہے، میں جاتا ہوں دیکھتا ہوں۔تو وزیر آیا، اس نے دیکھا کہ قبرستان کی مسجد میں چار آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت نے یہ پیسے آپ کے لیے بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ ان سے آپ اپنی ضرورت پوری کریں اور کل بادشاہ سلامت آپ کی ملاقات کے لیے خود حاضر ہوگا۔پیسے انھوں نے لیے اور آپس میں مشورہ کیا کہ اگر بادشاہ سلامت ملاقات کے لیے آ گیا تو اس کے بعد ہم پیر بزرگ مشہور ہو جائیں گے، اور ہم تو یہاں اللہ تعالیٰ کے دِین کا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ علم ہم سے رہ جائے گا۔ہمیں

File Adress:

اس آزمائش سے بچنا چاہئے ،وہ وہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے۔بادشاہ جب آیا تو یہ موجود نہیں تھے۔پھر بادشاہ نے ان کی یاد میں اس قبرستان کی مسجد کے پاس ایک مدرسہ بنایا،وہ مدرسہ جامعہ ازہر ہے۔جوان بزرگوں کی کرامت سے وجود میں آیا۔

ہم ساری عمر جامعہ ازہر کے بڑے خلاف رہے ہیں۔کوسوو سے حبیب اللہ صاحب (سابق ڈی سی پشاور)واپس آئے تو انہوں نے ایک عجیب بات مجھ سے کہی کہ ڈاکٹر صاحب کوسوو میں ایسے حالات ہیں کہ وہاں دِین کا خاتمہ کر رہے ہیں کہ یہ جتنا جلدی ختم ہوگا اتنا جلدی ہمارا مسئلہ حل ہوگا۔وہاں کوئی دِینی آدمی آکر دِین کی بات نہیں کرسکتا،ہاں اتنا ہے کہ انھوں نے مصر کے جوفارغ التحصیل علماء ہیں داڑھی منڈے،سوٹڈ بوٹڈ ٹائی لگائے ہوئے ان کوانھوں نے چھوڑا ہوا ہے کہ ہفتہ واری وعظ وخطبہ(serman)مکمل کرنے کے لیے جمعہ پڑھا دیا کریں۔اس نے کہا: ڈاکٹر صاحب ان کی موجودگی کا بھی ایک فائدہ ہورہا ہے کہ لوگوں کا عقیدہ بچا ہوا ہے۔مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ وہ چیز جسے ہم بالکل غیر معیاری سمجھ کراس کی طرف نگاہ بھی نہیں اُٹھاتے اس کا بھی کچھ فائدہ ہے۔

معاشرتی برائیاں اوران کے اثرات

تو یہ بات کہہ رہے تھے کہ بے دِینی کی وجہ سے سب کچھ ہورہا ہے،دینداری عوام میں نہیں ہے لہٰذا یہ اپنے مسائل کے حل کرنے کی دِینی ترتیب کے پاس نہیں جاتے۔اس لیے مسائل میں اُلجھتے ہیں اور پھر میڈیا ہے،وہ ہر مرد کے سامنے خوبصورت سے خوبصورت عورت کی تصویر لا رہا ہے اور اس کو احساس محرومی میں مبتلاء کر رہا ہے اور ہر عورت کے سامنے خوبصورت سے خوبصورت مرد کی تصویر لا رہا ہے اور اس کو احساس محرومی میں مبتلاء کر رہا ہے اور اتنے اُونچے معیار زندگی کو دکھایا جاتا ہے کہ وہ ہر ایک آدمی کو احساس محرومی میں مبتلاء کر رہا ہے۔

File Adress:

دو باتیں آپ کو عجیب سناؤں جو میرے تجربے سے گزریں، یہ معاشرے کے ناسور ہیں۔ ایک ڈاکٹر صاحب آیا، اس نے کہا: جی شادی ہوگئی ہے اور گھر والی بالکل نباہ نہیں کر رہی ہے۔ اس کو مختلف ترتیبیں میں نے سمجھائیں، اندازہ ہوا کہ کوئی نبھنے کے حالات نہیں ہیں۔ میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب! آپ خفا نہ ہوں اور میری اس بات کا برا نہ منائیں، آپ کی گھر والی کے کہیں تعلقات ہیں۔ اس نے کہا: نہیں۔ ہمارا بڑا روایتی ماحول ہے۔ میں نے کہا: مرضی ہے آپ کی، بہرحال اس پہلو پر آپ غور کریں۔ ایک دن وہ آیا اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس کی ڈائری مجھے ملی ہے، اس میں میں نے دیکھا کہ ایک نوعمر امریکی ایکٹر کی تصویر ہے، اس کے نیچے اس نے لکھا ہوا تھا: In Heaven, I have been married to you. (عالم بالا میں میری آپ کے ساتھ شادی ہوگئی ہے۔) میڈیا کے ہاتھوں تصویر کی عاشق ہو کر اس کے ساتھ شادی رچائے بیٹھی ہے جس تک پہنچ بھی نہیں سکے گی اور خاوند سے بیزار ہو رہی ہے۔ میں نے کہا: چلیں نہیں نبھ رہا، سال دو سال کا عرصہ آپ نے کر لیا اب آپ فراغت حاصل کریں اور Let her suffer. (اُسے خوار ہونے دیں) پانچ دس سال بعد جب پیچھے مڑ کر دیکھے گی تو ٹرین جا چکی ہوگی اور ویرانہ ہی ویرانہ ہوگا۔

ایک جگہ سے ایک ڈاکٹر صاحب آیا باتیں کرنے لگا دو چار باتوں کے بعد اس کا حلق رُندھا، بات اس کی اٹکی اور الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ اس نے کہا: دیکھیں جی! میں سپشلسٹ ڈاکٹر ہوں، میں نے اپنے خاندان میں سے شادی کی، بیوی بھی لیڈی ڈاکٹر تھی۔ پانچ چھ سال گزرے اب بالکل نافرمان ہے، میں کہتا ہوں مشرق تو مغرب کو چلی جاتی ہے، میں اس کو کہتا ہوں الف تو وہ نون پر آجاتی ہے۔ اب پارٹ ٹو (ایف سی پی ایس) کر کے میں کہتا ہوں میرے ہسپتال میں رہو جہاں میں ہوں وہ اس کو چھوڑ کر دُور دراز چلی گئی۔ اس

File Adress:

نے کہا: صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے، تلاوت کرنے والی ہے، دِیندار عورت ہے۔ میں اس پر مراقب ہوا اور غور کیا اور کہا کہ آپ کے خاندان میں عورتوں میں نفسیاتی بیماریاں تو نہیں ہیں اس نے کہا: ان کے خاندان میں (Mania) ہے۔

Mania ایک بیماری ہے شدت پسندی، آدمی کے انتہائی شدت کے خیالات ہوتے ہیں۔ میں نے کہا: آپ کے بچے کتنے ہیں؟ اس نے کہا: بچے تو ہمارے نہیں ہیں۔ میں نے کہا: بچے کیوں نہیں ہوئے؟ اس نے کہا کہ جب شادی ہوئی تو یہ پڑھ رہی تھی تو تین سال پڑھائی کے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیا ہے، ایک سال ہاؤس جاب کا کیا ہے، پھر اس کو ایف۔سی۔پی۔ایس کا شوق ہوا۔ چھ سال ہم نے اولاد نہ پیدا کرنے کی ترتیب کو اختیار کیا ہے۔ او ہو میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ مسئلہ بھی میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مسئلہ کیا ہے اور مسئلے کا حل کیا ہے۔

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ کو قول سنا دیں کہ شادی کیا ہے؟ مہر کا لازم ہونا، ایک مہینے کا لطف، پھر سارے زمانے کے غم اور اُسکے بعد کمر کا ٹوٹ جانا، تو سرُور وغیرہ تو تھوڑے وقت کا ہوتا ہے جو ہارمونل جوش ہوتا ہے، وہ تو ختم ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ بلا چاں چاں کرتی ہے اور ہنگامہ اور شور کرتی ہے تو نہ اس کے ہونٹوں کی سُرخی کا آدمی کو پتہ ہوتا ہے اور نہ گالوں کی سفیدی کا پتہ ہوتا ہے اور نہ اس کی خوشبو کا پتہ ہوتا ہے، وہ ساری چیزیں اس بداخلاقی بدزبانی میں گم ہو جاتی ہیں۔ میں نے کہا: برخوردار! شروع کے مہینہ دو مہینے تین مہینے لطف کے نتیجے میں پھر ایک مزید تعلق اور بندھن بنتا ہے خاوند بیوی کے درمیان، ایک دوسرا بندھن وجود میں آتا ہے، سیکس کے جذبے کے تحت جسے اولاد کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیٹے اور بیٹی کی شکل میں پھول، غنچے اور گلدستے دیتا ہے کہ ایسا دل لگا ہوتا ہے ان کے ساتھ کہ پوچھیے نہیں۔

File Adress:

ایک بڑے مالدار خاندان میں خاوند بیوی کی لڑائی ہوئی ۔ساس ،بیٹی ،داماد اور سارے بچے ہمارے گھر آ گئے ، یہاں آ کر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہوتے ہیں ہمارے گھر پر قبضہ ہوتا ہے ۔میں آیا ، چھوٹا بچہ ساس نے اُٹھایا ہوا ہے اور خاوند بیوی منہ اِدھر اُدھر کر کے بیٹھے ہوئے ہیں ، مارشل لاء کا اعلان انھوں نے کیا ہوا ہے ۔خیر ایک کی میں نے سنی دوسرے کی سنی ،ایک کو سنائیں دوسرے کو سنائیں ،اتنے میں بچہ رویا خاوند کو میں نے کہا Look this child is having a question. (یہ بچہ ایک سوال کر رہا ہے) اس کی ماں بھی رو رہی تھی بچہ بھی رویا ، میں نے کہا: اس بچے کے پاس ایک سوال ہے خان صاحب ! یہ کہہ رہا ہے میری ماں کیوں رو رہی ہے ؟ جب یہ میں نے بات کی تو خان صاحب کا سر جھک گیا ،ساری تلخی اور مارشل لاء اس کا ختم ہو گیا ،طبیعت اس کی نرم ہو گئی ۔میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب ! وہ یہ بانڈ ہوتا ہے ،وہ بانڈ آپ نے نہیں لیا ۔چھ سال آپ نے سیکس کی ترتیب کو محض ضائع کر لیا ،لہذا اب تو آپ کے درمیان کشش کا کوئی بانڈ اولاد کی شکل میں ہے ہی نہیں ۔ This is the wisdom of the Quran and the Hadith. (یہ قرآن و حدیث کی حکمت اور دانش وری ہے) The Wisdom of wisdom is not lying in your supreme court.The wisdom lies over here in these simple discussions and simple words. ۔یہ حکمت سپریم کورٹ میں آپ کو نہیں ملے گی ، یہ یہاں کے سادہ الفاظ اور سادہ بحثوں میں آپ کو ملے گی ۔

File Adress:

مصائب ومشکلات میں اہل ایمان کے رویے

File Adress:

مصیبت کے وقت اہل ایمان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ زلزلے سے آنے والی تباہی کے اثرات دور کرنے کے لیے این جی اوز کا منفی طرز عمل، اچھی اور بری موت کے نزع کے وقت ظاہر ہونے والی علامات، اور اس جیسے کئی اہم عنوانات پر ایک جامع بیان۔

File Adress:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

میت کے لازمی حقوق

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں طاعون پھیلا تھا اور اتنی موتیں ہورہی تھیں کہ دفن کرنے کے لیے مشکلات ہوتی تھیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب لطیفہ لکھا ہے کہ اب پتہ چلا کہ کون کونسی چیزیں ضروری اور سنت تھیں اور کون کونسی چیزیں فالتو تھیں۔ فرماتے ہیں کہ اتنی میتیں ہورہی تھیں کہ غسل، جنازہ کے بعد تیجا، ساتواں، چالیسواں وغیرہ کے لئے کسی کو وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔ اس وقت پتہ چلا کہ لازمی چیز تو غسل، جنازہ ہے، باقی سب چیزیں تو فالتو ہیں یعنی اِتنی موتیں ہورہی تھیں کہ دوپہر کو جو آدمی دوسروں کو دفن کرتا تھا تو وہ خود رات کو بیمار پڑجاتا تھا اور دوسرے دِن وہ دفن ہوجاتا تھا۔ طاعون سے جو تباہی پھیلی اور جو نقصانات ہورہے تھے اُس نے ایک عجیب وغریب صورتِ حال پیدا کی ہوئی تھی، علاوہ ازیں طاعون کے خوف وہراس نے معاشرے کو مزید خراب کردیا تھا۔

این جی اوز کا منفی طرزِ عمل

ابھی شمالی علاقہ جات میں جو زلزلہ آیا تو اس کا حل (این جی اوز) نے یہ نکالا ہے کہ کیمپوں میں ناچ گانے کرائے جائیں، تاکہ لوگوں کا ذہنی بوجھ (Tension) دُور ہو۔

File Adress:

چنانچہ اسلام اخبار نے بٹگرام کے علاقے کے ناچ گانے کے پروگرام کا تذکرہ بھی کیا ہے، جس کے بارے میں وہاں بھی جلوس نکلا اور شاید اسلام آباد، پنڈی میں بھی جلوس نکلا، تو ان لوگوں کے نزدیک اس خوف وہراس کو دُور کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ناچ گانے ہوں، لوگوں کی توجہ ہٹے اور خوف وہراس ان کا دُور ہو۔

مصیبت کے اثرات دور کرنے کے لیے اہل ایمان کا طرزِ عمل

حضرت تھانویؒ کے زمانے میں طاعون کا جو خوف وہراس پھیل گیا اور لوگ معطل ہونے لگے جسے آپ لوگ کہتے ہیں (Depression) میں جانے لگے اور کام کاج سے رہ گئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دنوں انہیں تعطل سے نکالنے کے لیے ایک کتاب لکھی 'شوقِ وطن'۔ 'شوقِ وطن' میں اُن احادیث کو جمع کیا جن میں آخرت کی کامیابیاں، وہاں کی راحتیں، جنت کی رعنائیاں، خوشنمائیاں اور جو مؤمن کے ساتھ رویہ ہوگا، کا تذکرہ تھا۔ یہاں تک کہ جب گنہگار مسلمان کو دوزخ میں ڈالا جاتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے دُنیا سے بہتر ہے کیونکہ اس میں اُس کی صفائی ہوتی ہے اور پھر وہ جنت میں داخلے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی خیر خواہ بہن، بھائی، ساری برادری موجود ہو اور اس کا آپریشن کرائے، تو کیا ایسے ہی کراتے ہیں کہ اس کو کاٹ رہے ہوتے ہیں اور وہ چیخیں مار رہا ہوتا ہے بلکہ اس کو بے ہوش کر دیتے ہیں، آپریشن بھی ہو گیا اور اس کو پتہ بھی نہیں چلا، کچھ تکلیف تو بہر حال ہوتی ہے۔

میرا آپریشن جب ڈاکٹر صاحب نے اسلام آباد میں کیا، آپریشن کے بعد اُس نے مجھ پر ایک گُر استعمال کیا، وہ یہ کہ اس نے میری بے ہوشی اور غنودگی کی حالت میں آواز دے کر کہا کہ اس کا آپریشن نہیں ہوا ہے۔ میں جب ہوش میں آیا تو میرا خیال تھا کہ میرا آپریشن نہیں ہوا ہے۔ میں نے کہا: چلو نہیں ہوا تو پھر ہو جائے گا، کوئی مسئلہ کھڑا ہو گیا ہوگا۔ خیر ہے

File Adress:

پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ میرا آپریشن ہوا ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ جی ہاں آپ کا آپریشن ہو چکا ہے۔ جب اُنھوں نے کہا کہ آپریشن ہو چکا ہے تو پھر مجھے کچھ کچھ تکلیف محسوس ہوئی، اس سے پہلے تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی۔ تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب مؤمنین کو جہنم میں ڈال کر اُن کی صفائی کرے گا تو وہ بھی ایک رحمت وشفقت کے ساتھ ہوگی۔ تو وہاں کی دوزخ بھی مؤمن کے لیے ناپسندیدہ نہ ہوئی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب ہوا تو اُن کی بیوی نے دیکھا کہ جا رہے ہیں تو کہا: "واحزناہ واحزناہ" ہائے افسوس! ہائے افسوس! اُنھوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو بیوی نے کہا کہ آپ جدا ہو رہے ہیں، تو اُنھوں نے کہا:

"واطرباہ واطرباہ" غدا نلاقي الاحبة محمدا وحزبه" کہ واہ واہ! کل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے اور دوستوں سے ملیں گے خوشی ہو رہی ہے، خوشی طاری ہو رہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کی وفات کا وقت ہے، یہ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ جب وہ لڑ رہے تھے تو نوے سال ان کی عمر اور روزہ رکھے ہوئے اور مغرب کے وقت میدانِ جنگ میں لڑ رہے ہیں۔ مجاہد بوڑھا نہیں ہوتا آخر تک فٹ رہتا ہے، عابد کا چلنا پھرنا آخر تک رہتا ہے۔ نوے سال کی عمر، روزہ رکھے ہوئے جو آدمی لڑ رہا ہو، یہ اس کی صحت تھی۔ جب افطاری کا وقت ہوا تو انھوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ خادم سے کہے کہ افطاری کے لیے کچھ لاؤ، تو وہ دوڑا دودھ لیا اور لشکر میں پہنچا۔ انھوں نے کہا کہ سُبحان اللہ سُبحان اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عمار! تیری دُنیا میں آخری خوراک دودھ ہوگا، لہٰذا اب میں جا رہا ہوں مجھے کوئی پیغام آپ لوگوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام دینا ہے تو دے دیں ایسے خوش ہو رہے ہیں۔

File Adress:

خرم آن روز کہ از منزل ویران بروم
راحت جانِ طلبم وز پئے جانان بروم

’’کتنا خوشی کا وہ دِن ہوگا اس ویران منزل سے جائیں گے جان کی راحت پائیں گے اور جانان کی طرف جائیں گے۔‘‘

موت اور مؤمن کا طرزِ عمل

مؤمن کے لیے موت کیا ہے؟ خوشی کا پروانہ ہے تو پھر اس سے ڈرنے کا خوف کیسا؟ **الموت جسر یوصل الحبیب الیٰ الحبیب۔** موت ایسا پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔ ابھی یہ بالاکوٹ کے زلزلے کی وجہ سے کوہاٹ کے ایک میڈیکل سپیشلیسٹ نے بتایا کہ کسی بڑے افسر کی بیوی میرے پاس لائی گئی Earth Quake (Phobia) کے ساتھ، زلزلہ کے خوف کی وجہ سے اس نے وصیت لکھ دی کہ میں مر رہی ہوں، یہ باتیں مؤمن کو نہیں ہوتی ہیں لیکن تب ہوتی ہیں جب دو باتوں میں کمی ہوتی ہے۔ ایک توحید کا پکا نہ ہونا اور دوسرا شوقِ آخرت نہ ہونا، تو پھر اس کو اس طرح کی باتیں پیش آتی ہیں۔ میں منع نہیں کرتا کہ اسباب اختیار نہ کریں، یہاں زلزلہ ہو رہا ہے اور آپ بیٹھے رہیں باہر نہ نکلیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے آپ باہر نکلیں، اسباب اختیار کریں لیکن ہونا تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ہے، اگر تو ہماری موت لکھی ہوئی ہے تو کوئی روک نہیں سکتا ہے اور نہیں لکھی ہوئی ہے تو یہ زلزلے جو عمارتوں کو گرا رہے ہیں ہمیں نہیں مار سکتے ہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ تھی، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے، جمعیت علماء اسلام کا دفتر بھی تیسری چوتھی منزل پر تھا، سائرن جب بجتے تھے تو لوگ پیچھے دوڑ کے آتے تھے، اُوپر سے اُترنا پھر جانا، تو انہوں نے اپنے خادموں

File Adress:

سے کہا کہ بچو ما بہ نہ پریشانہ کوی، کہ مجھے پریشان نہیں کروگے۔ جب مجھے موت آنی ہوئی تو میں اسی جگہ مرجاؤں گا اور نہ آنی ہوئی تو کوئی مجھے مارنہیں سکتا۔ زما خوب مہ خرابہ وی، میری نیند نہیں خراب کروگے، کوئی غم خوف ہی نہیں۔ مرتا آدمی اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے جو فیصلہ آ گیا ہو، جس جگہ کا، جس وقت کا:

لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (الاعراف: ۳۴)

نہ ایک ساعت پہلے ہوتا ہے نہ ایک ساعت بعد میں ہوتا ہے۔ جب فیصلہ اللہ تعالیٰ کا آیا ہوا ہو تو وہ نہ ایک گھنٹہ، ایک دِن، ایک ساعت پہلے ہوتا ہے نہ منٹ بعد ہوتا ہے اسی وقت ہوتا ہے۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط (لقمٰن: ۳۴)

''کسی کو کوئی خبر نہیں کہ وہ زمین کے کس ٹکڑے پر جا کر مرے گا۔''

پروفیسر حمید اللہ صاحب کے گاؤں ہم فاتحہ کے لیے گئے، زلزلے میں ان کی وفات ہوگئی، وہ باغ میں تحقیقاتی کام کے لیے ہیلی کاپٹر میں گئے تھے، بس وہیں پر ہیلی کاپٹر گرا۔ ان کا علماء کا خاندان ہے، ہمارے رسالے کے سرپرست میاں سعید اللہ صاحب ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میاں صاحب:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط (لقمٰن: ۳۴)

کوئی آدمی نہیں جانتا کہ کس جگہ وہ کس زمین پر جا کر مرے گا، تو انھوں نے کہ واقعی جب اسکی اطلاع آئی تو فوراً میری زبان پر بھی یہی آیت آئی:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط (لقمٰن: ۳۴)

کہ نہیں جانتا کوئی کہ کس جگہ جا کر اُس کی موت ہوگی، جہاں لکھی ہوئی ہے، آدمی وہاں پہنچے گا، جو وقت ہے وہ آئے گا مقرر ہے تو ڈرنا کس بات سے؟ حضرت مولانا صاحب

File Adress:

رحمۃ اللہ علیہ فارسی کا ایک مصرعہ سنایا کرتے تھے

چُوں ربّ داری چہ غم داری

''جب اللہ پاک ہے تو ہمیں کس کا غم ہے۔''

دوسرے کسی شاعر کا شعر ہے کہ

کار ساز مابفکر کارما

فکرما در کار ما ازارما

''کہ کام بنانے والا میرے کام کی فکر میں ہے اور میرا اپنے کام کے لیے فکر کرنا اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے۔''

حضرات محققین نے اس شعر کو بدلا ہے:

کارسازما بسازے کارما

''اللہ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے فکر وہ کرے گا جو قادر و قدرت والا نہیں جس کی قدرت نہ ہو جس کی طاقت نہ ہو، اس کو فکر کرنا پڑے گا، اللہ تعالیٰ تو کُن فیکون ہے کہ جس چیز کو کہے وہ ہو جاتی ہے فکر کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔''

تو شعر ایسے ہے:

کارسازے مابسازے کارے ما

''میرا کام بنانے والا میرا کام بنا رہا ہے۔''

کارسازے مابسازے کارما

فکر ما درکار ما آزار ما

''میری فکر میرے کام کے بارے میں اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے کیونکہ میرا جو

File Adress:

کام بنانے والا ہے وہ میرے کام کو بنا رہا ہے اُس نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔‘‘

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا ط(هُود:٦)

ترجمہ: ’’کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جسکی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔ وہ اسکی عارضی قیام گاہ اور اُسکی مستقل قیام گاہ کو بھی جانتا ہے۔‘‘

کارساز ذات، ذات خداوندی ہے

زلزلہ ہوا ہمارا گاؤں والا مکان رہنے کے قابل نہ رہا تو میں بعد میں خیمہ لے کر پہنچا ہوں، غیب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے پہلے خیمے پہنچائے **مُسۡتَوۡدَعَ** تو فوراً ہو گیا، اور مستقر کے لیے آگے منصوبہ بندی کریں گے وہ بھی اللہ تعالیٰ کر دے گا۔ آدمی کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات ذُوالجلال پر ایسا بھروسہ ہو کہ اتنا بھروسہ اپنے ماں باپ پر، اپنی ملازمت پر، اپنے بنگلوں پر، اپنی جائیدادوں پر نہ ہو، **وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا**، کوئی چوپایہ نہیں زمین پر جس کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہ لیا ہو۔ **مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا** آپ کی جتنی رہائش کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ اُس کا بندوبست فرمائے گا۔

مولانا سمیع اللہ صاحب کہتا ہے کہ محلے میں لوگوں نے ہیجڑے نچائے، میں نے کہا کہ میں اس آدمی کا نکاح نہیں پڑھتا ہوں تو اُنھوں نے مجھے مسجد اور گھر سے نکال دیا۔ میں اپنا سارا سامان راستہ کے کنارے ڈال کر بیٹھ گیا، بال بچوں سمیت، جس اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے وہ ہمارا بندوبست فرمائے گا، بس شہرت ہوئی کہ مولوی صاحب کو کیوں نکالا ہے کہ مولوی صاحب کو ہیجڑے نچانے پر اعتراض کرنے کی وجہ سے نکالا ہے، محلے والے لوگوں کے ہیجڑے نچانے کے کارنامے کی خوب شہرت ہوئی اور بے عزتی ہوئی، باطل کا رد ہوا، باطل پر بُرا بھلا کہا گیا، کہتے ہیں کہ بس ابھی رات نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ٹھکانہ

File Adress:

دے دیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان مغفرت

تو شوق وطن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھوائی کہ مسلمان کو موت کا خوف و ہراس نہیں ہونا چاہیے، مرجانے والے جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے (NGO's) کوشش کرتی ہیں کہ فسق و فجور عام ہو، بدکاری عام ہو، جب یہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایسی آفات لائے گا کہ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کر کے شہادت سے نواز کر اپنے پاس بلالے گا، تو ان کو تو کوئی (Achievement) یعنی فائدہ نہ ہوا، شیطان کو کیا حاصل ہوا کہ اُس سے دوزخ میں ڈالنے کی ترتیب کی تھی اور کفار نے یہ ترتیب کی تھی کہ اُن کی تہذیب عام ہو اور طریقے عام ہوں تاکہ ہم ختم ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہادت کے بڑے بڑے اعزازت دے دیے۔ جو پسماندگان رہ گئے ان پر اتنا دُکھ ہوا، غم ہوا جس سے ان کے گناہ معاف ہوئے، شہروں کے لوگ ان سے زیادہ گنہگار تھے لیکن اُنہوں نے جا کر ان کو پیسے پہنچائے، دوڑے بھاگے، ان کی مدد کی۔ ان کے گناہ اس سے معاف ہوگئے، یہاں (NGO's) جتنا کام کرلیں جتنے گناہوں کے انبار اس امت پر ڈالیں، جب تک کہ اس کا ایمان ختم نہیں ہوا، آنِ واحد میں اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کردے گا۔

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿الزُّمَر: ۵۳﴾

ترجمہ: ” (میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کردے گا، مؤمن پر ہر آن رحمت ہوتی ہے، پکڑ آئے رحمت ہوتی ہے، بیمار ہونا، پریشانی، یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ نے ایک جیب میں مسواک ڈالی تھی اور دوسرے جیب میں ڈھونڈ رہے تھے اور تھوڑے سے پریشان ہو گئے، اس پریشانی پر بھی اجر لکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھکنے کا اجر

میں جامعہ عثمانیہ میں مفتی غلام الرحمن صاحب سے ملنے گیا، اُنہوں نے فرمایا کہ صبح آٹھ بجے سے ابھی آٹھ بجے تک بیٹھا ہوا ہوں، داخلے کا انٹرویو کر رہا ہوں تو میں نے عرض کیا کہ اللہ کا شکر ہے، میں ابھی ہیلتھ سیکرٹری سے مل کر آیا، وہ عشاء کے وقت کہہ رہا تھا کہ ابھی دفتر سے آیا ہوں اور یہ پلندہ لے کر آیا ہوں، وہ سیکرٹری تو عشاء کو دنیا کے کام سے فارغ ہو گیا شکر ہے کہ آپ عشاء کے بعد بھی دین کے کام سے فارغ نہیں ہوئے پھر میں نے آیت سنائی کہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (التّوبۃ:۱۲۰)

ترجمہ: ”یہ اس واسطے کہ جہاد کرنے والے نہیں پہنچتی ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمنوں سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے اس کے بدلے ان کے لیے نیک عمل۔ بے

File Adress:

شک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنے والوں کا اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے ان کے واسطے تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے تھے۔

(معارف القرآن، ج: ۴،ص: ۴۸۵،۴۸۶)

پیاس بھوک تھکاوٹ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، ساری کی ساری عمل صالح لکھی جاتی ہیں۔ تو مفتی صاحب بڑے خوش ہوئے، میں نے کہا: ہم جو آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ مدرسے کا کام کر رہے ہوتے ہیں، اس پر انوارات کا نزول ہوتا ہے، ہم ان انوارات سے استفادے کا مراقبہ کر کے بیٹھتے ہیں، پھر بڑے خوش ہوئے۔

دینی کام مصائب کے لیے آڑ

ان کو میں نے بالاکوٹ کے زلزلے کا ایک عجیب خواب سنایا کہ بالاکوٹ کے قاضی خلیل صاحب کو دو مہینے پہلے ایک شاگرد نے آکر خواب سنایا کہ قاضی صاحب میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک فرشتہ بالاکوٹ کے اس پہاڑ پر ہے اور ایک اُس پہاڑ پر ہے۔ ایک فرشتہ دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا نہ دیں تو دوسرے فرشتے نے کہا 'یہاں مدارس ہیں اور قرآن پڑھا جاتا ہے' تو میں نے مفتی صاحب سے کہا: جب رمضان میں مدارس بند ہوئے تو بس حکم نافذ ہوا۔

طاعون کے زمانے میں ہی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب نے اپنی دوسری کتاب 'نشر الطیب' کے بارے میں فرمایا کہ جس گھر میں یہ کتاب پڑھی جائے گی وہاں ان شاء اللہ طاعون نہیں آئے گا۔ 'نشر الطیب' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے بارے میں ہے، اس کا معنی ہے: 'خوشبو کی بکھیر' اس کے سیرت کے مضامین احادیث پر مشتمل ہیں، ہوسکتا ہے حضرتِ والاؒ کو بذریعہ رُویائے صادقہ (سچے خواب) اس

File Adress:

بات کی بشارت ہوئی ہو۔ یہ تو واضح بات ہے کہ جہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ کا تذکرہ ہو وہاں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جہاں رحمت کا نزول ہو وہاں زحمت باقی نہیں رہتی۔

آج کل کے دگرگوں حالات، تکالیف اور مشکلات کا حل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آدمی آجائے اللہ تعالیٰ کی پناہ کا قوی اور مضبوط ذریعہ نیک اعمال ہیں، گناہوں پر توبہ استغفار ہے۔ فرمایا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (اٰل عِمْرٰن: ۲۰۰)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مُراد کو پہنچو۔“

رباط کرو، رباط کیا چیز ہے؟ رباط کہتے ہیں اسلامی سرحد پر کھڑے ہو کر اسلحہ کے ساتھ اسلامی سرحد کی حفاظت کرنا۔ دوسری تفسیر ہے، نماز کا اہتمام کرنا، مغرب پڑھی ہے تو وہیں پر بیٹھا رہے، عبادت و ذِکر و فکر میں لگا رہے، یہاں تک کہ عشاء ہو۔ صبح پڑھی ہے تو وہیں بیٹھا رہے یہاں تک کہ اشراق وہاں پڑھے۔ یہ رباط والے جو لوگ ہوتے ہیں یہ آفاتِ آسمانی کے مقابل بنکر اور مورچے ہوتے ہیں، رمضان میں اعتکاف کرنے والے، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک بیٹھنے والے اور مساجد کو آباد کرنے والے، صبح کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے والے، مغرب سے عشاء تک بیٹھنے والے، عصر سے مغرب تک بیٹھنے والے۔ بنکر کسے کہتے ہیں جی؟ زمین کھود کر اُس کے اندر پناہ گاہ بنانا، جس پر بم پھینکیں تو بم بھی اثر نہیں کرتے، وہاں سارا وائرلیس انتظام کام کر رہا ہوتا ہے۔

ایک شہر سے ٹیلی فون کیا ہمارے ایک ساتھی نے کہ یہاں پر سکولوں کی چھٹیاں

File Adress:

ہوگئی ہیں اور شاید یہ بھی اُس پٹی پر آتا ہے یہاں بھی زلزلے کا خوف وہراس ہوگیا، میں نے کہا کہ فکر نہ کریں، آرام سے سوئیں، مزے کریں کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ کا اَمر آیا ہوا ہے، اُنہیں اللہ تعالیٰ لے جائے گا۔

شوقِ وطن: یعنی وطن جانے والوں کے احوال

ڈاکٹر سیار صاحب خواب سنا رہے تھے کہ ان کی والدہ صاحبہ کی کچھ عرصہ پہلے وفات ہو چکی ہے، وہ خواب میں آئیں اور خاندان کی دو عورتوں اور ایک میرے لیے ہار لے کر آئیں اور ساتھ ہی انھوں نے ایک عورت کا بتایا کہ اُن کو لے جانے کے لیے آئی ہوں، تو اُسی دِن اُس کی وفات ہوگئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے لے جانا ہے لے جائے گا، جس کو نہیں جانا تو یہ بھی اُسی کی مرضی ہے، سُبحان اللہ

ہمارے بھائی کی اڑتالیس سال کی عمر میں وفات ہوگئی، بس دس منٹ میں ہارٹ اٹیک ہو کر وفات ہوگئی، چھوٹا بیٹا رہ گیا اس کی کوئی چودہ پندرہ سال عمر تھی، ان کے پیچھے بڑا روتا تھا، کہتا ہے: ایک دِن میں رویا، بڑا غمگین ہوا، اُداس ہوا میں نے کہا کہ یا اللہ تعالیٰ! یہ اگر زندہ رہتا تو۔۔۔۔، کہتے ہیں کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ زندہ ہے ایسے حال میں کہ جیسے پاگل آدمی ہوتا ہے، مجھ سے کہا گیا کہ یہ زندہ رہ سکتا تھا لیکن اس طرح زندہ رہ سکتا تھا۔۔۔ پھر مجھے تسلی ہوگئی کہ اس طرح زندہ رہنے سے تو موت اچھی ہوگئی، سُبحان اللہ۔۔۔ اگر خدانخواستہ تکالیف، مشکلات و پریشانی والی زندگی ہوتی تو اس سے تو یہ اچھا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ آسانی سے فارغ کر دیں، ایسے تو نہیں کہا گیا کہ ؎

خرم آں روزے کہ از منزل ویران بروم
راحت جان طلبم وسوئے جانان بروم

File Adress:

''کہ کتنی خوشی کا دن ہوگا کہ جب اس ویران منزل سے جائیں گے جان کی راحت پائیں گے اور جانان یعنی دوست کے پاس پہنچ جائیں گے ،بس اللہ میاں کے پاس پہنچ جائیں گے۔''

یہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ نے نقد انعام دیا ہوا ہے، ہمارے پاس سارا دِین انعام ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ۔(المائدہ: ۳)

ترجمہ: ''آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دِین تمہارا، اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا، اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دِین۔''

لیکن اس میں توحید، تقدیر اور آخرت تو خاص جوہر، گوہر، ہیرے اور خزینے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اتنی قوت والی ذات ہے، شانِ کبریائی، عظمت اور قوت والی۔ آدمی اس کا بندہ ہوجائے، اُس کا غلام ہوجائے تو اپنے اندر کتنی قوت اُس کو محسوس ہوتی ہے اور تقدیر یعنی جو بات ہے وہ ہوکر رہے گی اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا، جو نہیں ہے اس کو کوئی کر نہیں سکتا، پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے اور آخرت کی تو ایسی رعنائیاں، ایسی خوشنمائیاں ہیں کہ سُبحان اللہ۔ جب آدمی کا پہلا دِن قبر میں ہوتا ہے اُس دِن اُس کی ملاقات کیلئے ایک حُور آتی ہے جس کے گلے میں ایک ہار ہوتا ہے، اس کو دیکھ کر ایسی کشش ہوتی ہے کہ اُس کو چھونے کے لیے اپنا ہاتھ آگے کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ ہار ٹوٹ کر گر جاتا ہے۔ دونوں اس کو سمیٹنے میں لگتے ہیں، ابھی پوری طرح سمیٹا ہی نہیں ہوتا کہ قیامت ہوجاتی ہے، ایسی راحتیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں۔

حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّد شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا

File Adress:

جو بالا کوٹ کا آخری معرکہ ہے، اس میں سیّد صاحبؒ نے سب میں اسلحہ تقسیم کر دیا اور تھوڑا تھوڑا کھانا کھا کر سب کو حملہ کرنے کا وقت بتا دیا۔ جو آدمی کھانے کی دیگ پکا رہا تھا، دیگ پکا رہا ہے چمچہ ہلا رہا ہے۔ ایسے ہی اُوپر اس نے دیکھا، اس نے جوں اُوپر دیکھا چمچہ اُٹھایا اور دیگ پر مارا اور کہا کہ اب تو تیرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھائیں گے (آسمان کی طرف دیکھتے وقت حور کا جلوہ نظر آیا) اور اکیلے حملے کے لئے اُس نے اسلحہ لیا اور چھلانگ لگائی، اس کو روک رہے ہیں کہ صبر کرو بھائی، دیگ پکا رہے ہو، اُس نے کہا کہ بس! اب صبر نہیں ہے، یہ مزے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخرت کی زندگی میں رکھے ہوئے ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ منکر نکیر کا تذکرہ بہت ہوا ہے پشتو میں کیا کہتے ہیں منکر نکیر کو جی۔۔۔۔۔ انکیر منکیر۔ کتنا خوف وہراس بیان ہوا ہے منکیر نکیر کا، یہاں تک کہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا کہ تو فاسق فاجر کی رُوح کیسے قبض کرتا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ میرے اس حال کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکیں گے، کہا کہ نہیں مجھے دِکھاؤ، اُس نے کہا کہ آپ اپنا چہرہ مبارک اُدھر پھیریں، ابراھیم علیہ السلام نے منہ پھیرا، اور واپس جو مُڑ کر دیکھا تو غش کھا کر گر گئے، اتنی دہشت ناک صورت تھی۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ اگر دوزخی کو اور کوئی عذاب نہ ہو صرف تیری صورت کو دِکھایا جائے تو یہی بہت بڑا عذاب ہے۔ پھر پوچھا کہ تو جنتی کی رُوح کیسے قبض کرتا ہے؟ اُنھوں نے منہ پھیرا، پھر جو پیچھے دیکھا تو ایسا حسین وجمیل جوان کھڑا تھا، کہا کہ اگر جنتی کو اور کوئی نعمت نہ ملے تو تیرا دیکھنا یہی ایک اُس کے لیے کافی ہے۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ منکر نکیر کا تذکرہ بھی آیا اور مبشر بشیر کا بھی آیا ہے، منکر نکیر اور مبشر بشیر۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس جو فرشتے جاتے ہیں وہ مبشر بشیر ہیں۔

File Adress:

فضائلِ صدقات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ پانچ سو فرشتے آتے ہیں اور دو قطاریں باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں جنت کے پھولوں کے گلدستے ہوتے ہیں، ہر گلدستے میں بیس رنگ کے پھول ہوتے ہیں اور ہر پھول میں نئی خوشبو ہوتی ہے اور ایک فرشتہ آگے بڑھتا ہے اور اس کے پاس سفید رومال میں کستوری (مُشک) ہوتی ہے۔ کستوری کو اُس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتا ہے اور پھر جوں ہی اللہ تعالیٰ غیب کے پردے کو کھولتا ہے اور آپ لوگوں نے یقیناً دیکھا ہوگا کہ آدمی زندہ ہوتا ہے اور اُس کی نظر ایک جگہ آ کے ٹِک جاتی ہے۔ اُس کو آواز دیں، جواب نہیں دیتا، کسی کے ساتھ بات نہیں کرتا تو اس وقت عالم غیب اللہ تعالیٰ اُس کو دِکھاتا ہے۔ جنت والا ہے تو جنت کو دیکھتا ہے، دوزخ والا ہے دوزخ کو دیکھتا ہے اور اُس وقت اُس کی جنت کا نظارہ سامنے کیا جاتا ہے، اور اُس کی ملاقات کی خوشی میں اُس کی حوریں جب اُچھلتی ہیں تو اس پر ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ اس کی رُوح کہتی ہے کہ اب مجھے اس پنجرے سے نکالا جائے کیونکہ رُوح بدن میں ایسا محسوس کرتی ہے جیسے پرندہ پنجرے میں محسوس کرتا ہے کہ اس کو نکالا جائے، ایسی ہی خوشی سے رُوح جاتی ہے۔

۱۹۷۳ء کا واقعہ ہے کہ میری ڈیوٹی تھی اور ایک آدمی کو گولی لگے ہوئے لایا گیا، ہم بھاگ دوڑ کر رہے ہیں اس کے آپریشن کے لیے بندوبست کر رہے ہیں کہ اتنے میں اس پر نزع طاری ہوا۔ میں نے دیکھا کہ فوراً اس کا چہرہ کالا ہو گیا اور اتنی خراب صورت بنا رہا تھا کہ پشتو میں کہتے ہیں کہ خُلہ ئے چینگولہ کہ چہرے کو بگاڑ رہا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ نزع طاری ہو گیا ہے، میں نے اس کے گرد جتنے آدمی ساتھ کھڑے تھے سب کو دیکھا، کسی کے چہرے پر نماز کی رونق نہیں تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ تہکال اور غریب آباد کا فلانا اُجرتی قاتل ہے یعنی پیسے لے کر لوگوں کو قتل کرتا تھا۔ اس کو گولی

لگی ہے، اس کے نزع کا وحشت ناک نظارہ بتا رہا تھا کہ آدمی کدھر جا رہا ہے؟

(Angel Sign) کا آپ کو ایک لطیفہ سُناتا ہوں۔جن دِنوں ہم لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے سرجیکل وارڈ میں ہوتے تھے ان دِنوں جو نیک آدمی ہوتا تھا، اس کی موت کے وقت اس پر ایک خاص رونق آتی تھی، اس کو میں دیکھتا تھا۔ایک بچہ تھا، صبح ہم راؤنڈ کر رہے تھے، مریض تھا، اس کو گردے کا کینسر تھا، اس دن میں نے دیکھا جیسے اس کو کسی نے نہلا یا دُھلایا ہوا ہے، ایسا چمک رہا ہے جیسے پھول کھلا ہوا ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ نیک آدمی کے دُنیا سے گزرنے کی حدیث میں جو علامتیں آئی ہوئی ہیں اس بچے پر سارے علامتیں آگئیں ، انھوں نے میرا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ یہ تو (Angel Sign) ظاہر ہو گیا۔ دراصل ہر بیماری کی تشخیص کے لئے کچھ علامات ہوتی ہیں اُن علامات کو (Signs) کہتے ہیں وہ مجھ سے اکثر پوچھتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب اینجل سائن (Positve) ہے کہ نہیں، اگر (Positve) ہے تو پتہ چل جاتا کہ آدمی کہاں جا رہا ہے۔ ایک دفعہ ایک بہت غریب آدمی تقریباً ساٹھ سال کی عمر کا داخل ہوا، اس کے ساتھ کوئی خدمت کے لیے بھی نہیں تھا، ایک بہن تقریباً پچپن سال عمر کچھ وقت کے لیے آتی تھی، غربت کی وجہ سے دونوں کی شادیاں نہیں ہوئی تھیں، ایک دن راؤنڈ کرتے ہوئے دیکھا کہ اسے گویا کسی نے نہلایا دھلایا ہوا ہے اور چمک رہا ہے۔ دل میں خیال آیا کہ اس پر تو Angel sign positive ہو گیا ہے، اسی دن اس کی موت ہو گئی۔

وارڈ کی ڈیوٹی کے دوران جو موتیں بندہ کے سامنے ہوئیں اور اُس میں نیک لوگوں پر جو رونق ظاہر ہوتی رہی، اسی طرح فاسق فاجر لوگوں پر جو عبرت آموز حالات طاری ہوتے رہے، دیکھنے کے قابل ہوتے تھے۔

تو میرے بھائی! اس دنیا سے سب نے گزر جانا ہے، یہ فانی اور عارضی زندگی ہے،

File Adress: